ارمغانِ وید

المعروف

رام راج

پُران اور شاستر کی روشنی میں

عبد الرحمٰن صدّیقی

مُرتّب: عُزیر احمد صدّیقی

دارُ التّذکیر ○ لاہور

سلسلۂ مطبوعات

ناشر : محمد احسن تہامی

مطبع : طیب اقبال پرنٹرز

تاریخِ اشاعت : ۱۹۹۵ء

قیمت : روپے

دارالتذکیر

رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

فون : ۷۲۳۱۱۱۹

تہذیبِ نو

عُزیر میاں نے اپنے والد بزرگوار کی معرکتہ الآرا کتاب ارمغان جاوید و شاستر (غیر مطبوعہ) سے کچھ مضامین اخذ کر کے ایک چھوٹی سی کتاب رام راج کے نام سے شائع کی تھی۔ یہ ان کی سعادتمندی ہے کہ باپ کی محنت سوارت کی اور ان کا نام روشن کیا۔

لیکن کتاب کے مطالعہ سے محسوس ہوا کہ مُرتب کتاب کی معلومات ہندو مذہب کے بارے میں سطحی و تشنہ ہیں، میں نے اس کی نشاندہی کی تو انھوں نے رام راج کے نسخے کے ساتھ بھائی عبدالرحمن کا اصل مسودہ مجھے بھیج دیا اور لکھا کہ اگر آپ زحمت کر سکیں تو اس کا دوسرا حصّہ مرتب کر دیں۔

وظیفہ کے بعد میرے پاس کوئی کام نہ تھا مگر اتنی بڑی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے کچھ ڈر محسوس ہوا، تاہم کتاب کی از سرِ نو تبویب و تہذیب شروع کی تو گویا اللہ تعالیٰ نے کام آسان کر دیا۔ میں نے بعض عبارتیں حذف کر کے اصل مسودے سے اہم اور دلچسپ مضامین جن کو جمع کرنے میں ہمارے بھائی نے زندگی کا بڑا حصّہ صرف کیا تھا بڑھا دیئے ہیں پھر مرتب کے حواشی کی بھی اصلاح کر دی ہے۔ مجھے عزیر میاں کی اس بات سے پورا اتفاق ہے کہ جب کسی مذہب پر تنقید کی جائے تو اس کے مقابل کوئی بہتر چیز بھی ضرور پیش کی جائے۔ چنانچہ اسلامی عقائد کو بہتر طور پر پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ امید ہے کہ اِس نئی تبویب و تہذیب سے کتاب کی صورت نکھر جائے گی اور اس کی افادیت کا اعتراف کیا جائے گا۔ جو تصاویر میاں عزیز کو دستیاب نہ تھیں وہ فراہم کر کے اپنے محل و موقع سے پیش کی گئی ہیں۔ نیز کتاب کو اس کے اصل نام یعنی "ارمغانِ وید۔ پُران و شاستر کی روشنی میں" سے شائع کرنے کی ہدایت دیگئی کہ مصنف کتاب کا تجویز کردہ نام یہی تھا۔

امیّد ہے کہ ہمارے مرحوم بھائی کی روح خوش ہو گی اور اللہ تعالےٰ ہماری اِن کاوشوں کو قبول فرمائے گا اس کے ذریعے ہند و پاک کے ہندوؤں اور مسلمانوں کو ہدایت کی روشنی دکھائے گا۔ جس کی ان کو سخت ضرورت ہے۔

وَمَا توفیقی اِلّا باللہ

ناچیز عبدالحیٔ صدیقی

وظیفہ یاب ریاست حیدرآباد۔ دکن

۶ ماہ جون ۱۹۷۷

فہرست مضامین

کتابیات

رِگ وید — مرہٹی مطبوعہ پونا
یجر وید — مرہٹی 〃
یجر وید — اُردو مطبوعہ لاہور
مہابھارت — اُردو 〃 〃
سری مدبھاگوت — اُردو 〃
اگنی پُران — مرہٹی مطبوعہ پونا۔
دھرم شاستر ہندی اور منوسمرتی ہندی
گوتم سمرتی ہندی
دھرم شاستر رائے بیجناتھ
تاریخ آئینہ ہند، رائے بہادر شیو پرشاد
تاریخ ہند قدیم
اقوامِ عالم، عمر رالف مستشرق
تاریخ ایران قدیم
اوستھا، فارسی مطبوعہ بمبئی

نیز ایک نومسلم کایستھ جناب جے بہادر عرف عزیز احمد فتحپوری کی کتاب تلقین مذہب و تفصیح دجال سے استفادہ کر کے اس کتاب کو مکمل کیا گیا ہے۔ یہ کتاب سن ۱۳۳۰ھ میں کانپور سے شائع ہوئی تھی۔ مجھے ایک کرم فرمانے مرحمت فرمائی جو اب امریکہ چلے گئے ہیں۔ اللہ ان کو جزائے خیر دے۔

(مرتب)



مصنف کتاب

سکندر آباد دکن میں والد مرحوم کسی ہندو پنڈت سے اپنے دروازے پر کھڑے تبادلۂ خیال فرما رہے ہیں یہ تصویر ۱۹۴۸ء میں اُن کی بے خبری میں کھینچی گئی تھی اور پچیس سال بعد مجھے بھیجی گئی جو اشاعت کتاب کی ایک گونہ محرک ہوئی۔ میاں حامد سلمہٗ کے شکریہ کے ساتھ تصویر و تصنیف دونوں ہدیہ ناظرین ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

از جناب مہدی علی صاحب صدیقی سابق سیشن جج کراچی وحال ایڈیٹر دی مسلم نیوز انٹرنیشنل کراچی

یہ کتاب جو آپ دیکھ رہے ہیں دراصل ایک ضخیم کتاب ارمغانِ وید کا وہ جزو ہے جو مصنف کے صاحبزادے کچھ تراش خراش کے بعد شائع کر رہے ہیں۔ ارمغان وید کے مصنف رشتے میں میرے بھائی اور عمر میں بہت بڑے تھے۔ ان کا شغل فرائض منصبی سے ہٹ کر مذاہب کا تقابلی مطالعہ تھا۔ خاص کر ہندو مذہب کا انہوں نے بڑی غایر نظر سے مطالعہ کیا تھا اور اکثر بھی ملاقاتوں میں اُس کی تفصیلات بتلاتے رہتے تھے وہ یقیناً ایک عالم متبحر تھے اور جزئیات سے قطع نظر جن سے وہ بخوبی واقف تھے انہوں نے رائج ہندو مذہب کی بنیادی دھوکہ بازی کو بڑی تفصیل سے واضح کیا ہے کلام پاک میں ایک جگہ آیا ہے کہ اہلِ کتاب کے اصلی مذہبی اصول واحکام وحی پر مبنی تھے۔ مگر ان مذاہب کے عالموں نے اپنے اغراض پورے کرنے کے لئے اور اپنے پیروؤں کے عقائد اور اعمال پر اپنی اجارہ داری قائم کرنے کے لئے اصلی احکام کو مسخ کیا اور صحیح قانون کو توڑ مروڑ کر اپنے مفید مطلب بنایا۔ یہی کام ہندو مذہب کے معاملہ میں برہمنوں نے انجام دیا اور اپنی ذات کے سوا سب کو اچھوت بنا دیا اس تقسیم میں وہ سیاسی اغراض سے ہندوستان کے مسلمانوں کو بھی شامل کرنا چاہتے تھے اور ہیں۔ اس کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ اگر پاکستان نہ بنتا تو برہمن رام راج

کے نام سے ہم مسلمانوں پر کیسا نظامِ زندگی مسلّط کر دیتا۔

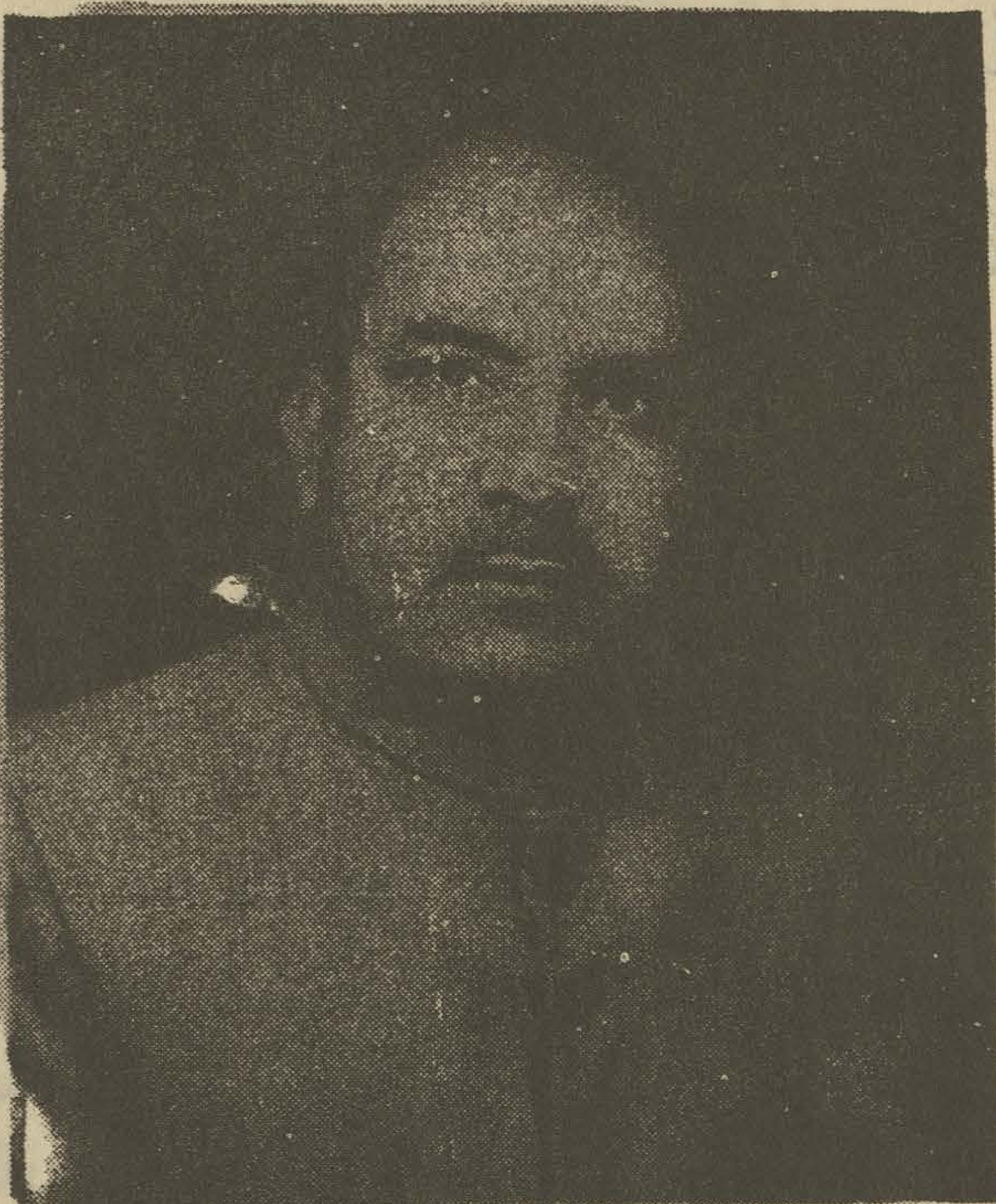
آج کل مذہب کو ثانوی اور نجی حیثیت دینے کا رجحان اس لئے اور خطرناک ہے کہ دراصل مذہب سماج کی بنیاد ہے اور اس لئے لاعلمی معاشرتی اور معاشی غلامی پر منتج ہوتی ہے۔

میاں عزیز لائق مبارکباد ہیں کہ وہ اپنے والد محترم کی اس علمی تحقیقات کو جزواً سہی بروقت شائع کر رہے ہیں۔

مہدی علی صدیقی

کراچی دسمبر ۱۹۷۱ء





عزیز احمد صدیقی کی شہرۂ آفاق تحقیقی تالیفات

۱ سبائی سبز باغ	۲ ارمغانِ عرب
۳ ارمغانِ عجم	۴ خداؤں کو الوداع
۵ رام راج	۶ حیاتِ سید سکینہ
۷ انمٹ باتیں	۸ سیدہ خدیجہ

مکتبہ جاء الحق کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیشکش

والد مرحوم جناب عبدالرحمان صاحب صدیقی المتخلص آزاد فتحپوری حیدرآباد دکن میں بسلسلۂ ملازمت تقریباً تیس سال رہے جن میں سے کوئی بیس سال ایک ہندو ریاست میں بحیثیت مشیر و منتظم کے گزار دیئے۔

وہاں کے قیام میں اُنھیں ہندو معاشرے کا قریب سے مطالعہ کرنے کا موقع مِلا اور ہندو مذہب کی بہت سی کتابوں سے جو وہاں دستیاب تھیں استفادہ کر کے ان پر تنقید کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ ایک بڑی ضخیم کتاب تیار کی جس کا نام "ارمغانِ ویدو شاستر" رکھا۔ اس میں برہمنوں کے کید اور پجاریوں کی غیر فطری زندگی پر سیر حاصل بحث کی تھی اور بتلایا تھا کہ برہمنوں نے اقلیت میں ہوتے ہوئے کس طرح عوام و خواص بلکہ حکومتوں کو اپنے تابع فرمان رکھا ہے۔

مگر جب وہ مسودہ ریاست حیدرآباد کے اربابِ اقتدار کے سامنے پیش کیا گیا تو جواب ملا کہ حکومت مغلیہ اپنی روایات کی وجہ سے مجبور ہے وہ اپنی ہندو رعایا کی دل آزاری نہیں کرنا چاہتی اور یہ سچ تھا ہندوستان کے مسلمان بادشاہ اپنی وسیع النظری اور رواداری کے لئے مشہور رہے ہیں۔ خاص کر سلاطین مغلیہ جو بیشتر ہندو خواتین کے بطن سے تھے اور آخری تاجدارِ دکن بھی اُن میں شامل تھے۔ اِسی لئے ریاست میں گائے کی قربانی ممنوع تھی۔ عید بقر عید محرم کے ساتھ ہولی دیوالی اور دسہرے کے تیوہار سرکاری طور پر منائے جاتے تھے۔

پھر ابو جان وظیفے پر ہٹ گئے اور ان کی آمدنی طباعت و اشاعت کی متحمل نہ ہو سکی تو وہ غیور اور خود دار ہوتے ہوئے بھی مختلف نوابوں، جاگیرداروں اور ناشروں کے پاس اپنا مسودہ لئے گھومتے رہے اور ہر جگہ سے جواب ملا کہ اس

کتاب کی اشاعت سے ہندو مسلم تعلقات خراب ہو جائیں گے حالانکہ وہ تعلقات پہلے ہی خراب تھے۔ ہندو عوام عرصے سے ریاست کے بھارت سے الحاق یا اس میں ضم کر دینے کی جان توڑ کوشش کر رہے تھے بس مسلمانوں کو خبر نہ تھی اور جنہیں تھی وہ آنکھ بند کر کے بیٹھے رہنا چاہتے تھے۔

جب کسی قوم پر ادبار آنیوالا ہوتا ہے تو وہ سوچنے سمجھنے اور عمل کرنے سے انکار کر دیتی ہے چنانچہ زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ ۱۷ ستمبر ۱۹۴۸ء کا دن دیکھنا پڑ گیا ریاست کا سقوط ہو گیا اور تقریباً ۵ لاکھ مسلمان بیدردی سے قتل کر دیئے گئے ہم لوگ جو باہر سے جا کر وہاں بسے تھے بھاگنے کیلئے پر تولنے لگے مگر ابو جان نے حیدر آباد چھوڑنے سے انکار کر دیا کہنے لگے میرا کام ابھی ختم نہیں ہوا ہے میں یہ کتاب شائع کر کے سارے ہندوستان میں تقسیم کرنے کے بعد ہی یہاں سے نکل سکتا ہوں۔

ہم لوگ سرزمین پاکستان میں قدم جمانے کے لئے نکل آئے اور وہ اپنی کتاب کی اشاعت کے لئے دوڑ دھوپ میں لگے رہے۔ مگر شاید جلد ہی ہمت ہار بیٹھے۔ دو ماہ بعد اطلاع آئی کہ ۲۶ جولائی ۱۹۴۹ء مطابق ۲۹ رمضان ۱۳۶۸ھ کو وہ دل شکستہ اور مایوس اس دارِ فانی کو الوداع کہہ گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اُن کے مسودات کا بستہ عمو جان مرحوم کے ساتھ آیا مگر یہاں سب روٹی، کپڑے اور مکان کے چکر میں لگے ہوئے تھے اور بظاہر یہاں ہندوؤں کے اثرات کو محسوس کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ حتیٰ کہ مشرقی پاکستان کے بحران سے پتہ چلا کہ ہندو بنیوں اور برہمنوں نے اپنی ریشہ دوانیوں سے ایک بار پھر مسلمانوں میں پھوٹ ڈال دی ہے بلکہ معلوم ہوا کہ بنگالیوں کے ساتھ ہمارے سندھی بھائیوں کو بھی لسانی جھگڑے میں ملوث کرنیوالے یہی ہندو بنیئے تھے مگر یہ اس وقت معلوم ہوا جب قائداعظم کے پاکستان کا کریاکرم ہو گیا۔

اکتوبر ۱۹۷۱ء میں ملازمت سے سبکدوش ہوا تو مجھے معرفت ملا کہ ابو جان کے

مسودے تلاش کروں اور دیکھوں کہ وہ ہندو قوم کی کن باتوں سے مخالف تھے جو عمر کا بڑا حصہ اُن کے مذہب پر تحقیق میں ضائع کیا۔ ان کا مسودہ یقیناً معلومات کا ایک خزانہ تھا مگر پاکستان کے مسلمانوں کو اتنی فرصت کہاں ہے جو وہ ہندوؤں کے رسم و رواج اور مذہبی عقائد کے مطالعہ میں صرف کریں۔ یہ بیچارے خود اپنے دین و مذہب سے لاتعلق ہیں کوئی سوشلزم کا علمبردار ہے اور کوئی حیثیت کا اور دوسرے روٹی، کپڑے اور مکان کی تلاش میں سرگرداں ہیں چند ایک بینک بلینس بڑھانے اور حویلیاں تعمیر کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور بھول گئے ہیں کہ کبھی مسلمانوں کے دسترخوان پر کیا ہوتا تھا ۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کے ہیں پل کی خبر نہیں

اس مسودے کو پڑھنے سے پتہ چلا کہ ابو جان نے ہندو مذہب کے باطل عقائد پیش کر کے ان کی اصلاح کے طور پر صحیح عقائد کی نشان دہی نہیں کی شاید اس لئے کہ وہ غیر جانبدار رہنا چاہتے تھے انہوں نے ایسے عقائد بھی معترضانہ پیش کر دیئے تھے جو دوسری شکل میں برسوں سے داخل اسلام ہیں۔ جیسے مردہ پرستی، حلول، تناسخ اور فاتحہ درود وغیرہ۔

دین اسلام عرب سے نکل کر کوفہ و بغداد کے عجمی مجوسیوں یہودیوں اور آریاؤں کے ہاتھوں میں آیا تو انہوں نے اپنے قدیم عقائد عربی زبان میں منتقل کر کے مسانید و صحاح کے نام سے داخل اسلام کر دیئے جو ان نومسلموں کے لئے قابل قبول تھے اور جن سے وہ مانوس تھے اسی کا نتیجہ ہے کہ آج ہمارے سندھ کے ایک محترم بزرگ جناب جی ایم سید صاحب بھی یہ فرمانے کی جرأت کرتے ہیں کہ عرب غاصب اور لٹیرے تھے۔ وہ اپنے دورِ وحشت کے عقائد لیکر آئے اور انہیں ساری دنیا میں بزورِ شمشیر جاری و ساری کر دیا۔ سید صاحب کو راجہ داہر سے ہمدردی ہے بلکہ وہ اسے اپنا جدِ اعلیٰ تسلیم کرتے ہیں۔ اور یہ ان کے خدوخال سے مترشح ہے

تاہم سیدی سے دست بردار ہونے کو تیار نہیں۔ غالباً اس لئے کہ اب برہمن بننا ممکن نہیں ہے۔

میں نے جزئیات اور تفاصیل نکال کر کتاب کو مختصر کر دیا ہے اور ایسے عقائد کی جو مسلمانوں کے بعض فرقوں نے شاملِ اسلام کر رکھے ہیں جگہ جگہ نشان دہی کر دی ہے اس سے یقیناً وہ مقصد فوت ہو گیا جس کے تحت یہ کتاب لکھی گئی تھی کیونکہ اب اس کے مخاطب اُردو دان ہندو نہیں ہیں جو ہندوستان میں بستے تھے وہاں اردو کو دیس نکالا مل چکا ہے۔ یہ کتاب پاکستانیوں کو پڑھنا ہے اور ان میں بھی صرف اُن کو جو اُردو جانتے ہیں۔

کراچی ۱۹۷۲ء

عزیز احمد صدیقی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

معذرت

وید مقدس کے مطالعہ کی ضرورت ہم کو آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند جی کی کتاب ستیارتھ پرکاش پڑھ کر محسوس ہوئی۔ سوامی جی نے تمام دنیا کی مذہبی کتابوں پر اعتراضات کرکے اپنے ویدوں کے کچھ ایسے گُن گائے تھے کہ ہمیں ان کے دیکھنے اور پڑھنے کا شوق پیدا ہوگیا۔ اتفاق سے ویدوں کے تراجم مرہٹی زبان میں موجود تھے چنانچہ اُردو تراجم کا انتظار کرنے اور وقت ضائع کرنے کے بجائے ہم نے انہی کو غنیمت جانا اور پڑھنا شروع کر دیا۔ مرہٹی ہم نے اپنی ملازمت کے دوران سیکھی تھی اس لئے کوئی دشواری نہ ہوئی۔

پھر معلوم ہوا کہ خود دیانند جی نے بھی ویدوں کا ترجمہ کیا ہے اسے دیکھ کر پتہ چلا کہ دیانند جی نے رگ وید اور یجر وید کا ترجمہ دیانتداری کے ساتھ نہیں کیا ہے۔ نیز موصوف نے اپنا یجر وید کا ترجمہ پنجاب گورنمنٹ کو پیش کیا تھا کہ اس کو سنسکرت کے سرکاری نصاب میں شریک کرلیا جائے اس پر حکومت نے ایک کمیٹی مقرر کر دی اُس کمیٹی نے رپورٹ دی کہ "دیانند جی نے یجر وید کا ترجمہ نہیں کیا ہے بلکہ اپنی طرف سے ایک نیا یجر وید بنایا ہے۔"

اس رپورٹ پر دیانند جی کی درخواست نامنظور ہوئی اور ان کا ترجمہ نصاب تعلیم میں شریک نہ ہو سکا پھر ان تراجم کے بارے میں خود دیانند جی کے ایک چیلے پنڈت نردیو شاستری پرنسپل آریہ سنسکرت کالج جوالاپور نے کہا کہ "دیانند جی کا ترجمہ صرف دکھاوے کا ہے۔ سائن آچاریہ کے ترجمے کے مقابلہ میں وہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اُن کے ترجمے سے استفادہ کریں تو بجائے فائدے کے نقصان ہوگا۔"

دیانند جی کا ترجمہ ایک گورکھ دھندا ہے اس میں ۹۵ فیصد جھوٹ اور

اور ملاوٹ ہے تاہم ہمیں دیانند جی کی اس کوشش پر کوئی اعتراض نہیں۔ وہ اپنی مذہبی کتابوں کو جس طرح چاہیں بدلیں یا بگاڑیں۔ البتہ ان کی اس حرکت پر کہ انہوں نے ویدوں کی تائید میں دوسرے مذاہب کی توہین کی ہے تضحیک کی ہے خاموش نہیں رہا جا سکتا۔ انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو کم عقل اور جاہل لکھا حضرت موسیٰؑ کو چالاک اور دھوکے باز بتایا اور ہمارے رسولِ مقبولؐ کی شان میں گستاخانہ حملے کیے ہیں۔

اپنے مذہب کی تعریف کرنا اُس کا دوسرے مذہبوں سے مقابلہ کرنا اور اُن کی برائیوں اور خامیوں کی نشان دہی کرنا تو جائز ہے مگر اعتراض کرنے کے یہ معنی نہیں کہ تہذیب کا جامہ اتار پھینکا جائے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ دیانند جی کو اپنی کتاب سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ہر فرقے کے اہلِ علم نے اُن کی بدزبانی اور گندہ دہنی کی مذمت کی ہے البتہ اُن کے حریفوں کو یہ فائدہ ہوا کہ وہ ویدوں اور شاستروں کے ڈھکے چھپے عیوب ڈھونڈ ڈھونڈ کر عوام کے سامنے پیش کر رہے ہیں اور دُنیا کو معلوم ہوتا جا رہا ہے کہ ہولی کی مخرب اخلاق مذہبی گالیاں اور دیوالی کا مذہبی جُوا اور بھوگ ناری یعنی عام حرامکاری۔ نسلی تعصب اور دوج اور شدر (اونچی) اور نیچ ذاتوں کا) امتیاز اور چھوت چھات کی مکروہات اور دیگر مذموم رسومات کے موجد وید مقدس ہی ہیں جنہوں نے ہندو سوسائٹی کو گندہ کر رکھا ہے اور ان کو ویدوں سے نفرت ہوتی جا رہی ہے۔

ویدوں سے نفرت صرف مسلمانوں عیسائیوں اور سکھوں کو نہیں بلکہ اُن سے پڑھے لکھے شریف سناتن دھرمی ہندو بھی متنفر اور بیزار ہیں اور ہمیشہ رہے ہیں کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ یہ کتابیں ہندوستان کے قدیم باشندوں یعنی دراوڑی قوموں کے خلاف جنہیں آریاؤں نے اچھوت اور شدر قرار دے دیا تھا کس قدر بغض اور نفرت کا پرچار کرتی ہیں۔ انہی کتابوں سے برہمنوں نے اپنی برتری اور آریہ نسلوں کی حکومت کئی ہزار سال برقرار رکھی تھی اور دیگر اقوام کے حقوق

سماجی، سیاسی اور مذہبی پامال کرتے رہے تھے حتیٰ کہ مسلمانوں نے آکر انہیں اس ذلت سے نکالا اور معاشرے میں ان کو بہتر مقام دیا۔

سناتن دھرمی افراد سمجھنے لگے ہیں کہ دیانند جی ویدوں کی گری ہوئی دیوار اٹھا کر اور پرانوں کا مذاق اڑا کر برہمن راج کیلئے راستہ صاف کر رہے ہیں۔

ویدوں سے شاکیہ منی گوتم بدھ سخت متنفر تھے ان کے باپ دادا اور پردادا ویدک دھرمی تھے مگر انہوں نے ویدوں کے مکروہات ومذمومات کو دیکھ کر ان کو ترک کر دیا اور اپنا ایک نیا دھرم ایجاد کیا جس میں زیادہ رواداری اور زیادہ بھائی چارے کا پرچار تھا۔ چنانچہ وہ مذہب سارے ہندوستان میں پھیلا اور ہندوستان کے باہر بھی مقبول ہوا۔

ویدوں کی تعلیم سے جس میں چھوت چھات اور نسلی تعصب کے سوا کچھ نہیں ہے گرونانک، گرو کبیر، گرو چین وغیرہ بھی سخت متنفر اور بیزار تھے انہوں نے ویدیں کو ترک کر کے اپنا علیحدہ مذہب نکالا تھا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ویدوں کی تعلیم میں نہ خدا پرستی ہے نہ انسانی رواداری کی اجازت ہے اس لئے وہ رد کر دینے کے لائق ہیں۔

ویدوں میں مظاہر قدرت یعنی دریا، پہاڑ، ہوا، پانی، مٹی اور آگ کی پوجا کے سوا کہیں خدائی تصوّر کی جھلک بھی نہ ملے گی۔ یہ اجرام پرستی یعنی سورج چاند اور ستاروں کی پرستش سکھلاتے ہیں۔ یا پھر اپنے مردہ بزرگوں یعنی راجہ اندر، وشنو جی، برہما جی اور دیگر رشی منی فقیر سنیاسیوں اور برہمنوں کے علاوہ اپنے باپ دادا کی روحوں کو بلا کر نذریں پیش کرنا سکھاتے ہیں۔

یا پھر ہم دیکھتے ہیں کہ آگ جلا کر اس میں گھی کافور، بخور اور دیگر خوشبوئیں ڈالنا اس کے آگے ناچنا اور بھجن کرنا، منتر پڑھنا سکھلاتے ہیں جس سے دیوتاؤں کے ساتھ سامعین بھی برما جاتے ہیں اور شہوت میں آکر مندروں میں وہ سب کر ڈالتے ہیں جو لوگ کوٹھوں پر جا کر کرتے شرماتے ہیں اسی وجہ سے

مندروں میں پجاریوں اور پجارنوں کی زندگیاں عیاشی کے سوا کوئی نمونہ پیش نہیں کرتیں۔ عورتوں کو ہندو معاشرے میں سوائے شہوت پرستی کے ایک کھلونے کے کوئی مقام حاصل نہیں ہے۔

اسی لئے مذکورہ بزرگوں نے کہا تھا کہ ویدوں میں نہ کوئی بصیرت ہے نہ کوئی بشارت۔ نہ یہ خدا پرستی کا درس دے سکتے ہیں نہ کسی بے چین روح کو ہدایت فراہم کرتے ہیں۔ ان میں شروع سے آخر تک دیوی دیوتاؤں کی حرام کاری، جوئے بازی، شراب نوشی کے قصے درج ہیں۔ البتہ نسلی تعصب اور طبقاتی نفرت کی تعلیم بدرجۂ اتم موجود ہے جس کے زور پر برہمنوں نے ہمیشہ اقلیت میں رہتے ہوئے بھی عوام پر کئی ہزار سال حکومت کی ہے۔

دیانند جی کا دعویٰ ہے کہ وید اصلی اور الہامی کتابیں ہیں اور یہ ابتدائے آفرینش سے موجود ہیں اور آفرینش کا زمانہ ان کے خیال میں کوئی بیس ہزار سال ہے اس سے دیانند جی کی جہالت کا پتہ چل جاتا ہے۔ آریوں کے ہندوستان میں آنے کا زمانہ دو ہزار سال قبل مسیح سے ۱۵۰۰ سال قبل مسیح تک بتلایا گیا ہے۔ بابل کی تہذیب کا زمانہ اگر اس سے ہزار سال قبل شمار کر لیا جائے تو راجہ اندر یعنی بابل کا پہلا بادشاہ جو نمرود نائی نس۔ عوزی رس۔ جیوپیٹر اور وشنو کے ناموں سے آریہ نسل قوموں میں جانا پہچانا جاتا ہے۔ پانچ ہزار سال سے زیادہ قدیم نہیں بنتا۔ رگ وید کا مصنف لکھتا ہے کہ مجھ کو راجہ پورو اور راجہ یدو نے دو غلام اور سو گائیں خیرات دی ہیں۔ رگ وید ۲۷/۱

اس سے تاریخ کا بنتی بھی تبلا دے گا کہ راجہ پورو اور یدو (یادو) حقیقی بھائی تھے۔ ان کا باپ اس خاندان کا چھٹا راجہ تھا جس کا شجرۂ نسب مہابھارت اور اگنی پرانوں میں تفصیل سے درج ہے ان میں سے یدو کرشن جی کا مورث اعلیٰ ہوا ہے۔ جب ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ مہابھارت تیسری اور دوسری صدی قبل مسیح میں لکھی گئی ہے تو ان لوگوں کا زمانہ متعین کرنے میں زیادہ دشواری

نہیں رہتی ہے۔ انسانی یاد کا لحاظ کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ مہابھارت کی کہانی اور ان راجاؤں کا زمانہ انہی ہزار برسوں میں قبل مسیح ہوگا۔ اِس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ ویدوں کا زمانہ تین چار ہزار سال سے زیادہ کا نہیں ہے کیونکہ ویدوں میں راجہ پورو اور راجہ یدو کا ذکر موجود ہے۔

آپ ہندو معاشرے کا مطالعہ کریں اور اُن کے دیوتاؤں کی زندگی کا گندہ ماحول دیکھیں تو حیران نہ ہوں۔ بلکہ ان تمام افعال و اعمال کو ہندو مذہب کی مقدس کتابوں یعنی ویدوں کی تعلیم کے عین مطابق سمجھیں اور یقین کریں کہ یہی وہ قدیم الہامی کتابیں ہیں جن پر آریا سماجیوں کو ناز ہے اور انہی کو وہ دنیا کے دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں پیش کرنے کا بیڑہ اٹھاتے ہیں چاہتے ہیں کہ مسلمان اپنی کتابوں اپنے معاشرے اور اپنے مذہب کو بھول جائیں اور شدھی ہو جائیں یعنی ہندو مذہب قبول کر لیں۔ مگر افسوس کہ شُدھی ہونیوالوں کو یہ مذہب گندگی کے سوا کچھ نہیں دے سکتا۔ آریہ سماجی جسے شدھی کرواتے ہیں اسے پہلے پانچ غلاظتیں کھلاتے ہیں۔

۱۔ گائے کی ناک کا مَیل ۲۔ آنکھ کا میل

۳۔ کان کا میل ۴۔ گائے کا پیشاب

۵۔ گائے کا گوبر۔

یہ رسم "پنج گئو" کہلاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس رسم کے ادا کرنے سے مُسلمان شدھ یعنی پاک ہو جاتا ہے۔ اس عقل و دانش پر خدا کی مار۔

ہم نے اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے پہلے حصے میں ویدوں کی وہ تعلیم پیش کی ہے، جو طبقاتی منافرت، نسلی تعصب اور فرقہ وارانہ چھوت چھات سکھاتی ہے۔ اور دوسرے میں ویدوں کے وہ عقائد جنہیں توحید پرستی کا علمبردار بتلایا جاتا ہے۔ ذرا تفصیل سے لکھ دیئے ہیں تاکہ

ہندوستانی عوام کو معلوم ہو جائے کہ رام راج کا دھرم کیا ہوگا اور بھارت ورش میں رام راج کے تحت غیر برہمنوں کے ساتھ کس سلوک کی امید رکھی جا سکتی ہے۔

خاکسار

آزاد صدیقی

حیدرآباد۔ دکن ۔ ۱۹۴۸ء



پہلا باب

ویدوں کی نفرت انگیزی

غلامی کی تاریخ عبرت ناک ہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ غلامی تہذیب کے ساتھ چل رہی ہے۔ جہاں تہذیب ہے وہاں غلامی بھی کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔ آج مزدور غلام ہے اور صنعت کار اس کا آقا ہے۔ کسان غلام ہے ساہوکار اس کا آقا ہے۔ رعایا غلام ہے حکام اُس کے آقا ہیں انہیں حضور۔ سرکار۔ قبلہ مائی باپ کہنا پڑتا ہے۔ چنانچہ ازمنۂ قدیم میں دیکھئے تو غلام اور آقا کا رشتہ اور بھی گھناؤنا نظر آئے گا۔ وہاں ایک قبیلہ دوسرے پر حملہ کر کے فتح پاتا تو مفتوح قبیلے کو غلام بنا لیتا اور ان کے بیوی بچوں اور اثاثے کو آپس میں تقسیم کر لیتا تھا چنانچہ بڑے بڑے سردارانِ قوم غلام بنتے رہے ہیں اور اُن کے بیوی بچے دوسروں کے تصرف میں آتے رہے ہیں۔ یہ ہماری تہذیب کی تاریخ ہے کہتے ہیں کہ اس تہذیب نے سرزمینِ بابل میں جنم لیا تھا جو آریوں کا زاد بوم تھا۔ بابل کے بادشاہ بنوکدنصر یا بخت نصر نے یروشلم پر حملہ کیا اور یہودیوں کو غلام بنا لیا۔ اُن کے ایک لاکھ چالیس ہزار جوان قتل کیے۔ ستّر ہزار کو گرفتار کر کے اور غلام بنا کر بابل لے گیا۔ ان غلاموں میں حضرت دانیال پیغمبر بھی شامل تھے یہ لوگ ستّر برس تک اہلِ بابل کی غلامی کرتے رہے۔ پھر کوروشِ اعظم جسے یونانی سائرس کہتے ہیں۔ بابل پر حملہ آور ہوا تو اس نے حضرت دانیال اور اُن کی قوم کو آزادی دلائی اور اجازت دیدی کہ وہ اپنے وطن جا کر آباد ہو جائیں۔

دوسرا نقشہ آشوریہ کے بادشاہ بیاخریب کا مشہور ہے کہ اس نے شام کنعان فلسطین اور طرس وغیرہ کے علاقے فتح کئے تو وہاں کے حکمرانوں کو اپنے ساتھ لے گیا اور اُن کو اپنی خدمت پر مامور کیا۔ جب اس کی سواری نکلتی تھی تو گیارہ ممالک کے بادشاہ اور حاکم اس کے آگے آگے بھاگتے تھے اور وہ اس بات پر فخر کرتا تھا۔

اسی قسم کی ذہنیت لے کر آریہ قوم جب اپنے ملک سے بھاگی اور ہندوستان میں آکر پناہ گزین ہوئی تو رفتہ رفتہ ہاتھ پاؤں نکالنے لگی۔ زیادہ دن نہیں گذرے تھے کہ اس نے یہاں کے قدیم امن پسند باشندوں سے لڑنا بھڑنا شروع کر دیا۔ ان کے پجاریوں نے اُن کے لئے نغمے لکھے دل بڑھائے اور قوانین تیار کئے کہ مقامی لوگوں کا دھن دولت چھین لینا اور ان کے گھر بار اور زمینوں پر قبضہ کر لینا گوری چمڑی والے آریوں کو مباح ہے۔ یہی نغمے اور پجاریوں کے نقوے جمع ہو کر ہندو قوم کے وید مقدس بنے ہیں جو دراصل سفید فاموں کی برتری اور سیاہ فاموں سے نفرت کی تعلیم دیتے ہیں گویا وید کیا ہیں۔ سیاہ رنگ والے افراد کی ابدی غلامی کی ایک دستاویز ہیں جسے زمانہ بھی مٹا نہ سکا یعنی وہ گذشتہ چار ہزار سال سے برہمنوں کے ایک کامیاب حربے کے طور پر مستعمل ہیں اور مفید مطلب بھی ہیں۔ اسی لئے دیانند جی ویدوں کا احیاء فرما رہے تھے اور گاندھی جی یہاں رام راج قائم کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ یہ سب اس لئے کہ جاہل عوام کے ذہنوں میں یہ بات بٹھا دی گئی ہے کہ وید آسمانی کتابیں ہیں اور ان کے احکامات خدا کے احکام ہیں۔

آریئے اس ملک میں آئے اور انہوں نے گاؤں کے بعد گاؤں شہر کے بعد شہر فتح کئے تو برہمنوں نے وید منتر پڑھ کر ان کی تائید کر دی کہ بھگوان کی یہی مرضی ہے کہ مفتوح قومیں فاتحین کی غلامی قبول کر لیں اور کبھی سرتابی نہ کریں۔ ورنہ بھگوان جی ان کو تباہ و برباد کر دیں گے۔ یہ بات پٹے ہوئے ہزیمت

خوردہ افراد کے دل میں بیٹھ گئی اور ایسی بیٹھی کہ صدیاں بیت گئیں مگر وہ مٹھی بھر گورے برہمنوں اور چھتریوں کے خلاف بغاوت کرنے کی نہ سوچ سکے نہ اپنے سماجی سیاسی اور مذہبی حقوق مانگ سکے۔ اسے آرام طلبی کہیئے، بزدلی کہیئے یا امن و شانتی کی خواہش کہ ہندوستان میں اچھوتوں کی تین گنا آبادی اونچی ذات کے چوتھائی افراد کی غلامی میں کئی ہزار سال سے مطمئن ہے اور کبھی خیال بھی نہیں کرتی کہ اونچی ذات کے لوگ اسے گندہ پلید اور اچھوت کیوں کہتے ہیں اور ذلیل کیوں سمجھتے ہیں۔

دیکھنے میں آتا ہے کہ برہمن چھتری یا بنیا تو اپنے گھر میں غریب اچھوت عورت ڈال لیتا ہے اور اس سے بچے بھی پیدا کرتا ہے مگر پھر ان بچوں کو معاشرے میں کوئی مقام نہیں ملتا اور اس کے برعکس نہیں ہوتا یعنی کسی اچھوت کو اجازت نہیں کہ وہ کسی برہمنی یا چھتری عورت کو اپنے گھر ڈال لے اور اس سے اعلیٰ ذات کے بچے پیدا کر سکے۔ یہ کیوں ہے؟

اچھوتوں سے ویدوں کا خدا ناراض ہے

جی ہاں ویدوں کا ایشور (خدا) اچھوتوں کو پسند نہیں کرتا اس نے ازل ہی میں فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ ہندوستان کے قدیم باشندوں کو آریوں کا غلام بنا دے گا اور ان کو ہمیشہ تباہ حال و برباد رکھے گا اور برہمنوں اور بنیوں کے ہاتھوں ذلیل و خوار کرتا رہے گا۔ ان کو ملیچھ اور ناپاک کہلائے گا اور ان سے دوجوں یعنی اعلیٰ ذات کے افراد کی خدمت کروائے گا۔

اسی تعلیم کا نتیجہ ہے کہ ہندوستان میں اکثریت والے فرقے برہمنی اقلیت کے غلام بنے ہوئے ہیں اور اپنی ذلت و مسکنت کو محسوس بھی نہیں کرتے وہ دوجوں کی خدمت میں لگے رہتے ہیں کہ اسی میں ان کی نجات ہے ان کو یاد بھی نہیں کہ کبھی ان کے اجداد اس ملک کے مالک تھے۔ یہاں کا راج پاٹ

یہاں کی کھیتی باڑی یہاں کا بنج بیوپار سب انہیں کے ہاتھ میں تھا اور ان کی دیانت داری کا چرچا عراق مصر شام اٹلی تک پھیلا ہوا تھا۔ ان کے راجے مہاراجے ان کے سردار فوج کے جرنیل کرنیل اور سرکاری درباری لوگ سب کے سب انہی شدروں کے اجداد تھے۔ مگر وہ آریوں سے ہارے تو سب کچھ کھو بیٹھے بلکہ وطن سے نکالے گئے تو جنوبی ہند کے جنگلوں میں جا کر ان کو پناہ لینی پڑی اور آریے جو خود چور ڈاکو لٹیرے بن کر آئے تھے ان کو اپنا داس (غلام) اور چور باڈاکو کہنے لگے حالانکہ دراوڑوں کی دولت ثروت دیکھ کر آریوں کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں تو ان کے مقدس ویدوں نے ان کو لوٹنے مارنے کی اجازت دیدی۔ مقدس وید ان کے بدنصیب راجاؤں کا حال اس طرح بیان کرتے ہیں:۔

۱۔ داس قوم کے راجہ گائے بیل اور گھوڑوں کے مالک ہیں ان کے بڑے بڑے گلّے ہیں اور بڑے بڑے ریوڑ ہیں۔ رگوید ۳/۴

۲۔ داس بڑے دولتمند ہیں اور سونے چاندی کے مالک ہیں۔ رگوید ۳۲/۴۷

۳۔ داسوں کے شہروں کی فصیلیں اتنی بڑی ہیں کہ ان کے اندر داخل ہونے کے لئے سو سو دروازے ہیں۔ رگوید ۱۰ ۹۹/۳۰

۴۔ داسوں کے سیکڑوں مستحکم قلعے تھے جن کو ہمارے بہادر راجہ پوروکنا نے فتح کیا اور ان کے پرخچے اڑا دیئے۔ رگوید ۱ ۳۳/۱۲

یہ حال تھا ہندوستان کے قدیم باشندوں کی دولت اور خوشحالی کا جس نے برہمنوں کی آنکھیں خیرہ کر دیں اور انہوں نے وید بنا بنا کر چھتریوں کو لوٹنے کی ترغیب دی۔ پھر چھتریوں نے وہ دولت لوٹی تو کس طرح کہ ایک ایک برہمن کو پچاس پچاس کنواری چھوکریاں عطا کر دیں۔ جب ہی تو ویدوں کے احکام برابر نافذ ہوتے رہے اور منتر بنتے رہے ان منتروں کو ذرا تفصیل سے دیکھ لیجئے کتنے متبرک احکام ہیں اور کتنے قدیم احکام ہیں جو رِیونا دس نے



اجنٹہ کا فن مصوّری

ہندوستان کی قدیم قومیں ہمارے معیار سے وحشی سہی مگر انکی رانیاں مہارانیاں شاہی تزک و احتشام سے واقف تھیں۔ وہ محلات میں رہتی تھیں۔ ویدوں نے اُن کو رکھشش یعنی بھوت پریت بنا ڈالا۔ اور جنم جنم کے لئے اپنا اور اپنی آل اولاد کا غلام بنا کر چھوڑ گئے۔

بنا کر برہمنوں کو عطا فرمائے ہیں۔ جی ہاں برہمن برہما جی کی اولاد ہیں۔ یعنی دیوتاؤں کی اولاد ہیں۔

۱- اے بہادر مالِ غنیمت لوٹنے والے فاتح کی گاڑی کو تیز چلا اور بے دین داسوں (غلاموں) کو جلا کر خاک سیاہ کر دے۔ رگوید ۵/۳۱/۱

۲- اے اپوا دیوی برہمنوں کو نہ ماننے والے مجرم بخیل دیوتاؤں کی مذمت کرنیوالے بے دین داسوں کو جو ہمارے دشمن ہیں اپنے ایک سو گرہوں والے بانوں (تیروں) سے ہلاک کر دے۔ اتھروید ۵/۲۵

۳- اے اگن دیوتا ہمارے دشمن داس جو گناہ سے بھرپور ہیں۔ ان کو گڑھے میں گرا کر ہلاک کر دے۔ رگ وید ۵/۵/۴

۴- اے سوم بوٹی کے رس تو گنہگار داسوں کے گرد اس طرح جوش مار جس طرح دیگ کا گرم پانی جوش کھاتا ہے۔ رگ وید ۱۲/۲/۷

۵- اے سوم دیوتا تم اپنا بھالا داسوں کے اوپر پھینکو۔ اے اندر اور اے چندرماں دیوتا تم اپنا بھالا برچھا آگ کے شعلوں سے لپٹا ہوا داسوں پر پھینکو بے دین اور لالچی داسوں کو بغیر آواز کے گہرے کنوئیں میں غرق ہونے دو۔ پھر ان کو دوزخ کی گوہ کے حوالے کر دو۔ رگوید ۵/۱/۶

۶- ان خوبصورت اگنی کے شعلوں اور سوم رس کے پاک قطروں سے خوش ہو کر ہمارے گھوڑوں اور مویشیوں کے امراض دور کرو اور ہمارے دشمن داسوں کو شکست دیکر نابود کر دو۔

اے اندر دیوتا تم ہم کو داسوں کی نفرت اور دشمنی سے محفوظ کر دو اور ان کو نیست و نابود کر دو۔ ان پر آریوں کو وہ قوت دو جو مویشی اور گھوڑوں کو حاصل کرنے کا ذریعہ بنے۔ رگ وید ۲/۴/۱۰

۷- اے اندر دیوتا تو نے راجہ پوروکنا کے لئے بے دین داسوں کے ۹۰ قلعوں کے پرخچے اڑا دیئے ہیں۔ اس طاقتور بہادر راجہ نے زبردست

خزانہ حاصل کر لیا ہے اور اس کو اس نے اپنے ہمراہیوں میں بانٹ دیا ہے پھر وہ ایک جنگ میں اپنے آریہ پجاریوں کی مدد کرتا ہے اور ان کے لیے سیکڑوں نصرتیں مہیا کرتا ہے۔ رگ وید ۱ ۵۳/۴

۸۔ اے اندر دیوتا تو ہمارے منچلے بہادروں کو مدد دے اور وہ کارنامہ دکھلا جو تجھ کو کر دکھانا ہے یعنی ہمارے دشمن داسوں کو جو اپنی طاقت کے زعم میں پھولے ہوئے ہیں۔ ان کو شکست دیکر ان کی جائیداد اور املاک ہم کو دلوا دے۔ رگوید ۱۰ ۳۰/۱۰

۹۔ اے ہمارے دشمن داسو تم سر کٹے ہوئے سانپوں کی مانند اندھے ہو جاؤ پھر اگنی دیوتا تم کو جلا کر خاک کر دے اور پھر جینے والوں میں جو بچ جائے ان کو بھی اندر دیوتا ہلاک کرے۔

سام وید صفحہ ۶۸۷ منترا

۱۰۔ اے جنتر منتر کے چھوڑے ہوئے تیر تو ہمارے دشمنوں کے پاس جا، اور ان کو ہلاک کر ان میں سے کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑ اتھروید ۲ ۱۹/۱

۱۱۔ اے راجہ تم شیر ببر کر داسوں کو کھاؤ اور چیتے کے مانند دشمنوں کو پھاڑ ڈالو اور ان کا سامان وغیرہ لوٹ لاؤ۔

۱۲۔ اندر دیوتا اور منتر دیوتا نے گایوں پر قبضہ کیا۔ انہوں نے داسوں کے خزانے لوٹ لیے اور انہوں نے اپنے پرستار آریوں کو محفوظ رکھا۔

رگ وید ۳ ۳۴/۹

یہ جنگ جیت لی گئی اور کافی مال لوٹ مار میں مل گیا۔ تو دوسری جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں۔ تو دوسرے دیوتاؤں سے رجوع کیا گیا ہے۔

۱۔ اے کام دیو شہوت کے دیوتا۔ تم سب سے بڑے دیوتا ہو تم ہمیشہ کے لیے بڑے ہو۔ تم کو بقا ہے فنا نہیں ہے میں تمہاری منقبت کرتا ہوں، میں تم کو ڈنڈوت (سجدہ) کرتا ہوں۔ تم ہمارے دشمن داسوں کو

ہیجڑہ بنا دو۔ وہ بے اولاد ہو جائیں۔ وہ سب چرپھٹ کر فنا کے گھاٹ اُتر جائیں۔ اتھروید ۲/۱۰ ۹

۲- اے اگنی دیوتا تو اپنی طاقت کیلئے مشہور ہے۔ مضبوط - زبردست لڑنے والا خونخوار اور فتح مند داسوں کو زیر کرنیوالا۔ کامرانی کا بیٹا گائیں اور سونے کا خزانہ حاصل کرنیوالا تو اپنی فتح کے رتھ پر سوار ہو۔ اصطبلوں کو کھول اور اس بجلی کی تلوار سے مسلح ہو کر جو ایک پوری فوج کو شکست دیتی ہے اور اس کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ اے بہادرو اس فتح مند دیوتا کے پیچھے آؤ اور اپنے دشمن داسوں کو تباہ کر دو۔ اپوا دیوی اُن کو پکڑ کر لے جائے آؤ اے بہادرو! داسوں پر حملہ کر دو اور ان کے دلوں کو آگ پر رکھ کر بھون ڈالو

۳۷/۳۸ ۱۷

یہاں آپ کو آریوں کی جنگی چالیں معلوم ہو رہی ہیں۔ یہ اپنے دشمنوں کو قابو میں کر کے آگ میں ڈال کر جلا دیتے تھے۔ اب اس جنگ کے خاتمہ پر شکرانہ ادا ہو رہا ہے۔

۳- نذر نیاز کے ساتھ گا بجا کر اس دیوتا کو خوش کرو جس نے راجاؤں کے ساتھ مل کر کالے رنگ کے بے دین داسوں کا ستیاناس مار دیا ہے اور جس نے تم کو قوی کیا ہے۔ سام وید ۲/۴ ۴

یہاں پرانوں اور ویدوں کی زبانی بھی معلوم ہو گیا کہ آریے گوری چمڑی والے تھے۔ اس لئے وہ یہاں کی کالی چمڑی والوں سے نفرت کرتے تھے۔ بالکل انگریزوں کی طرح جنہوں نے امریکہ اور آسٹریلیا جا کر وہاں کی قدیم قوموں کا خاتمہ کر دیا جو نہتے اور جنگلی لوگ تھے۔ ہندوستان وغیرہ میں انہوں نے دوسری چالیں اختیار کیں کیونکہ یہاں لوگ تعلیم یافتہ تھے اور مقابلہ کر سکتے تھے۔ اس لئے مکاری اور دغابازی سے پھوٹ ڈال کر اور ان کو

آپس میں لڑا کر چودھری بن بیٹھے۔

لوٹ مار کی ترغیب

اب ملاحظہ ہو دیانند جی کے مقدس وید مفتوحہ اقوام کو قتل کرنے اور غلام بنانے کے بعد ان کے مال واسباب لوٹنے کے احکامات کس شان سے دیتے ہیں۔ سام وید کے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

۱- اندر کی عنایات قدیم ہیں۔ اس کی مدد اور حفاظت ہم پر کبھی بند نہیں ہوتی وہ اپنے پجاریوں کو داسوں کا مالِ غنیمت عطا کرتا ہے اور ان کی گائیں کے گلے دلواتا ہے۔ سام وید ۲/۲/۱

۲- اے اندر اے چابک دست بہادر دیوتا کنوں کے بیٹوں کے ساتھ بے دھڑک ہو کر ہزار دو ہزار کا مال لوٹ۔ اے سرگرم دیوتا۔ ہم اپنی دعاؤں کے ساتھ زرد رنگ کے مال (سونا) اور گایوں کی تمنا کرتے ہیں۔

سام وید ۲/۲/۹

۳- وہ سُندر دیوتا جب ہمارے گیتوں کو سنتا ہے تو ہمارے بے دین دشمن داسوں کی گایوں کے باڑے ہمارے لئے کھول دیتا ہے جن کی طرف داسوں کو قتل کرنیوالے فتح مند بہادر جاتے ہیں۔ سام وید ۲/۲/۹

اب اتھرو وید کا رنگ دیکھئے۔ یہ آریوں کی مکمل فتح کے بعد تصنیف کئے گئے ہیں۔ اس لئے ان کا لہجہ پہلے ویدوں سے زیادہ سخت ہے اس میں ہندوستان کے قدیم دراوڑی باشندوں کا نام ونشان مٹانے اور ان کو ہمیشہ کے لئے غلام بنا لینے کے احکام درج ہیں۔

۱- اے اگنی تو یاتو دھانوں کو یہاں کھینچ کر اور باندھ کر لا اور اپنی کڑک سے اُن کے سروں کو پاش پاش کر دے۔ اتھرو وید ۱/۷

۲- اے سوم رس پینے والے اگنی دیوتا تو یاتو دھانوں کی اولاد کو یہاں کھینچ لا اور ان کو ہلاک کر دے۔ ان اقراری گناہگاروں کی دونوں آنکھیں نکال

لے۔ اتھروید ۱ ۴/۵

۳۔ اے مینو دیوتا تو طاقتور ہو کر آ اور اپنے غضب سے ہمارے دشمنوں کو ہلاک کر دے۔ اے داسوں اور ورتیروں کو ہلاک کرنیوالے دیوتا تو ہمارے پاس ہر طرح کی دولت اور خزانہ لا۔ اتھروید ۴/۳۲

۴۔ سبھی طاقت والے راجہ اس کو جلا دے جو ہم کو دکھ اور تکلیف دیتا ہے اور ہم سے دشمنی رکھتا ہے۔ جو کوئی ہم کو دکھ دے گا۔ ہم اس کو آگ اور زہر کے دو طرفہ عذاب میں ڈالیں گے۔

اتھروید منڈل ۴ سوکت ۳۶ منتر

اِس سے پتہ چلتا ہے کہ آریہ اپنے دشمنوں کی نہ صرف آنکھیں پھوڑ دیتے تھے بلکہ ان کو زہر دیکر آگ میں جلا بھی دیتے ہیں۔ آگ میں جلانے کی سزا آریوں کی مرغوب سزا تھی. یہاں چند اور سزائیں بھی سُن لیجئے۔

۱۔ اے پشاچو (اچھوتو) اور اے یاتو دھانوں (غلامو) رُدرا دیوتا تمہاری گردنیں توڑے۔ تمہاری پسلیاں چُور چُور کرے اور ہم یہاں شان سے رہیں۔ اے مترا اور اے درونا دیوتا تو ہمارے دشمن راکششوں کو مار کر بھگا دے ان کو کوئی جائے پناہ نہ ملے وہ سب چرپھٹ کر اکٹھے موت کے منہ میں جائیں۔ اتھروید ۶ ۳۲/۲

۲۔ ہمارے دشمن داسوں کو بیل کی کھال میں سی دے۔ ان کو ہرن کی طرح بزدل بنا دے۔ دشمن بھاگ جائیں اور ان کے مویشی ہمارے ہاتھ آئیں۔

اتھروید ۶ ۶۷/۳

۳۔ ہمارے دشمن بے ہاتھوں کے ہو جائیں ان کے بازو سست ہو جائیں اور اس طرح اے اندر دیوتا ہم ان کی ساری دولت آپس میں بانٹ لیں۔

اتھروید ۶ ۶۶/۳

۴۔ ہم اندر دیوتا کی مدد سے دشمن کے تمام خزانے اور جمع کی ہوئی پونجی کو آپس

میں بانٹ لیں اور ورن کے قانون کے مطابق ان کے غرور کا سر نیچا کر دیں

اتھروید ۷ $\frac{۹۰}{۴}$

ہم نمونے دکھلاتے دکھلاتے تھک گئے مگر برہمنوں کی نفرت کا اندازہ لگانا دشوار ہے کہ وہ اپنے دشمنوں جبکہ مفتوحوں کے بارے میں کتنے غیض وغضب کا اظہار کر سکتے تھے۔ اس کا اندازہ حسب ذیل منتروں سے لگایئے۔ لکھتے ہیں:۔

١۔ اے اگن دیوتا تو یاتو دھانوں کو قتل کرے اُن کی کھالوں میں گھس جا۔ تیرا تباہ کن التہاب ان کو موت کے گھاٹ اتار دے۔ اے جات وید تو داسوں کے جوڑوں کو کچل دے۔ کچا گوشت کھانے والے دیوتا تو یہ بھنا ہوا گوشت کھا۔

اتھروید ۸ $\frac{۳}{۴}$

٢۔ اے اگن دیوتا تو اپنے شعلوں کے تیروں سے داسوں کو بھسم کر دے ان کے بازوؤں کو جو ہم پر حملہ کرنے کیلئے اٹھے تھے توڑ ڈال۔ ان کو مار کر گرا دے پھر چتکبرے گدھ ان کو نوچ نوچ کر کھائیں۔ ان ناپاکوں کو تو آدم خوروں کے مانند کھالے ان کے اوپر کے اعضاء کو کھا جا۔ اے اندر دیوتا اور اے سوم دیوتا تم ہمارے خبیث دشمنوں کو جلا کر تباہ کر ان کو تاک تاک کر مارو۔ ان کے اعضاء توڑو۔ ان کی بستیوں کو تباہ کر دو۔ ان کو نیست و نابود کر دو۔

اتھروید $\frac{۳}{۷}$ ١٨ اور $\frac{۲}{۶}$ ٨

اس قسم کے ہزاروں منترا در اقوال ان برہمنوں نے اپنے چاروں دیدوں میں لکھ رکھے ہیں اور ہزاروں سال سے برہمن اُن کو پڑھ رہے ہیں اور ان پر عمل کر رہے ہیں یا عمل کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ جیسے ہمارے دیانندجی اور ان کے آریہ سماجی چیلے پھر ویدوں کا احیاء کر کے اس ملک میں برہمنی راج قائم کرنا چاہتے ہیں۔

یقیناً یہاں کی اچھوت اور لپست اقوام بڑی سخت جان تھیں۔ جو ایسے

ظالمانہ راج کو برداشت کرتی رہیں اور تباہ نہ ہوئیں۔ اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ آریہ زیادہ تعداد میں نہیں آئے تھے۔ انہوں نے شمالی ہند اور پنجاب کے علاقوں پر قبضہ کیا اور وہاں کی مقامی آبادی کو ختم کر دیا یا ملک سے بھگا دیا۔ صرف چند غلام اور لونڈیاں رکھ لیں۔ جو اعلیٰ ذات کی غلامی میں اپنے دن گزارتی رہی اور ابتک زندہ ہے۔ ان لوگوں کو وید شاستر پڑھنے کی نہ اجازت تھی نہ اس کا موقع تھا۔ برہمنوں نے ان کو ہر طرح کے علوم سے محروم رکھا تھا تاکہ وہ کبھی ہمسری اور مساوات کا دعویٰ نہ کر سکیں اور اپنے انسانی حقوق طلب نہ کریں

حاشیہ مُرتّب

شاید آپ کو یہ سن کر حیرت ہو کہ ہندو مذہب کی اِس نادر مگر مذموم تعلیم کا اثر اسلام پر بھی پڑا ہے۔ کوفہ و بغداد کے مجوسی بزرگوں نے محدث و مفسر و مورخ بن کر دوسرے مذاہب کے عقائد عربی میں منتقل کر کے مسلمانوں کو گمراہ کیا ہے۔ چنانچہ شیعہ مذہب کی کتابیں دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ یہی باتیں اماموں سے منسوب کر کے اسلامی بنائی گئی ہیں۔ شیعوں کے بارہویں امام کا حکم ہے کہ شیعہ حضرات یہ دعائے سباسب (گالیوں کی دُعا) اپنے دشمنوں کے شر کو دور کرنے ان کی رسوائی سے بچنے ان کا سحر باطل کرنے اور اپنے مقاصد دینی و دنیوی حاصل کرنے کیلئے ہر روز ضرور پڑھیں۔ دعا طویل ہے صرف اقتباس کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ عزیز۔

دُعائے سباسب

میں نے خداوندِ عالم کی قدرت کی زرہ پہن لی ہے اور اُن کی فوجوں سے محفوظ رہنے کے لئے خداوندِ عالم کی قدرت کے قلعہ میں آگیا ہوں اور خداوندِ عالم کی زبردست ذرائع کے ذریعہ اُن سب کا دفیعہ کر دیا ہے۔ اُن پر قتل کر دینیوالا تیر چلایا ہے اور ٹکڑے کر دینے والی تلوار چلائی ہے۔ میں نے خدائی طاقت سے ان کی گرفت کر لی ہے اور حکم خدا سے اُن کو نکال دیا ہے اور قدرتِ خُدا سے اُن کے پرخچے اڑا دیئے ہیں اور خدائی زور سے ان کو منتشر کر دیا ہے۔"

ہیں نے خدائے تعالیٰ کے دبدبے سے اُن کی افواج کو شکست دیدی ہے خداوندِ عالم کے حکم سے ان کے سینوں میں رُعب داخل کردیا۔ خداوندِ عالم کے غلبے سے ان کے دلوں میں خوف پیدا کردیا سا اُن میں پھوٹ ڈالدی۔ اب وہ شکست خوردہ ہیں۔ مرعوب ہیں۔ خوف زدہ ہیں۔ ناکام ہیں۔ ذلیل ہیں۔ مغلوب ہیں۔ شکستہ ہیں قیدی ہیں۔ ششدر ہیں۔"

"یا اللہ ان سب سینوں کو اپنی قوت اپنی طاقت اور سطوت سے مجھ سے دور رکھ کہ یہ پریشان و پراگندہ رہیں۔ حیران و پست ذلیل و زیردست رہیں اور ہر طرح کا نقصان اٹھائیں۔ کوئی ان کی مدد نہ کرے۔ وہ مغلوب رہیں۔ ہکا بکا رہ جائیں۔ منحوس سمجھے جائیں ان کی حالتیں بدل جائیں اور برگشتہ رہیں۔ جہاں جانا چاہیں نا بینا رہیں۔ اگر آنا چاہیں راستے ہی میں اپنے ٹھکانے پر چکر کاٹتے رہیں۔ ان کے بدن طرح طرح سے زخمی ہوں۔ ان کے اُن کی طرح طرح کے نفوذ پڑیں۔ گردنیں ان کی ماری جائیں اور کوئی منفعت ان کا پورا نہ ہو۔ وغیرہ وغیرہ

قائدِ اعظم کے بنائے ہوئے پاکستان کے جس نے پندرہ لاکھ مسلمانوں کی قربانی لی تھی آخری صدر یحییٰ خاں نے غالباً یہی دُعا پڑھ کر مشرقی پاکستان کے سات کروڑ مسلمانوں کو ہم سے جدا کردیا محض اس لئے کہ وہ جشنِ عاشورہ نہیں مناتے تھے پنجاب کے ایک لاکھ فوجیوں سے ہتھیار ڈلوا کر ہندوؤں کے ہاتھوں میں پھنسا دیا تاکہ فوجی مزاحمت کا خطرہ نہ رہے۔ اس طرح علقمی اور میر جعفر کی سنت ادا کر کے وہ سمجھا

ڈ حریت مورخہ یکم مارچ ۷۲ء نے بھی یہ شکایت شہ سرخی کیساتھ شائع کی تھی اس نے لکھا۔

۱- بنگلہ دیش ریڈیو نے یومِ عاشورہ پر کوئی پروگرام نشر نہیں کیا۔

۲- عراق میں ایک دن اور ایران میں تین دن موسیقی بند رکھی گئی۔

۳- پاکستان واحد ملک ہے جس کے ریڈیو نے دس روز تک موسیقی بند رکھی (گویا یہ ملک ایران اور عراق سے بڑھ کر شیعہ ہے)

کہ مغربی پاکستان کو شبعہ ریاست بنالے گا اور اسے ایران کے ماتحت کر دے گا یا ایران سے اس کا الحاق کر کے خود گورنر بن جائے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہ تھا۔ جس طرح پہلی سازشیں راجہ محمود آباد۔ لیاقت علی خاں اور اسکندر مرزا کی ناکام ہوئیں۔ آغا بھی ناکام و نامراد واپس آیا۔ اور ساتھ ہی شاہِ ایران کو بھی رسوا کر آیا۔ بیچارے نے کروڑوں روپیہ صرف کر کے اپنے آبائی کھنڈروں میں جشنِ الحاق منعقد کیا تھا اور دنیا بھر کے سفیر و وزیر جمع کیے تھے کہ بڑی عیدِ غدیر من رہی ہے۔ پاکستان میں نئے نقشے کے ٹکٹ بھی چھپنے تھے۔

آغا جی کو مفت کی ملی تو زیادہ چڑھا کر ایسے دُھت ہو گئے کہ سر دربار نشے میں پتلون کھول کر پیشاب کرنے لگے۔ بیگمات نے یہ منظر دیکھا تو ڈر گئیں مجبوراً شاہ صاحب کو حکم دینا پڑا کہ اس جانور کو یہاں سے نکالو۔ فرمایا یہ ایک ملک کا صدر نہ ہوتا تو میں گولی مار دیتا۔ (اردو ڈائجسٹ)

کہتے ہیں کسی بزرگ نے اس حادثہ کی پیشین گوئی کئی سو سال پہلے کر دی تھی۔ ایک دوست نے وہ اشعار بھیجے ہیں جو نذرِ ناظرین ہیں ؎

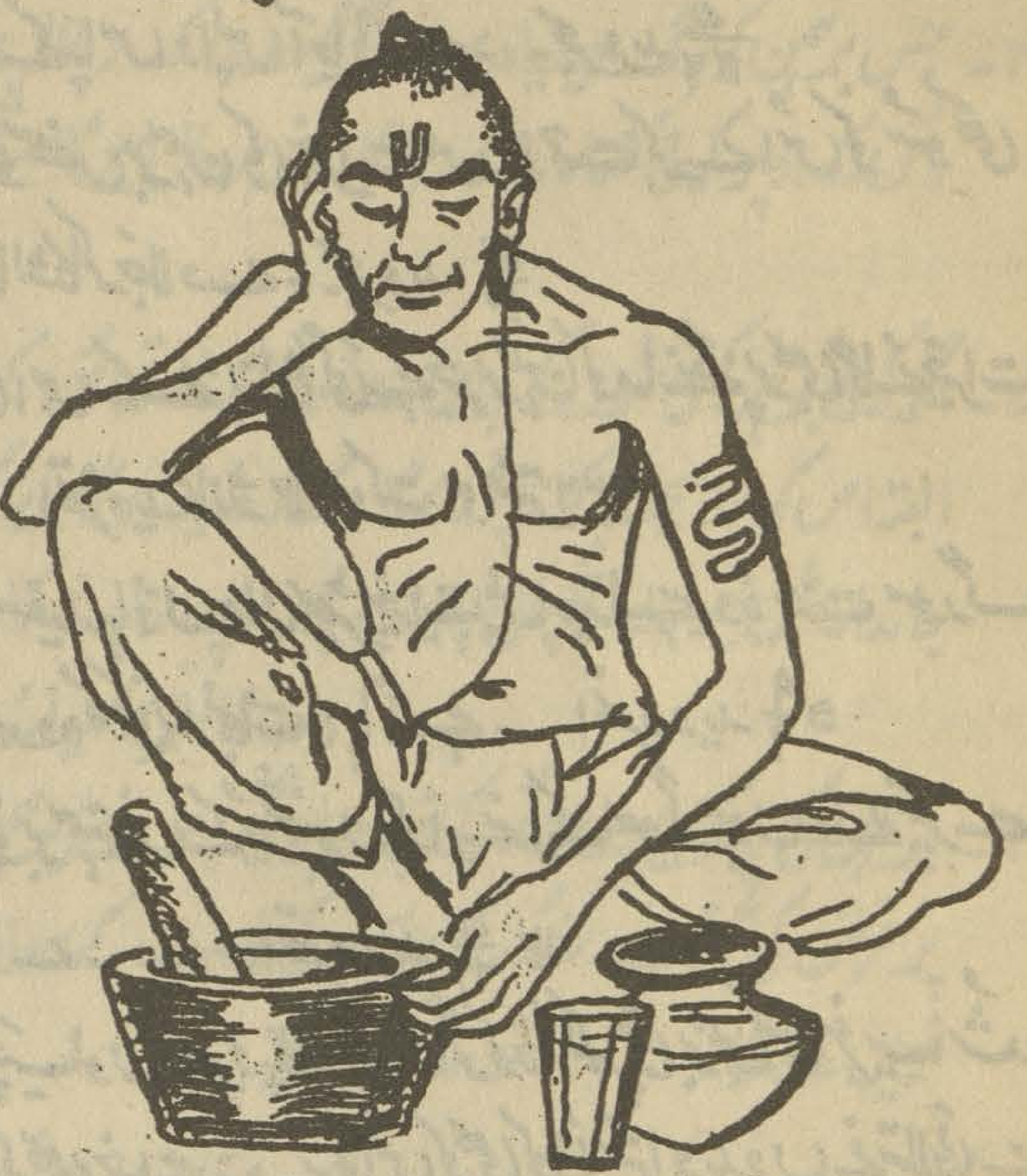
آغائے مست فرزانی سازد بہ گبر و ترسا
تو بیخ پاک بازاں در ہمگئی شہانہ

اما بوقت لغیر آں خواب فتنہ انگیز
شاشد حضور شاہاں مثلِ خرِ دوانہ

بعدش ازاں تو بینی دستے بدست دیگر
پائے بدست دیگراں شاہش کند روانہ

اس پر پاکستان میں تاج الملوک کے چوہوں نے بڑا شور مچایا۔ جواب دو، حساب دو۔ مگر کسی کی سمجھ میں نہ آیا کہ کون کسے جواب دے۔

دوسرا باب



ویدوں میں برہمن کا مرتبہ

گذشتہ اوراق میں آپ نے وید مقدس کی وہ تعلیم دیکھی جس میں مفتوح اقوام سے بدسلوکی، نفرت، عناد، ظلم اور حقارت کی ترغیب ہے۔ اب دیکھئے ادب و احترام کی تربیت کس طرح دی گئی ہے کہ سارا ادب و احترام صرف آریہ نسل کے افراد کے لئے مخصوص ہے برہمن پجاری پنڈت اور راجہ کا نہ صرف احترام کرنے کا بلکہ پرستش کا حکم ہے۔ اور اُس کا اجر و ثواب بھی ملاحظہ ہو۔

۱۔ جو شخص برہمن کی توہین کرتا ہے وہ پاتال کے نرک میں یعنی تحت السریٰ میں جاتا ہے۔ اتھروید کاند ۲۰ سوکت ۲۸ منتر ۲۔

۲۔ اے اندر دیوتا برہمنوں کے دشمنوں کو اُس عالم میں رکھ جہاں تاریکی ہے

جہاں روشنی کا نام ونشان نہیں ہے۔ اتھروید ۳/۹ ۱۰

۳۔ برہمنوں کو جو خیرات دی جاتی ہے وہ دیوتاؤں کو پہونچتی ہے اور پھر پُن (ثواب) بن کر دینے والے کے پاس واپس آجاتی ہے۔ یجروید ۲۶/۴۸

۴۔ اے اندر دیوتا جو شخص برہمن کی خیرات میں مزاحمت کرے اس کو سوکھی لکڑی کی طرح اُلٹا لٹکا کر جلا دے۔ یجروید ۱۳/۱۲

۵۔ نرک (دوزخ) اس کے لئے بنائی گئی ہے جو برہمن کو مانگنے پر بھی گائے خیرات نہیں دیتا۔ اتھروید کانڈ ۱۲ سوکت ۴ منتر ۳۶

۶۔ جو شخص برہمن کو سفید پاؤں والی بھیڑ خیرات میں دیتا ہے وہ جنت سورگ میں جاتا ہے۔ اور وہ مُکتی (نجات) پاتا ہے۔ اتھروید ۹/۹ ۵

۷۔ اے دیوا دیوی تو برہمنوں کے دُشمنوں کو اپنے ایک سو گرہوں والے تیر سے چھید کر ہلاک کر دے۔ اتھروید ۵/۶۱ ۱۲

یہاں ہم دیانند جی کے چیلوں سے پوچھتے ہیں کہ اگر کوئی لکھ پتی برہمن کسی غریب شُدر کو بھوک پیاس میں پا کر بھی خیرات نہ دے تو اُس کو بھی کوئی سزا ویدوں نے بتلائی ہے یا لکھا ہے کہ شُدر کا بھوکا ہونا بھی پاپ ہے۔ بلکہ شاید لکھا ہو کہ برہمن لکھ پتی ہو کر بھی خیرات کا مستحق رہتا ہے۔ اس لئے اس سے مانگنا ہی پاپ (گناہ) ہے۔ چنانچہ شُدر کبھی برہمن کے پاس نہیں جاتا۔ اُسے بھی شُدر ہی سے بھیک ملتی ہے۔

شاستروں میں برہمنوں کا مرتبہ

منودھرم شاستر نے برہمنوں کے بارے میں حسب ذیل احکام صادر فرمائے ہیں جو اُسے ہندو معاشرے میں اعلیٰ مقام فراہم کرتے ہیں۔

۱۔ برہمن جب جنم لیتا ہے تو وہ اعلیٰ مخلوق بن کر جنم لیتا ہے۔ وہ مخلوق کا بادشاہ ہے۔ اُس کا کام صرف وید شاستروں کا پرچار کرنا ہے۔ منودھرم شاستر ۱/۹۹

۲۔ اس دُنیا میں جو کچھ بھی ہے وہ سب برہمن کا ہے۔ کیونکہ وہ مخلوقات میں برتر و افضل ہے۔ پس دُنیا کی سب چیزیں اُسی کی ہیں۔ منودھرم شاستر ۱/۱۰۰

۳۔ برہمن کو ضرورت ہو تو وہ شُدر کا مال جبراً لے سکتا ہے۔ اس جبر سے اس برہمن پر کوئی جُرم عائد نہ ہوگا۔ منوسمرتی ۸/۴۱۷

۴۔ جس برہمن کو رگ ویدیاد ہو وہ اگر تینوں لوک (عالم) کا ناش کر دے تو بھی اُس کے اوپر کوئی گناہ عائد نہ ہوگا۔ وہ ہر حال میں معصوم سمجھا جائے گا۔

منوشاستر ۹/۲۶۲

۵۔ اگر کوئی برہمن کسی شودر کو جان سے مار ڈالے تو اُس کے اوپر کوئی دوش نہ ہوگا۔ البتہ اس کو پراسچت کرنا پڑے گا (کفارہ دینا ہوگا) یہ کفارہ وہی ہوگا جو کسی جاندار مثل نیولے، چھپکلی، چوہے یا سانپ مارنے کا ہے۔

منوشاستر ادھیائے ۱۲ منتر ۱۳۲

۶۔ برہمن کی چاکری سے شُدر کو نجات ہوگی۔ اس لئے برہمن کی اطاعت شودروں پر فرض کی گئی ہے۔ شُدر کو برہمن کی خدمت کے سوا اور کسی نیک کام کا اجر نہیں ملے گا۔ منوشاستر ۹/۳۳۴

راجہ کو برہمن کا احترام کرنے کا حکم

شاستروں نے راجاؤں کو بھی برہمن کا مقام اور مرتبہ سمجھا دیا ہے کہ اُن کے ساتھ کس طرح پیش آئیں اور اُن کے حقوق کس طرح ادا کریں۔

۱۔ راجہ کو نہ چاہیئے کہ وہ کسی برہمن کو قتل کرے اگرچہ اُس نے کیسا ہی گناہ کیا ہو۔

منودھرم شاستر ادھیائے ۸ منتر ۳۸۰

۲۔ راجہ کو کیسی بھی ضرورت ہو۔ حتیٰ کہ وہ مرتا بھی ہو تب بھی اُسے اپنے ملک کے اندر کسی برہمن کو بھوکا نہ رکھنا چاہیئے۔ منوسُمرتی ۱/۱۳۳

۳۔ برہمن ہر حال میں سچّا سمجھا جائے گا۔ اُس کو گواہی میں صرف اتنا کہدینا کافی ہے کہ میں سچ بولوں گا۔ اُس سے حلف لینے کی ضرورت نہیں۔ منوسمرتی ۸/۲۸۲

۴۔ برہمن کو کپلا گائے دان دینے سے جس کے سینگ سونے سے منڈھے ہوں۔ دان دینے والا آدمی تناسخ (آواگون) سے چھٹ جاتا ہے اور اس کی

مکتی (نجات) ہو جاتی ہے۔ مہابھارت پُران انوشاسن پرب ۱۳ ادھیائے ۲۳ ص ۱۵۲۳

۵۔ برہمن کو کپڑا جوتا چھتری دان دینے سے اور چاندی یا صندل کا پلنگ دان دینے سے دان دینے والا دیوتاؤں کی طرح دائمی راحت کا پرلوک (دوسری دنیا) میں جاکر مستحق ہو گا۔ مہابھارت پرب $\frac{13}{23}$ ص ۱۵۲۴

دان دھرم کے احکام

دُنیا کے تمام مذاہب میں خیر خیرات کو اہمیت حاصل ہے چنانچہ ویدک دھرم میں بھی دان دھرم کو ضروری بتایا گیا ہے مگر اس دان دھرم یعنی خیرات کے مستحق صرف برہمن قرار پاتے ہیں۔ غریب غربا خاص کر اچھوت اور شُدروں کا اس میں کوئی حصّہ نہیں ہے۔ شاید اس لئے کہ ویدوں نے برہمنوں کو جو خود کو برہما دیوتا کی اولاد بتلاتے ہیں دوسرا کاروبار کرنے سے منع کر دیا ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ وہ ہاتھ پاؤں نہ ہلائیں، صرف دماغ اور زبان سے کام لے کر اپنا آذوقہ حاصل کریں۔ چنانچہ برہمن کے لئے شُدروں اور اچھوتوں سے بھیک مانگنے میں کوئی شرم نہیں ہے۔ بلکہ وہ اپنا حق سمجھ کر مانگ سکتا ہے۔ برہمنوں کو خیرات دینے کے احکام ویدوں اور شاستروں میں صراحت کے ساتھ موجود ہیں۔ جیساکہ اتھروید میں درج ہے کہ برہمن کو جو شخص مانگنے پر بھی خیرات نہ دے گا وہ دوزخ میں جائے گا اور جو برہمن کو سفید پاؤں کی بھیڑ یا گائے دان (خیرات) دے گا وہ سُورگ (جنت) میں جگہ پائے گا۔

اسی طرح یجروید میں ہے کہ اے پرماتما جو شخص برہمن کی خیرات میں مزاحم ہو یعنی رکاوٹ ڈالے اُس کو سوکھی لکڑی کے مانند اُلٹا لٹکا کر جلاؤ۔ کیونکہ برہمن کو جو خیرات دی جاتی ہے وہ ایشور کو پہونچتی ہے۔ اور ایشور (خدا) اُسے پُن یعنی ثواب بنا کر دینے والے کے پاس واپس بھیج دیتا ہے اور اس سے سُورگ (جنت) پکّی ہو جاتی ہے۔

مہابھارت کے مصنّف مہامُنی بیاس جی، فرماتے ہیں کہ برہمن کو جو کپڑا۔ جوتا، بستر دان دیا جاتا ہے۔ وہ دان دینے والے کو سُورگ لوک یعنی جنّت میں پہنچاتا ہے اور دان دینے والے کو دائمی راحت ملتی ہے اور برہمن کو سونا خیرات میں دینے کا بہت

بڑا اجر ہے سونا خیرات کرنے والا مکت ہو جاتا ہے۔ یعنی یقینی نجات پا جاتا ہے۔

اتھروید میں مذکور ہے کہ برہمن کو کھیر کھلائی جاتی ہے، وہ کھلانے والے کو بہشت میں پہنچاتی ہے۔ اسی وجہ سے ہندو جب اپنے مردہ بزرگوں کا شرادہ یعنی فاتحہ کرتے ہیں تو برہمنوں کو کھیر ضرور کھلاتے ہیں۔ یہ ان لڈوؤں سے علیحدہ ہوتی ہے جو پانڈوؤں کو روپے دے دے کر کھلائے جاتے ہیں۔ اسی تعلیم کا نتیجہ ہے کہ برہمن سارے ہندوستان میں معاشرے پر چھائے ہوئے ہیں۔ اور حرام خوری پر جی رہے ہیں۔

آپ کہتے ہیں خیرات خوری انسان کو بے غیرت اور بے حمیت بنا دیتی ہے۔ بھیک مانگنے والے کسی دوسرے کام کے قابل نہیں رہتے ہیں۔ مگر برہمن بڑا ڈھیٹ ہوتا ہے۔ یہ خیرات بھی کھاتا ہے اور دھونس بھی جماتا ہے۔ غریبوں اور امیروں کو دوزخ اور جنت کے چکر میں ڈال کر اپنا آزوقہ وصول کرتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ہندوستان میں ساری دنیا سے زیادہ بھیک منگے آباد ہیں جن میں مسلمان بھی شامل ہیں جو خاندانی فقیر کہلاتے ہیں۔

ہندو گوشائیوں یعنی مجرد رہنے والے فقیروں کی جو ناگا کہلاتے ہیں۔ تعداد پچاس لاکھ سے اوپر ہے۔ جن میں پانچ لاکھ عورتیں بھی شامل ہیں، یہ ماتائیں کہلاتی ہیں۔ یہ سنیاسی یا گوشائیں گروہ در گروہ بھیک مانگتے ہوئے سارے ملک میں پھرتے ہیں، اور دولت جمع کرتے ہیں جو بالآخر بھنگ اور چرس نوشی کے کام آتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سارے ہندوستان کی آدھی دولت ان گوشائیوں کے پاس ہے، جس کا بیشتر حصہ سونے چاندی کی شکل میں یہ زمین کے اندر دفن کر کے محفوظ کرتے ہیں اور بسا اوقات کسی کو بتائے بغیر مر جاتے ہیں۔ جس سے وہ ضائع ہو جاتی ہے۔ ان کے مٹھوں اور مندروں کو ہندو راجاؤں نے بڑی بڑی جاگیریں اور معاشیں دے رکھی ہیں، جن کی آمدنی سے یہ عیش کرتے ہیں۔

غیر برہمنوں کی سماجی حق تلفی

برہمنوں نے اپنے اقتدار کو قائم کرنے کے لئے جس طرح قانون سازی کی ہے اور اس پر

جس طرح یہ کئی ہزار سال سے قابض ہیں یقیناً حیرت ناک ہے۔ مگر زیادہ حیرت تو اس بات پر ہے کہ راجہ مہاراجہ اور اُن کے بیٹوں نے جب وہ علوم سیکھے اور پڑھنے لکھنے کے قابل ہوئے تو انھیں برہمنوں کی چالاکی کا پتہ کیوں نہ چلا۔ اور کیوں وہ برہمنوں کے سامنے سرنگوں رہے۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ انھوں نے دیکھا کہ برہمن اُن کے راج پاٹ کو سنبھالنے میں زیادہ مددگار ہیں اور عوام کو اُن کے زیرِ فرمان رکھنے کی اچھی صلاحیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ عذاب و ثواب کی باتیں کر کے ڈنڈے سے زیادہ مؤثر طریقے پر قابو پا لیتے ہیں۔ چنانچہ انہیں کمتر فساد سمجھ کر برداشت کرتے رہے۔ اور تھوڑی بہت پابندیاں خود بھی برداشت کرتے رہے۔ اور تھوڑی بہت پابندیاں خود بھی برداشت کرتے رہے۔ آخر اُنہیں بھی تو عذاب و ثواب کی ضرورت پڑتی ہوگی۔ اور وہ برہمن ہی پوری کر سکتے ہیں۔

جیسا کہ آپ نے دیکھا ہے کہ برہمنوں کو شُدروں کا کھانا پانی قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اسی طرح برہمنوں کو شُدر عورت کے قریب سے گزرنے کی بھی ممانعت ہے مگر اُن کو شُدروں سے خیرات لینے سے منع نہیں کیا گیا ہے بلکہ اُسے حق سمجھ کر وصول کرنے کی اجازت ہے۔

البتہ دکن میں بعض برہمن شُدر عورت کو گھر میں ڈال لیتے ہیں اور اُس سے اولاد بھی ہوتی ہے۔ پھر بھی برہمن اُس عورت کا چھُوا ہوا کھانا پانی نہیں کھاتے۔ اور وہ اولاد جو شُدر عورت سے پیدا ہوتی ہے، برہمن نہیں بنتی۔ وہ داس یعنی لونڈی غلام شُمار ہوتے ہیں۔ اور اُن کو باپ کی میراث نہیں ملتی۔ یہ کتنی بڑی زیادتی ہے کہ برہمن شُدر عورت کی ناموس پر ہاتھ ڈال دیتا ہے مگر عورت اور اس کی اولاد کو اپنی عزّت نہیں دیتا۔ وہ برہمن کی رفیقہ حیات بننے کے باوجود لونڈی اور داسی ہی شمار ہوتی ہے۔ یہ منوجی کا قانون ہے کہ اگر برہمن شودر عورت سے بچے پیدا کرے تو وہ بچے لونڈی زادے، داسی پُتر قرار پائیں گے۔ اور اگر کوئی برہمنی کسی شُدر سے اولاد پیدا کرائے تو وہ اولاد چنڈال اور بھنگی سے بھی بدتر شمار ہوگی۔

کھانے پینے میں پرہیز

اس میں برہمنوں کو زیادہ پابند کیا گیا ہے۔
۱۔ کسی شُدر کا کھانا برہمن کو کھانا جائز نہیں ہے۔ شودر کا کھانا برہمن کی معرفت کے نُور کو زائل کر دیتا ہے۔ منو شاستر ۴/۲۱۸

۲۔ شودر کا کھانا کھا کر اگر برہمن مر جائے اور اُس کو کفارہ ادا کرنے کا موقعہ نہ ملے تو وہ اگلے جنم میں بستی کا سور بن کر پیدا ہوگا۔ وسشت سمرتی ۶/۷

۳۔ شودر کا کھانا اگر برہمن جان بوجھ کر کھائے تو اُس کو وہی کفارہ ادا کرنا ہوگا جو کفارہ اس کو حیض، پاخانہ یا پیشاب کھانے کا ادا کرنا پڑتا۔ منو دھرم شاستر ۴/۲۲۲

۴۔ شودر کا پانی اگر برہمن پی لے تو اُس کو ۳ دن تک کُش گھاس کا گرم کیا ہوا پانی پینا چاہیئے۔ تب وہ پاک ہوگا۔ منو سُمرتی ۱۱/۱۴۹

۵۔ برہمن شودر کا کھانا نہیں کھائے گا۔ اگر کھائے گا تو وہ ناپاک ہو جائے گا۔ اور اُس کو کسی شرادھ کے نیوتے (فاتحے کی دعوت) میں نہ بُلایا جائے گا۔ اور وہ اگلے جنم میں چُوہا بن کر پیدا ہوگا۔ مہابھارت پُران ۱۳/۱۷ ص ۱۵۴۹

مِلنے جُلنے میں پرہیز

یہ پابندیاں بھی برہمنوں سے متعلق ہیں:۔
۱۔ اگر کوئی برہمن کسی شُدر لڑکی کو اپنے پلنگ پر بٹھائے گا، تو وہ نرک (دوزخ) میں ڈالا جائے گا۔

۲۔ اگر کسی شُدر کا ہاتھ برہمن کے کھانے میں لگ جائے تو وہ کھانا برہمن کو ہرگز نہ کھانا چاہیئے۔ دھرم شاستر ۵/۲۲

۳۔ اگر کوئی برہمن کسی شُدر کے ساتھ رہنے سہنے لگے گا۔ تو وہ ایک سال کے اندر بے ذات ہو جائے گا۔ اور اگر وہ شُدر کے ساتھ کھانے پینے لگے گا تو وہ فوراً ذات سے باہر ہو جائے گا۔ منو دھرم ۱۰/۸۱

غیر برہمنوں کی سیاسی حق تلفی

برہمنوں نے ہندوستان میں ذات پات کا چکر چلا کر نہ صرف عوام بلکہ راجاؤں اور حاکموں پر بھی حکومت کی ہے، ان احکام کا نمونہ دیکھئے:۔

۱۔ کشتری کو ایشور نے حکم دیا ہے کہ وہ راج پاٹ کرے اور حکومت کرے۔
برہمن کو اُس نے حکم دیا ہے کہ وہ وید پڑھے اور پڑھائے اور دھرم شاستر کو چلائے
ویش کو اُس نے حکم دیا ہے کہ بیوپار کریں، لین دین کریں۔ اور شودر کو حکم دیا ہے
کہ ان تینوں ذاتوں کی چاکری (خدمت) کریں۔ کیونکہ ان کو دوجوں یعنی
اعلیٰ ذات والوں کی چاکری کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ منوسمرتی ۱/۸۹

یہ احکام یجروید اور مہابھارت میں بھی درج ہیں۔

۲۔ برہمن کی چاکری اور خدمت شودر کے لئے بمنزلہ عبادت ہے، شودر کی نجات
برہمن کی چاکری ہی سے ہوگی۔ اگر شودر برہمن کی چاکری کے علاوہ اور کوئی
نیک کام کرے گا تو اسے اُس نیک کام کا کوئی نیک پھل نہ ملے گا۔

منو دھرم شاستر ۱/۱۲۳

غرضکہ ویدوں اور شاستروں نے بے چاری غیر آریہ اقوام کو گذشتہ چار ہزار سال سے یہ باور کرا رکھا ہے کہ ان کو ایشور اور دیوتاؤں کی پوجا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اُن کا فرض صرف اس قدر ہے کہ وہ برہمنوں، چھتریوں اور بنیوں کی سیوا اور خدمت کرتے رہیں، اسی سے اُن کی نجات ہو جائے گی اور ان احمقوں نے اس بات پر یقین بھی کر لیا ہے۔ کیونکہ یہ ہمیشہ سے علم سے بے بہرہ ہیں۔ بلکہ علم کے پاس بھی پھٹکنے نہیں دیا گیا ہے۔

غیر برہمنوں کی مذہبی حق تلفی

برہمنوں نے یہاں کے قدیم باشندوں کے مذہبی حقوق بھی تلف کر دئیے۔ اُن کو اپنے مندروں میں نہیں آنے دیتے۔ اپنے دیوتاؤں کی باتیں نہیں بتلاتے۔ بلکہ جیسا ابھی آپ نے اوپر پڑھا ہے اُن کو بتلا دیا ہے کہ تمھاری عبادت صرف اس قدر ہے کہ تم اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کی خدمت کرتے رہو۔ ایشور اور بھگوان کا نام بھی نہ لو۔ کیونکہ وہ تمھارے ایشور یا بھگوان نہیں وہ برہمنوں کے بھگوان ہیں۔ احکام دیکھئے:۔

۱۔ اگر کوئی شودر ہندو وید پڑھے تو اُس کی زبان کاٹ ڈالی جائے۔ اگر وہ منتروں

کو سُن لے تو اُس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے۔ اگر کوئی شودر وید منتروں کو زبانی یاد کرے تو اس کو مار کر اُس کے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔

گوتم دھرم شاستر ۴/۶ ۱۲

۲۔ جو برہمن کسی شودر کو اپنے دھرم کی بات بتلائے گا یا جو برہمن اپنے دھرم کے فرائض کسی شودر کو سکھلائے گا وہ اُسی شودر کے ساتھ نرک میں ڈالا جائے گا۔

منو دھرم شاستر ۴/۶۱

۳۔ جو برہمن شرادھا (فاتحے) کا کھانا کسی شودر کو کھلائے گا۔ وہ کال سوتر نام کے نرک (دوزخ) میں پڑے گا۔ دھرم شاستر ۳/۲۴۹

۴۔ شودر کو وید پڑھنا پڑھانا منع ہے۔ اگر کوئی شودر وید پڑھے گا تو وہ اور اُس کو پڑھانے والا دونوں اگلے جنم میں برہم راکشش بن کر پیدا ہوں گے۔ مہابھارت ۱۳/۱۶

ہمارا خیال ہے کہ دیانند جی اور اُن کے چیلے اور دیگر ہندو پنڈت جنھوں نے ویدوں کے ترجمے کر کے ہم جیسے اچھوتوں کے ہاتھوں میں پہنچائے ہیں وہ سب اگلے جنم میں راکشش بن کر پیدا ہوں گے۔ اسی لئے تو کہا گیا تھا کہ وید شُدروں کو نہ سُننے دو نہ پڑھنے دو۔

اچھوت مُردوں کی بے حُرمتی

جس مذہب میں زندہ انسان کی کوئی عزّت اور حُرمت نہ ہو اور جو اپنے سامنے دوسروں کو ذلیل اور کم حیثیت سمجھتا ہو اُس سے مُردوں کے احترام کی توقع فضول ہے۔ برہمنی مذہب شُدروں کے مُردوں کے دفن کفن کے بھی احکام دیتا ہے۔

۱۔ شودر کا مُردہ بستی کے جنوبی سمت سے مرگھٹ لے جایا جائے گا۔ شودر کی میت بستی کے شمال یا مغرب کی سمت سے مرگھٹ نہ جائے گی۔ منو دھرم شاستر ۵/۹۲

اس حکم کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ویدوں کے مطابق جنت شمال میں ہے اور دوزخ جنوب میں ہے اور چونکہ شُدر اقوام ازلی و ابدی دوزخی قومیں ہیں، اُن کے مُردے جنوب کے راستے سے شہر سے باہر جا سکتے ہیں کسی اور سمت سے نہیں جا سکتے۔

آریہ زمانۂ قدیم سے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ شمالی علاقے جنت کے مترادف ہیں اور

جنوب میں دوزخ ہے یعنی وہ گرم علاقے ہیں۔اسی لئے آریہ نسلیں عموماً شمالی علاقوں میں آباد ہوتی رہیں، ان کی آبادی انگلستان سے لے کر جاپان تک شمالی علاقوں میں ہے۔اور جنوبی علاقوں میں رہنے بسنے والے برہمنوں اور چھتریوں کو یہ لوگ اپنا ہمسر نہیں سمجھتے۔ حکومت پر شمالی ہند کے برہمن قابض ہیں، وہ جنوبی علاقوں کے برہمنوں کو کالا برہمن کہتے ہیں اور خود سے کمتر سمجھتے ہیں۔برہمن جنوبی ہوا کو منحوس اور جنوب کی سمت کو دوزخ کی سمت کہتے ہیں۔شاستروں سے معلوم ہوتا ہے کہ جنوب میں ٹائیفون یعنی شیطان رہتا ہے۔ اور جنوبی ہند میں یہ رسم بھی دیکھنے میں آتی ہے کہ نیچ ذات کے افراد کی بستیاں گاؤں کے جنوب میں آباد کی جاتی ہیں۔شمال میں صرف اونچی ذات کے لوگ رہتے ہیں۔

مزید تعزیری احکام

اس مضمون کو ختم کرنے سے پہلے ہم چند اور تعزیری احکام دکھانا چاہتے ہیں۔جو دلچسپی سے خالی نہیں ہیں۔ان کا جاننا اس لئے ضروری ہے کہ ہندوستان میں رام راج آرہا ہے اور جلد آرہا ہے۔ سر توڑ کوشش ہو رہی ہے کہ وہ جلد سے جلد قائم ہو جائے۔

۱۔ اگر کوئی شُدر کسی برہمن پر ہاتھ اُٹھائے تو اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالا جائے۔اگر وہ برہمن کو لات سے مارے تو اُس کا پاؤں کاٹ دیا جائے۔اگر وہ برہمن کے برابر بیٹھ جائے تو راجہ کا فرض ہے اُس کے چوتڑوں کو داغ دے۔ منوشاستر ۸/۲۸۱

۲۔ اگر کوئی شودر کسی برہمن پر تھوکے تو اُس کے ہونٹ کٹوا دیئے جائیں۔اگر وہ کسی برہمن پر پیشاب کر دے تو اُس کا آلۂ تناسل کاٹ دیا جائے۔ منوشاستر ۸/۲۸۲

۳۔ اگر کوئی شودر کسی برہمن عورت سے زنا کرے تو راجہ کو چاہیئے کہ اُس کا آلۂ تناسل کٹوا دے اور اگر وہ عورت شادی شدہ ہے تو اُس زانی شُدر کو مار کر اس کے ٹکڑے کر دیئے جائیں اور اس کا مال واسباب ضبط کر لیا جائے۔ دھرم شاستر ۸/۲۸۸

چنانچہ پیشوا کے راج میں پونا اور نواح میں یہی قانون رائج تھا اور اس پر عمل بھی ہوتا تھا۔ مرہٹوں کی تاریخ دیکھئے۔

۴۔ اگر کوئی شُدر کسی برہمن یا چھتری کا نام بے حرمتی سے لے یا وہ کسی برہمن کو گالی دے تو

راجہ کا فرض ہے کہ ایک لوہے کی کیل ۹ انگل کی گرم کرکے اُس کے حلق میں ڈلوا دے۔
منوسمرتی ۲۷۰ ش

۵۔ شودر کو اگر آزاد بھی کر دیا جائے تو وہ آزاد نہ سمجھا جائے گا۔ اس لئے کہ قدرت نے اُسے غلام بنا کر پیدا کیا ہے۔ اور وہ پیدائشی غلام ہے۔ منوسمرتی ۲۱۴ ش

۶۔ شودر کو مال دولت جمع کرنے کا حق نہیں ہے۔ اگر شودر کو مال و دولت جمع کرنے کا موقعہ بھی ملے تو اُسے نہ چاہیئے کہ وہ مال وزر جمع کرے اس لئے کہ وہ مال و دولت جمع کرکے برہمن کو دُکھ دے گا۔ منوسمرتی ۱۲۹/۱۰

۷۔ شودر کا مال برہمن بہ جبر لے سکتا ہے۔ اس سے اُس برہمن پر کوئی جرم عائد نہ ہوگا۔ منوسمرتی ۲۱۷ ش

ھمارے آریہ سماجی دوست شُدروں اور اچھوتوں کو شُدھ کر رہے ہیں اور ہندو دھرم میں داخل کر رہے ہیں۔ مگر اپنے ویدوں کو شُدھ کرنے کی فکر نہیں کرتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نیت ٹھیک نہیں ہے۔ ابھی ان کو ملا رہے ہیں تاکہ حکومت مضبوط ہو جائے۔ جس دن استحکام ہو جائے گا وہ اپنے وید اور پُران کھول کر دکھا دیں گے کہ تمہارے بارے میں ہم کو یہ احکام ملے ہیں، ان پر عمل کرتے ہو تو ٹھیک ہے۔ ورنہ تیار ہو جاؤ سزا بھگتنے کیلئے۔ جو شاستروں میں درج ہے ورنہ لازم تھا کہ شُدھ ہونے والے شُدروں اور اچھوتوں کو برہمن عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت دی جاتی۔

یہاں شاید یہ بتلانا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ہندوستان کی کون سی قومیں شُدر اور اچھوت شمار ہوتی ہیں۔

اچھوت کون لوگ ہیں؟

آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ جب آریوں نے ہندوستان میں قدم رکھا تو وہ لُٹے پٹے قلاش و مفلس تھے۔ تمدن و تہذیب سے آشنا نہ تھے۔ اُس کے برعکس مقامی لوگ بھولے بھالے ناخواندہ اور مرنجان و مرنج قسم کے تھے، جیسے کہ ہندوستانی ہمیشہ ہوتے رہے ہیں آریوں نے اُن کی غفلت سے فائدہ اُٹھایا۔ پہلے آس پاس کے افراد کو لوٹا اور قتل کر ڈالا پھر آگے بڑھے اور بڑھتے چلے گئے، حتیٰ کہ سارے شمالی علاقوں پر قابض ہو گئے۔ مقامی لوگوں کو

جس بے دردی سے انھوں نے قتل کیا اُن کی بستیاں جلائیں مال اسباب لوٹا، اور عورتوں بچوں کو لونڈی غلام بنالیا۔ اس میں امیر غریب شریف اور رذیل کا کوئی خیال نہیں کیا۔ اس طرح اُن میں تین طبقے تو اپنے تھے یعنی برہمن، چھتری اور ویش اور چوتھا طبقہ مقامی لوگوں کا شامل ہوگیا جو داس اور شُدر یا کالے لوگ کہلائے۔ اس طبقاتی تقسیم کی توثیق ویدوں اور شاستروں کے ذریعہ کردی گئی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اُن کی قسمتوں کا فیصلہ ہوگیا۔ یہ حال یہاں تقریباً تین ہزار سال تک رہا تھی کہ مسلمان آئے اور انھوں نے برہمنوں کی بالادستی ختم کی۔ مگر افسوس کہ یہ تبدیلی دیرپا ثابت نہ ہوئی۔ نومسلم مُغل جلد ہی ہندو معاشرے میں گھُل مِل گئے۔ خاص کر اکبر نے تو اپنے پچاس سالہ دورِ حکومت میں ہندوؤں کے اثرات قبول کر کے یہاں کے مسلمانوں میں بھی ہندوانہ اثرات پیدا کردئیے اور جلد ہی یہ لوگ خود اپنے اندر چار طبقے بنا بیٹھے جو سیّد، شیخ، مغل، پٹھان، کے نام سے پہچانے جاتے ہیں، ان میں بالکل ہندوؤں کی طرح شادی بیاہ نہیں ہوتا۔ سیّد خود کو مسلمان برہمن سمجھتے ہیں۔ بلکہ روہیل کھنڈی پٹھان بھی اپنے مقابلے میں دوسروں کو پیچ سمجھتے ہیں۔

اب چونکہ ہندوستان میں تقسیم کے بعد حکومت پھر برہمنوں کے ہاتھوں میں آگئی ہے اور ذات پات کی نفرت کا اعادہ شروع ہوسکتا ہے۔ ضروری ہے کہ عوام کو معلوم ہوجائے کہ شاستروں اور ویدوں کی رُو سے کون کون قومیں شُدر ہیں اور کون کون سی اچھوت مگر ظاہر ہے کہ ہم یہاں کی پوری تین سو ذاتوں کا ذکر نہیں کرسکتے، صرف چند کی نشاندہی کرسکتے ہیں۔ تاکہ اُن سے نیچے والے اپنا مقام خود ہی معلوم کرلیں۔

کائستھ قوم اچھوت ہے

اِس کی توثیق اس مُلک کی عدالتِ عالیہ نے کردی ہے۔ رائے بیجناتھ آنجہانی نے شاستروں کے احکام کے مطابق خود اپنی کائستھ قوم کے خلاف فیصلہ دیا تھا کہ کائستھ قوم شودر قوم ہے اور لکھا، کہ اگرچہ اس قوم نے بہت کچھ ترقی کرلی ہے لیکن برہمن چھتری بنئے بقال اُن کو پیچ اور شُدر ہی سمجھتے ہیں۔ اور اُن سے پرہیز کرتے ہیں۔ اُن کا چھوا ہوا کھانا پانی نہیں کھاتے اور نہ آپس میں شادی بیاہ کرتے ہیں۔ (دیکھئے کلکتہ ویکلی نوٹس جلد ۲۵ ص ۶۳۶)

سِکھ قوم اچھوت ہے

شاستروں نے سکھوں کو بھی اچھوتوں میں شمار کیا ہے، اعلیٰ ذات کے برہمن چھتری وغیرہ ان سے شادی بیاہ نہیں کرتے نہ ان کا کھانا پانی کھاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سکھ دراصل پہلے جاٹ قوم سے تعلق رکھتے تھے اور جاٹ قوم ویدوں کے زمانے سے اچھوت شمار ہوتی چلی آئی ہے۔ ہندوستانی قانون نے بھی اس کی تصدیق کر دی ہے۔
(انڈین لا رپورٹ الہ آباد جلد ۴ ص ۳۴۳)

کُرمی قوم اچھوت ہے

اَودھ میں کُرمی ایک کاشتکار قوم ہے۔ ان کا رہن سہن برہمنوں اور چھتریوں جیسا ہے۔ جَنیو (زنار) پہنتے ہیں۔ عقدِ بیوہ کے مخالف ہیں۔ گوشت نہیں کھاتے۔ رام کرشن وغیرہ کو پُوجتے ہیں۔ اپنے مُردوں کا کریا کرم بڑے برہمن کو بُلا کر کرواتے ہیں مختصر یہ کہ کوئی کام برہمنی دھرم اور ویدک دھرم کے خلاف نہیں کرتے۔ مگر شاستروں کے مالکوں نے ان کو بھی اچھوت قرار دے رکھا ہے۔ برہمن اور چھتری اُن سے بیٹی، روٹی کے تعلقات نہیں رکھتے یعنی اُن کا چھوا ہوا نہیں کھاتے۔ اور اُن کے گھرانوں میں رشتہ نہیں کرتے۔ مگر بایں ہمہ وہ اچھوت ہی قرار پاتے ہیں۔ (دیکھئے لاءرپورٹ الہ آباد جلد ۱۹ ص ۳۴۳)

نائڈو قوم اچھوت ہے

دکن کی مختلف اقوام جن کا تعلق دراوڑی نسلوں سے ہے اچھوت ہیں، اُن میں یلما، ریڈی، لنگایت، جنگم، مہذب قومیں ہیں جن میں تعلیم اور تہذیب بھی دیگر پست اقوام کے مقابلہ میں زیادہ ہے، مگر ان بے چاروں نے اپنا آبائی سناتن دھرم چھوڑ کر برہمنی ویدک دھرم قبول کر لیا۔ تو یہ اچھوت قرار دیدیئے گئے۔ (دیکھئے مدراس ویکلی رپورٹر جلد ۱۱ صہ ۱۳۵)

مرہٹہ قوم اچھوت ہے

مرہٹوں کے کُل بارہ قبیلے ہیں، جو یدو جادو وغیرہ کہلاتے ہیں اور خود کو راؤ بھی کہتے ہیں جو راجپوتوں کا لقب ہے۔ یہ لوگ کاشتکاری کا پیشہ کرتے ہیں مگر شاستروں نے ان کو اچھوت قرار دے رکھا ہے۔ برہمن اس کی وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ یہ قوم دوغلی اور مخلوط النسل ہو گئی ہے

یعنی یدو بنسی مرہٹے دوغلے ہیں۔ اور سورج بنسی مرہٹے بھی جو سیواجی کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ صحیح النسب چھتری نہیں ہیں۔ ان میں دراوڑی خون شامل ہوگیا ہے، اسی طرح ناگپور کے بھونسلے، اودے پور کے دوغلے راجہ بن بیر سنگھ کی نسل سے ہیں جو ایک مقامی عورت کے بطن سے تھا۔

مختصر یہ کہ مرہٹے خواہ خود کو کچھ ہی سمجھیں وہ چھتری بنیں یا برہمن بن جائیں شاستروں نے اور ملک کے قانون نے ان کو اچھوت قرار دے رکھا ہے۔ برہمن اُن کی روٹی نہیں کھاتے نہ اُن میں شادی بیاہ کرتے ہیں۔ (دیکھئے ویکلی رپورٹر بمبئی جلد ۴ صفحہ ۵۲۴ نیز دکن لاء رپورٹ جلد ۱۲ صفحہ ۳۹۴)

مسلمان قوم بھی اچھوت ہے

شاید یہ آپ کو معلوم نہ ہو کیونکہ آپ کے بزرگوں نے اس ملک پر آٹھ سو سال حکومت کی ہے اور آپ نے مفتوحہ قوموں سے کبھی کوئی پرہیز نہیں کیا۔ اُن کو سرکار دربار میں برابر کا شریک رکھا۔ اُن سے تعلقات پیدا کئے، مگر اس سب کے باوجود نہ صرف ویدوں اور شاستروں کے ماننے والے برہمنوں نے بلکہ چھتری ویش کے علاوہ اچھوت ہندوؤں نے بھی مسلمانوں کو ہمیشہ ملیچھ اور اچھوت ہی سمجھا۔ وہ مسلمان کا چھوا کھانا پانی استعمال نہیں کرتے، نہ مسلمانوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا پسند کرتے ہیں۔ جو لوگ مسلمانوں سے ملتے جلتے ہیں گھر جاکر نہاتے اور گائے کا پیشاب چھڑک کر خود کو پاک ضرور کر لیتے ہیں۔

ہم اس بحث کی تفصیل میں جانا پسند نہیں کرتے کیونکہ اسی حقارت اور تذلیل سے بیزار ہو کر مسلمانوں نے اپنا علیحدہ وطن حاصل کر لیا ہے۔ اب جو مسلمان ہندوستان میں رہ گئے ہیں انھیں بہرحال اچھوت بن کر رہنا ہے اور اونچی ذات کے ہندوؤں کی چاکری کرنا ہے کیونکہ اس قوم کے پاس کوئی ہنر اور فن نہیں ہے۔ نہ تجارت کا سلیقہ ہے نہ صنعت و حرفت میں ان کو دخل ہے۔ انھوں نے اپنے ہزار سالہ دورِ حکومت میں سوائے ملازمت کے کوئی دوسرا پیشہ اختیار نہ کیا۔ اب ہندوؤں کی غلامی اور چاکری کے سوا اُن کے لئے کیا رہ گیا ہے۔ مگر وہ بھی ان کو میسر آئے گی یا نہیں یہ مستقبل ہی بتلائے گا کیونکہ اس ملک میں اب رام راج قائم ہوگیا ہے اور رام راج میں کیا ہوگا اور کس طرح ہوگا اکثر لوگوں کو

معلوم نہیں ہے، کہتے ہیں سیواجی اور پیشوا کے زمانے میں رام راج تھا۔ اُس زمانے کے شاستری قوانین تاریخ میں محفوظ ہیں شاید ان کا احیاء ہو جائے اس لئے ان کا نمونہ دیکھ لیجئے۔

رام راج کی جھلکیاں

گاندھی جی نے سوراج کی کوشش کی اور حاصل کر لیا۔ اب اُن کے چیلے یہاں رام راج قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں یہ تو معلوم نہیں کہ رام راج میں اس مُلک کا کیا حال تھا۔ کیونکہ رام چندر جی غالباً یو۔پی کے ایک صوبے کے راجہ تھے جس کا صدر مقام اجودھیا موجودہ فیض آباد تھا۔ اُن کے حالاتِ زندگی آپ آگے پڑھیں گے کہ جوانی میں تو حکومت کی جگہ بن باس کاٹ رہے تھے۔ بڑھاپے میں سیتا جی کی جُدائی میں آہیں بھرتے ہوئے دریائے سرجو میں کود کر مر گئے اس لئے اُس راج کا کوئی صحیح نقشہ ہماری نظروں میں نہیں ہے۔ البتہ ویدوں اور شاستروں کی حکومت اس مُلک میں ہزاروں سال رہی ہے، بلکہ مسلمانوں کے دورِ حکومت میں بھی شیواجی۔ پیشوا اور دیگر مرہٹہ رجواڑوں نے شاستری قانون اپنی ریاستوں میں قائم کر رکھا تھا، جس کی ایک جھلک دکھائی جا رہی ہے۔ اس سے اندازہ ہو جائے گا کہ اس مُلک میں کس قسم کا رام راج آ رہا ہے۔

۱۔ پُونا اور سِتارہ میں پیشوا کے رام راج میں شاستروں کے احکام کے مطابق عمل ہوتا تھا۔ پست اقوام مثلاً ڈھیڑ، چمار، مہتر، چنڈال کو اجازت نہ تھی کہ وہ اُن راستوں پر چلیں جن پر برہمن آتے جاتے تھے۔ اچھوتوں اور شُدروں کو حکم تھا کہ وہ جب گھر سے نکلیں تو ایک ہانڈی اپنے گلے میں باندھ لیں اور اسی ہانڈی میں تھوکیں۔ راستوں پر نہ تھوکیں کیونکہ اندیشہ تھا کہ اچھوت کے تھوک پر برہمن کا پاؤں پڑ گیا تو وہ نجس ہو جائے گا۔

۲۔ اچھوتوں کو حکم تھا کہ وہ جب شہر کی سڑکوں پر چلیں تو اپنی کمر میں ایک ہری شاخ یا جھاڑو باندھ لیں جو اُن کے پاؤں کے نشانات مٹاتی چلی جائے۔ تاکہ برہمنوں کا پاؤں اُن کے نقشِ قدم پر نہ پڑے۔

۳۔ شُدروں اور اچھوتوں کو سونا چاندی پیتل اور تانبے کے برتن رکھنے اور مویشی پالنے کی اجازت نہ تھی۔ اُن کو اچھے کپڑے پہننا بھی منع تھا۔ اُن کو صرف کتے گدھے اور سور پالنے کی اجازت تھی۔ اور حکم تھا کہ جب وہ بستی میں آئیں تو منہ پر کپڑا باندھ کر آئیں، تاکہ اُن کی سانس یا منہ کی بھاپ کسی اعلیٰ درجے کے ہندو کو نہ لگے جس سے وہ ناپاک ہو جائیں۔

۴۔ شُدروں کو حکم تھا۔ اور یہ حکم سرکار انگریزی میں بھی مدراس وغیرہ میں جاری ہے کہ وہ اُس راستے سے دُور ہٹ کر کھڑے ہو جائیں، جس راستے پر کوئی برہمن گزر رہا ہو حتیٰ کہ شُدر اگر سرکاری کام کر رہے ہوں تو بھی اُن کو ہٹ جانا پڑتا ہے۔ اور برہمن کے گزُرنے کے بعد کام پر واپس آنا پڑتا ہے۔

۵۔ برہمن اپنے کپڑے، بستر اور برتن کسی شُدر کو چھُونے نہیں دیتے۔ حتیٰ کہ اسٹیشن کے قلی بھی جو سرکاری ملازمت میں ہوتے ہیں اُن کو نہیں چھُو سکتے۔ برہمنوں کیلئے بعض ایسی ذات کے قلی بھی رکھے جاتے ہیں جو برہمنوں کا سامان اٹھا سکیں۔

۶۔ شُدر اگر کسی دیول (مندر) میں داخل ہو جائے تو وہ دیول بھرشٹ یعنی ناپاک ہو جاتا ہے۔

۷۔ شُدر اگر برہمنوں کے کنویں سے پانی لے لے تو وہ چشمہ یا کنُواں ناپاک ہو جاتا ہے اور بغیر ابھیشک (طہارت) کے پاک نہیں ہوتا۔ پاکی کے لیے برہمن اُس میں گائے کا دُودھ، گائے کا پیشاب اور زعفران، وید منتر پڑھ کر ڈالتے ہیں اور سارا پانی نکال کر پھینک دیتے ہیں۔ تب وہ کنُواں یا چشمہ پاک سمجھا جاتا ہے۔

یہ چھوت چھات اس مُلک میں آریوں نے کئی ہزار سال سے پھیلا رکھی ہے۔ مسلمانوں نے اسے ختم کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ انگریزوں نے اپنے علوم سے تھوڑی بہت روشن خیالی پیدا کی ہے مگر وہ بھی برہمن کی ذہنیت کو نہ بدل سکے۔ البتہ چھوت افراد اسلام یا عیسائیت قبول کر کے معاشرے میں مقام پیدا کر لیتے ہیں۔ اور وہ برہمن کو کھری کھری سُنا دیتے ہیں مگر افسوس کہ یہ تعداد میں زیادہ نہیں ہیں۔

پست اقوام کے ساتھ اس نفرت انگیز سلوک کی ذمہ داری برہمنوں کے بنائے ہوئے ویدوں اور شاستروں پر ہے اور ہمیں ڈر ہے کہ جب تک یہ وید شاستر ختم نہ ہوں گے۔ یہ نفرت کی تعلیم بھی ختم نہ ہو سکے گی، مگر اس کی کیا اُمید ہے جب کہ حکومت پھر برہمنوں کے ہاتھ میں آگئی ہے۔ اور وہ اپنے وید و شاستر کی ہندی زبان کو قومی زبان تسلیم کروا کر رائج کر چکے ہیں۔

اس سلسلے میں شاستروں میں کیا لکھا ہے شاید آپ کے لئے دلچسپی کا باعث ہو۔ تھوڑا سا نمونہ دیکھئے۔

شاستری احکام

اعلیٰ ذات کی اقوام کے بارے میں شاستروں کے احکام یہ ہیں:۔

۱۔ کسی اچھوت چنڈال کے ساتھ دوج (اعلیٰ) قوم کے کسی فرد کو ایک درخت کے سائے میں بھی ٹھہرنا روا نہیں ہے۔ منو سمرتی ادھیائے ۴ منتر ۹،

۲۔ جس دوج کو چنڈال (اچھوت) نے چھو لیا ہو وہ صرف نہانے سے پاک ہو سکتا ہے۔ بغیر نہائے نہ وہ پاک ہو سکتا ہے۔ نہ اسے کوئی کام کرنا چاہیئے۔ منو سمرتی $\frac{۵}{۸۵}$

۳۔ اگر کسی برہمن یا چھتری یا ویش (بنیئے) کے کھانے میں کسی چنڈال کا ہاتھ لگ جائے تو وہ کھانا اُس کو ہرگز نہ کھانا چاہیئے۔ منو سمرتی $\frac{۸}{۵۹}$

اور پست اقوام کے افراد کے لئے حسبِ ذیل احکام ہیں:۔

۱۔ چنڈال اور شودر بستی کے باہر رہیں۔ اور صرف کام کے لئے بستی میں آئیں۔

۲۔ وہ رات کے وقت بستی میں نہ ٹھہریں۔

۳۔ وہ صرف مٹی کے بھانڈے برتن استعمال کریں۔

۴۔ وہ صرف لوہے، ہڈی یا پیتل کا زیور استعمال کریں۔

۵۔ وہ دن کو بستی میں آئیں تو ایسے نشانات لگائیں جن سے معلوم ہو جائے کہ وہ اچھوت ہیں۔

۶۔ وہ سونا چاندی جمع نہ کریں۔

۷۔ وہ صرف کتے گدھے اور سُور پالیں۔

۸۔ دوج افراد ان کو کھانا دیں تو دُور سے دیں۔

۹۔ وہ بستی میں صرف اپنے مقررہ راستوں سے آئیں اور انہی سے واپس آئیں۔

۱۰۔ وہ اُن لاشوں کو اُٹھانے کا کام کریں جن کو سزائے موت دی گئی ہو۔

۱۱۔ جن مجرموں کو موت کی سزا دی جائے اُن کو چنڈال قتل کریں اور مقتولوں کے کپڑے وغیرہ لے لیں۔ منوسمرتی ادھیائے ۵ منتر ۹۱-۹۲

۱۲۔ کوئی اچھوت کسی برہمن یا بنئے یا چھتری کے گھر کے اندر قدم نہیں رکھ سکتا۔ اگر وہ قدم رکھے گا تو گھر بھرشٹ (ناپاک) ہو جائے گا۔

۱۳۔ ندی نالے یا تالاب کے کنارے یا چشمے سے اچھوت کو پانی لینے کا حق نہیں جہاں سے اونچی ذات کے لوگ پانی بھرتے ہیں۔

۱۴۔ اچھوت نہ سنیاسی بن سکتا ہے نہ سنیاسیوں جیسے بھگوے (گیروئیے) کپڑے پہن سکتا ہے اگر پہنے تو برہمن ڈنڈے سے اس کی خبر لیں۔

۱۵۔ اچھوت ٹھاکر جی کی مورتی کو چھو نہیں سکتا۔

۱۶۔ اچھوت وید شاستر اور پران نہیں پڑھ سکتا۔

۱۷۔ کوئی شُدر جوتا پہن کر یا پان کھا کر یا چھتری لگا کر کسی برہمن کے سامنے نہیں جا سکتا۔

گاندھی جی

مگر یہ حقیقت بھی کتنی دلگداز ہے کہ گاندھی جی جو عمر بھر رام راج اور سوراج کے لئے کام کرتے رہے، برہمنوں کی نظر میں حقیر اور اچھوت ہی رہے، کیونکہ ان کا تعلق بنیا قوم سے تھا اور بنیا برہمن نہیں ہوتا۔ اُن کی کالی رنگت اور درا وڑی خدوخال نے اُن کو برہمنوں کی محفلوں میں بار پانے سے محروم رکھا۔ ان کی خدمات تو پسند کی گئیں، ان کا کام سراہا گیا، بلکہ برہمنوں نے ان کو مہاتما بنالیا۔ مگر اپنے مندروں اور اپنی مذہبی رسومات میں اُن کو شامل نہ ہونے دیا، مجبوراً گاندھی جی نے اچھوتوں میں جاکر پناہ لی۔ وہ بھنگیوں کی بستی میں رہنے لگے۔ اور بھنگیوں کی عزت افزائی کے لئے ان کو ہری جن کا نام دیا۔ یعنی دیوتا کی اولاد مگر بے چارے بھنگی دیوتا کی اولاد بن کر بھی بھنگی رہے۔ اور گاندھی جی نہ بھنگی

بن سکے نہ برہمن۔ ہاں مہاتما ضرور بن گئے، اور اُن کے ساتھ مہاتما کا سلوک بھی ہوا یعنی بالآخر ایک دو غلے مرہٹے برہمن نے اپنے پستول کی گولی سے مہاتما جی کا کام تمام کر دیا۔ بالکل اسی طرح جیسے اِن کے کرشن مہاراج کو کبھی ایک بھیل نے ہرن سمجھ کر تیر سے مار ڈالا تھا۔ وہ بے چارہ ہرن اور دیوتا میں امتیاز نہ کر سکا۔ اور گوڈسے گاندھی جی کا قاتل گاندھی جی کو نہ مہاتما کے روپ میں پہچان سکا نہ بھنگی یا ہری جن کے۔ ورنہ وہ بھنگی کو کیوں مارتا۔ تاہم مرنے کے بعد گاندھی جی کی مہاتمائی بھی تمام مسیحاؤں شہیدوں اور مشاہیروں کی طرح پکّی ہو گئی۔ سُنا ہے کہ اب برہمن بھی گاندھی جی کا ادب سے پرنام کرتے ہیں، اُن کے مجسّمے بڑے شہروں میں نصب کر رہے ہیں۔

مگر نہ جانے کیوں اُن کی راکھ دریاؤں، پہاڑوں اور شہروں میں اُڑا کر اُن کی باقیات الصالحات کو مٹا دیا۔ شاید اس لیے کہ بھارت ماتا کی پیٹھ پر دو گز زمین پر اُن کا قبضہ جما لینا یاروں کو گوارہ نہ تھا۔

گاندھی جی نے اس مہاتمائی کے لئے بڑے پاپڑ بیلے تھے۔ انھوں نے ایک بنئے کے گھر جنم لیا۔ مگر نون تیل بیچنے کے بجائے انگریزی تعلیم حاصل کی پھر قومی اور خاندانی روایات کو پامال کرتے ہوئے سمندر کا سفر اختیار کیا اور انگلستان جا کر بیرسٹری کی تعلیم حاصل کی۔ بہادر بننے کے لئے بکری کا گوشت کھایا، پھر بیرسٹری کرنے جنوبی افریقہ گئے دھوتی اُتار کر سوٹ پہنا ٹائی کالر استعمال کیا۔ مگر وہاں اپنی سیاہ رنگت اور نحیف بنیائی جسامت کی وجہ سے بجائے صاحب بہادر تسلیم کئے جانے کے قُلی کہلائے تو ہندوستان چلے آئے۔ یہاں سیاست میں کود پڑے، دو چار بار جیل گئے اور مَرن برت رکھے تو مہاتما بن گئے۔ لیکن مہاتما بن کر بھی ہمالیائی غلطی کی اور کبھی بندھیاچلی۔ کبھی انگریز سے ملے اور مسلمانوں کو دشمن بنا لیا۔ کبھی مسلمان سے ملے اور برہمنوں کو ناراض کر لیا۔ پھر جا کر بھنگیوں سے مل گئے، مگر اُن میں بھی مہاتمائی چمکانے کیلئے ملے تھے۔ خدا جانے بھنگیوں نے ان کو کیا جانا۔ اُن کے محلے میں رہتے مگر سب سے الگ نہ اُن کا کھانا کھاتے نہ پانی پیتے۔ نہ اُن کو اپنی بیٹی دیتے نہ ان کی بیٹی لیتے۔ ظاہر ہے وہ اونچی ذات کے مہاتما تھے۔ نیچ ذات سے رشتے کیسے جوڑ سکتے تھے۔

کہتے ہیں گاندھی جی نے انجیل اور قرآن پڑھا تھا۔ اور قرآن اُن کو پسند بھی آیا تھا۔ مگر جب اپنے ویدشاستر پڑھے اور اُن میں مہاتما بننے کے گُر ملے تو مُسلمان یا عیسائی بننے کا خیال ترک کر دیا، اور مہاتما بن گئے۔



گاندھی جی

گائے کو ماں سمجھتے تھے، اسکا دُودھ پیتے تھے۔ ان کے بیٹے نے جو مسلمان ہو گیا تھا ٹوکا کہ گائے کا گوشت نہیں کھاتے اور دودھ پیتے ہو۔ دودھ تو اس کے خون سے بنتا ہے۔ اسی دن سے گاندھی جی نے گائے کا دودھ پینا بند کر دیا۔ اور بکری کا دودھ پینے لگے یہ بکری ان کے ساتھ انگلستان بھی جاتی تھی۔

تصویر میں موصوف دھوتی باندھے وزیر اعظم برطانیہ کے گھر کے سامنے کھڑے ہیں۔

حاشیہ مرتب چنانچہ ہندی مسلمانوں کا مذہبی ڈھانچہ بھی ویدا ور ژند کے چوکھٹے میں فٹ کیا گیا ہے۔ ان کی فقہی کتابوں میں سیدوں اور عالموں کو وہی اہمیت دی گئی ہے جو ہندو مذہب میں برہمنوں کو حاصل ہے۔

برہمن خود کو برہما دیوتا کی اولاد بتلاتے ہیں تو سید صاحبان آلِ رسولؐ ہونے کے دعویدار ہیں۔ حالانکہ آل رسولؐ کے بارے میں قرآن حکیم میں موجود ہے۔ "ما کان محمد اباء احدٍ من رجالکم" یعنی محمدؐ کو اولاد نرینہ نہیں دی گئی ہے۔ تاکہ لوگ اُن کی اولاد کی پوجا نہ شروع کر دیں۔ عجمیوں نے حضرت علیؓ کو خدا بنایا اور اُن کی اولاد کو آلِ رسولؐ بنا کر پُجوا دیا۔ عجمی دماغ آسمانی خدا کے تصوّر کا متحمل نہ ہو سکتا تھا۔ وہ ہمیشہ شخصیت پرستی مُردہ پرستی، عناصر پرستی یا اجرام پرستی کرتے چلے آئے تھے۔ اس لئے حضرت علیؓ اور اُن کی اولاد کو خدا بنا لینے اور انھیں پوجنے میں دیر نہ لگی۔

شیعہ فقہ میں خیر خیرات اور صدقوں کا مُستحق سیدوں کو قرار دیا گیا ہے۔ یہ لوگ اپنی زکوٰۃ خیرات اپنے اماموں اور امام زادوں ہی کو دیتے ہیں۔ اور اپنے عالموں کا احترام خدا سے کم نہیں کرتے۔ اُن کو مولانا، آغا، آقا، حضرت، سرکار عظمت مدار وغیرہ کے مُشرکانہ اَلقاب سے نوازتے ہیں۔

روایت ہے فرمایا ائمہ علیہ السلام نے کہ زیارت علماء کی یعنی دیکھنا علماء کا محبوب تر ہے۔ نزدیک خدا کے ستّر طواف کعبہ سے اور بہتر ہے ستّر حج و عمرہ مقبولہ سے۔ بلند کرتا ہے۔ حق تعالےٰ واسطے اُس کے ستر درجے اور نازل کرتا ہے اس پر رحمت کو اور گواہی دیتے ہیں فرشتے کہ بہشت واجب ہوا۔ زاد الصالحین حصہ اول ص۲۴ نیز دیکھئے ہماری کتاب سبائی سبز باغ جو فقہ امامیہ کی بہار دکھلاتی ہے۔

اسی تعلیم کا نتیجہ ہے کہ ہندوستان میں جو بچہ مسلمانوں کے گھر پیدا ہوتا ہے اُس کے کانوں میں بالی کسی پیر یا امام کے نام کی ڈال دی جاتی ہے یا پاؤں میں چاندی کی بیڑی پہنادی جاتی ہے اور جب وہ ذرا بڑا ہوتا ہے تو اسے ایک ڈبہ تھما کر سڑک پر کھڑا کر دیا جاتا ہے کہ سبیل حسین کا چندہ یا گیارہویں شریف کی نذر مانگ لائے اس طرح جب وہ بڑا ہو

ہے تو مانگتے کھاتے پھرنے میں کبھی غیرت محسوس نہیں کرتا بلکہ فخریہ کہتا ہے ؎

بدل کر فقیروں کا ہم بھیس بابا
تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں!

ساتھ ہی اپنے بزرگانِ دین اور پیرانِ طریقت کے کارنامے پڑھیئے تو معلوم ہوگا، خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیر کی راجدھانی میں بیٹھ کر کس طرح شہاب الدین غوری کو بلاتے ہیں۔ نظام الدین اولیاؒ تغلق بادشاہوں کے لئے کیسے دردِ سر بنے ہوئے تھے۔ اور عبدالقادر جیلانیؒ نے عباسی خلافت کو کس طرح کھوکھلا کر دیا تھا تو بات سمجھ میں آجائے گی۔ کہ یہ فقیری کا کاروبار کتنا اہم ہے۔ اور اس سے کیا کیا کام لئے جاتے رہے ہیں، اس مضمون کو ہم ایک مستقل باب ویدوں کا اوتارک گیان میں تفصیل سے پیش کریں گے۔



تیسرا باب

ویدوں کی خدا پرستی

ہمارے آریہ سماجی دوستوں کا دعویٰ ہے کہ ویدوں میں خدا پرستی اور توحید پرستی کی تعلیم موجود ہے۔ اس دعوے کے ثبوت میں دیانند جی نے سنسکرت زبان کی ایک نئی لغات تیار کی ہے۔ جس میں الفاظ کے معنی و مطالب بھی بدل دیئے ہیں۔ مثلاً ویدوں میں آگ کو ایک طاقتور دیوتا بتلایا گیا ہے۔ یجر وید ادھیائے ۳ منتر ۱۷ کہتا ہے۔

"اے اگنی دیوتا تو جسموں کو پالنے والا اور حفاظت کرنے والا ہے۔ اس لئے تو میرے جسم کی حفاظت کر اور پرورش کر۔ تو عمر دینے والا ہے۔ اس لئے مجھے عمر دے۔ تو نور اور روشنی دے، اے اگنی دیوتا جو میرے جسم میں کمی ہے۔ تو اُس کو پورا کر۔"

ہمارے آریہ سماجی مہاشے بتلاتے ہیں کہ یہاں اگنی سے مُراد ایشور ہے نہ کہ وہ آگ جو ہم جلاتے ہیں۔ تو ہم دوسرا منتر پیش کرتے ہیں۔ اور پوچھتے ہیں کہ سام وید صد ۲۷ منتر ۵ کہتا ہے:۔

"سوم دیوتا برتن میں آتا ہے۔ جو سورگ کو زمین کو اور آسمان کو اور اگنی کو اور سورج کو اور اندر دیوتا اور وشنو دیوتا کو پیدا کرنے والا ہے۔ اِن سب کو سوم دیوتا نے پیدا کیا ہے۔"

تو بتلایئے کہ یہ سوم دیوتا بڑا تھا یا اگنی دیوتا جو آپ کے ایشور کا نام ہے۔ وید تو کہتے ہیں کہ اگنی دیوتا یعنی آگ کو سوم دیوتا نے پیدا کیا ہے۔ اور ایشور کا نام اگنی ہے تو یجر وید ادھیائے ۳۱ منتر ۱۲ کا یہ قول کہ:۔

"چاند برہما کے دِل سے سُورج برہما کی آنکھوں سے اور روح برہما کے

کان سے اور اگنی (آگ) برہما کے مُنہ سے پیدا ہوئی۔"

مہاشے جی بتلائیں کہ ویدوں کے مطابق آپ کی توحید پرستی میں کون سا دیوتا بڑا ہے۔ وہ جو پیدا کرتا ہے یا جو پیدا کیا جاتا ہے۔ اور وہ جو مارتا ہے یا جو مارا جاتا ہے اور مر جاتا ہے ظاہر ہوا کہ توحید کے بارے میں صحیح علم و ہدایت نہ ویدوں کے لکھنے والوں تک پہنچ سکی تھی نہ ویدوں کے ماننے والوں کو مل سکتی تھی۔ چنانچہ آپ کا اور آپ کے آریہ سماج کا اس معاملہ میں کورا ہونا بلکہ عقل کا اندھا ہونا ہمارے لئے کسی حیرت کا باعث نہیں ہے۔

اگلے صفحات میں ہم ویدوں کے چند اہم دیوتاؤں اور خداؤں کے بارے میں تھوڑی سی تفصیل پیش کر رہے ہیں جس سے اُن کی خدا پرستی کی تعلیم کا حال معلوم ہو جائے۔ اور اندازہ ہو سکے کہ آریوں کی یہ سب سے قدیم الہامی کتابیں دُنیا میں ہدایت کے لئے آئی تھیں یا گمراہی پھیلانے کے لئے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ یقیناً اُنہی کی تعلیم کا اثر اقوامِ عالم کی مذہبی معلومات پر ہوا ہے۔ یعنی اُن کو گمراہ کرنے میں خاصی مدد کی ہے۔ حتیٰ کہ ہندوستانی مسلمانوں کو دیکھئے تو اُن کی زندگی میں بھی بہت سے توہمات انھیں کی معرفت پھیلے ہیں۔

ویدوں کا سب سے بڑا خدا

شاید آپ کو یہ سُن کر خوشی ہو کہ ویدوں کے اندر ایک بڑے دیوتا کی نشاندہی موجود ہے۔ جسے برہسپتی ہر جاندار مخلوق کا مالک۔ مہا آتما (بڑی روح)، پرماتما یعنی سب کا بنانے والا وغیرہ ناموں سے یاد کیا گیا ہے اور اُسے ایشور بھی کہا ہے جس کے معنی ہیں بڑی طاقت والا چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ ہندو سوسائٹی میں اس خدا کا کوئی مجسّمہ یا شبیہہ موجود نہیں ہے جس سے اس کی عظمت ظاہر ہو۔

لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس سب سے بڑے خدا کی جو معرفت اور حمد و ثنا ویدوں نے پیش کی ہے یا دوسرے الفاظ میں اگر ہم ویدوں کے اقوال ملفوظات کی روشنی میں کسی معبودِ حقیقی کو اپنی عقیدت کے پنجرے میں محدود کرنا چاہیں تو حیرانی کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا۔ کیونکہ وہ بیان بے حد مبہم، غیر یقینی اور گمراہ کن ہے۔ ان کے سیکڑوں معبود ہیں اور وہ سب ہی کو منقبت کے گُن گاتے ہیں۔

وید مقدس فرماتے ہیں :۔

" ابتدا میں نہ ہستی تھی نہ نیستی تھی نہ علت مادی (آگ پانی خاک و باد وغیرہ) نہ آسمان، نہ خلا، کون کس کا احاطہ کرتا۔ کون کس کی تھاہ لیتا۔ یہ اتھاہ پانی بھی اس وقت نہ موت تھی نہ بقا۔ نہ رات تھی۔ نہ دن صرف ایک بے حرکت نفس اپنی قدرت کے ساتھ موجود تھا۔ تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اور تمام موجودات اس وقت بے نام و نشان تھیں "۔

" پھر اُس اولین تخم میں خواہش پیدا ہوئی۔ عقلمندوں نے اپنی دانائی سے ہست و نیست کے رشتوں کو معلوم کر لیا۔ اُن کی تمیز کا خط ترچھا کھینچا گیا۔ اس خط کے اوپر عظیم طاقتیں تھیں۔ اور اُس کے نیچے عقل اور قدرت تھی، کون جانتا ہے کہ کہاں سے یہ دُنیا پیدا ہوئی اور کہاں سے یہ ساری خلقت آموجود ہوئی "۔

" دوسرے دیوتا اس دُنیا کی پیدائش کے بعد بنے ہیں، پس وہی اس ساری خلقت کا اوّلین سبب ہے۔ اُسی نے دُنیا کو بنایا ہے اور کون جانے نہ بنایا ہو۔ وہ جس کی آنکھ آسمان اعلیٰ پر رہ کر دُنیا پر حکومت کرتی ہے وہی اس کو جانتا ہے اور کون جانے نہ بھی جانتا ہو۔

رگ وید منڈل ۱۰ سوکت ۱۲۹"

آپ نے دیکھا ایک بڑی ہستی ایک بڑی طاقت کا کچھ تصور اُن کے دماغ میں تھا، مگر بار بار اُس میں خود ہی شکوک پیدا کر کے وید مقدس اُس بڑی طاقت والے خدا کو آسمان سے زمین کھینچ لائے۔ اور اس کی قدرت کو انسانی صلاحیتوں کو ہم پلہ کر کے دم لیا۔

وید مقدس دنیا کی تخلیق کا ذمہ دار ایک (بیج) کو بتلاتے ہیں جو دُنیا کے وجود میں آنے سے پہلے موجود تھا۔ اور کہتے ہیں کہ اس تخم میں خواہش پیدا ہوئی تو خود بخود یا ایشور نے پیدا کی۔ اس خواہش کا نام اتھر وید نے کام دیوتا بتلایا ہے یعنی شہوت کا دیوتا۔ اور فرماتے ہیں :۔

" شہوت کے دیوتا نے نیستی کے راستے کو ہستی سے جوڑا ہے۔ اور وہی تمام مخلوقات

عالم کی پیدائش کا علت اولیٰ ہے۔"

وید مقدس اپنے کام دیوتا کی منقبت میں گل افشانی فرماتے ہیں:۔

"اے کام دیوتا! شہوت کے مالک تم سب سے بڑے دیوتا ہو۔ تم کو بقا ہے فنا نہیں ہے۔ میں تمھاری تعظیم کرتا ہوں۔ اے کام دیوتا تم ہمارے دشمن داسوں کو ہیجڑہ بنا دو۔ اور وہ سب چرپھٹ کر بے اولاد اور بے نام ونشان ہو جائیں۔ اتھرووید کانڈ ۹ سوکت ۲ منتر ۱۰"

مقدس یجروید اپنے اس سب سے بڑے خدا ایشور کی نشاندہی ان الفاظ میں کرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یقیناً بہت بڑے خدا کا ذکر ہو رہا ہے۔

"ایشور سب سے بڑا ہے، اُس کے ہزار ہاتھ ہیں۔ ہزار پاؤں ہیں۔ ہزار سر ہیں ہزار مُنہ ہیں اور ہزار آنکھیں ہیں۔ اور ہزار کان بھی ہیں۔ اور وہ سب سے طاقت والا ہے۔" یجروید ادھیائے ۳۱ منتر ۳ و ۴

مقدس رگ وید اپنے بڑے خدا یعنی ایشور کے متعلق یہ معلومات فراہم کرتے ہیں، مگر یہ نہیں بتا پاتے کہ ایشور سے کام دیوتا کا کوئی تعلق ہے۔ یا دونوں جُدا جُدا ہستیاں ہیں۔

"وہ قوت جو اس دُنیا کی پیدائش سے پہلے موجود تھی وہ امرت یعنی آب بقا کی مالک تھی۔ اُس کی عظمت بلند تھی۔ کُل مخلوقات اس کے چوتھائی حصہ میں تھی۔ اور اُس کا ¾ حصہ آسمان میں غیر فانی تھا۔ اُس نے اپنے آپ کو ریاضت سے گرم کیا۔ اور اوپر کی طرف بلند ہوا۔ اور آسمان پر پہنچکر ہماری دُنیا کی دیکھ بھال کرنے لگا۔

جب وہ ریاضت سے گرم ہوا تو اُس کی ناف سے خلا پیدا ہوا۔ اُس کے سر سے آسمان ظاہر ہوا۔ اور اُس کے پیروں سے زمین عالم وجود میں آئی۔ اُس کے کانوں سے اسمات و طبقات پیدا ہوئے۔ پھر ایشور بقدر ¼ اور ¾ کے دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ اُس کا ¼ اس دُنیا میں رہا جو شبل برہم کہلاتا ہے۔ اور ¾ حصہ آسمان پر چلا گیا جسے شُدھ برہم کے نام سے پُکارا جاتا ہے۔"

اس تعلیم پر آریہ سماجی مہاشوں کو ناز ہے کہ اُن کے وید توحید کی تعلیم دیتے ہیں اور ممکن ہے کہ لوگ توحید کی تھوڑی بہت خوشبو سونگھ بھی لیتے مگر ویدوں نے اُسی ہزار پاؤں کے خدا پر اکتفا نہ کی۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ آگے چل کر مادی قوتوں کی بندگی میں جلد ہی بھٹک جاتے ہیں۔ اور ایسے بھٹکتے ہیں کہ خدائی کا تصور اُن کے دل و دماغ سے نکل جاتا ہے اور وہ ہر ذی قوت شے کو پوجنے کے لئے جھک جاتے ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ چاند سورج، دریا، پانی، ہوا کے علاوہ انسانوں اور حیوانوں کو بھی خدا تسلیم کرتے نہیں شرماتے۔

حالانکہ جس قوم کو خدا پرستی سکھائی جاتی ہے وہ باطل پرستی اور اوہام پرستی، انسان پرستی یا حیوان پرستی میں گرفتار نہیں ہوتی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ویدوں نے عمداً عوام کو گمراہ کرنے اور خدا پرستی سے دُور و مہجور رکھنے کی کوشش کی اور وہ کامیاب رہے۔ تاکہ برہمنوں کی بالادستی قائم ہو اور عوام کے دلوں میں خدا کی جگہ اُن کا خوف بیٹھ جائے۔ اور وہ محسوس کریں کہ برہمن جانتا ہے کہ کس خدا کو کب پوجنا چاہیئے۔ اور کون سا خدا کس بات سے خوش ہوتا ہے۔ اس لئے خدا کو خوش رکھنے سے پہلے برہمنوں کو خوش کرنے کی ضرورت مقدم ہو گئی۔

ویدوں کے مصنفوں نے جس عقیدت اور بھگتی سے عنصری قوتوں یعنی آگ پانی اور ہوا اور ثوابت و سیارگان کی پرستش کا پرچار کیا ہے اُس کے سامنے خدا کی ہستی گم ہو گئی تو تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ یہی اُن کا مقصد تھا۔ اب اگر ویدوں کے پرستار اُس خدا کو ڈھونڈھ کر بھی تلاش نہ کر سکیں تو یہ اُن کی خطا نہیں جو وہ گمراہی کے گڑھے میں پڑ کر بُت پرستی میں مُبتلا ہیں۔

ویدوں کے بنانے والے برہمن جانتے تھے کہ اُن کی برتری وہی قومیں تسلیم کریں گی جو خدا پرستی سے دُور رہیں گی۔ اور مادّی قوتوں کو پُوجنے والے ہی اپنے سے زیادہ عقلمند اور طاقتور افراد کو بھی پُوج سکتے ہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ سارے ہندوستان میں ہمالہ سے لے کر راس کماری تک آپ کو ایک مندر، دیول یا چبوترہ ایسا نہ ملے گا جہاں ایشور جی کی پُوجا کی جاتی ہو لیکن رام لچھمن سیتا، کرشنا، پاربتی، لکشمی، ہنومان (بندر) اور گنیش جی (ہاتھی) یا کالی مائی کے مندر ہر گاؤں ہر قصبے اور ہر شہر میں سیکڑوں کی تعداد میں موجود ہیں جن میں انسانوں اور حیوانوں کو پُوجنے کے طریقے بڑے بڑے برہمن پجاری سکھاتے رہتے ہیں اور روپیہ کماتے ہیں۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ویدوں کے ویدوں کے مصنف نہ خود خدا کی طرف مائل تھے نہ خلا کی اُن کو کوئی پرواہ تھی۔ وہ جو چاہتے تھے یہ تھا کہ وہ اپنی شاعری اور منتر سازی سے اپنے پوجمان، یعنی ممدوح چھتری راجاؤں اور سرداروں کو خوش رکھیں اور عوام کو اُن کے آگے مطیع و سَرنگوں رکھا جا سکے۔

ان چالاک برہمنوں نے اپنے اسی مقصد پر اکتفا کی ہوتی تو بھی غنیمت تھا۔ مگر ویدوں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ایشور یعنی خدا کے تصوّر کو زیادہ سے زیادہ مبہم اور مسخ شدہ بنانے کی بھی کوشش کی ہے اور اسے انسانی شکل میں لانے کی پوری کوشش کر ڈالی ہے۔
پہلے بتلایا کہ ایشور دو حصّوں میں تقسیم ہوگیا چوتھائی دُنیا میں رہا اور بقدر تین چوتھائی کے آسمان پر گیا۔ اس طرح ایک کے دو خدا ہو گئے جن کا نام شبلی برہم اور شُدھ برہم مقرر ہوا یعنی اعلیٰ و اسفل یا پاک اور ناپاک۔ پاک حصّہ آسمان پر چلا گیا اور ناپاک دُنیا میں رہ گیا۔ جو فنا پذیر ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اُس پاک حصّہ یعنی شُدھ برہم کو بھی جلد ہی زمین پر اُتار دیا گیا اور اُسے انسانی روپ دے دیا گیا۔ یعنی انسانوں کے گھروں میں پیدا کروا دیا گیا۔ اور اس کے بیوی بچے بھی مہیّا کر دیئے گئے۔

مقدس یجر وید اپنے ایشور جی کے متعلق بتلاتا ہے کہ اُس کی دو بیویاں تھیں جن کا نام ہرّی اور لکشمی تھا۔ یجر وید ادھیائے ۳۱ منتر ۲۲
چنانچہ شاستروں نے ویدوں کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ایشور جی اپنی تنہائی سے گھبرا گئے تو دل بہلانے کے لئے اپنے جوڑے کی خواہش کی۔ مگر اُن کا جوڑا ایک بیوی سے نہ بن سکا اس لئے دو بیگمات دی گئیں۔

اب ہندو عوام جو اپنے دیوتاؤں کے ساتھ اُن کی بیگمات کو بھی پُوجتے ہیں۔ اس کی وجہ آپ کی سمجھ میں آگئی ہوگی کہ جب ایشور جی اپنی دونوں بیگموں سے محبت کرتے ہیں اور بیگموں کا اثر شوہروں پر معلوم ہے تو بیگموں سے ہی مانگو وہ خوش ہو کر سفارش کر دیں تو بیڑا پار ہے یعنی کام بننے میں دیر نہ ہوگی۔

ویدوں کے دیگر خدا ویدوں کی تفاسیر پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ویدوں کا مادّی

قوتوں کو پُوجنا اور پُجوانا بے سبب نہ تھا۔ وجہ یہ تھی کہ دیوتاؤں کو خود ایشور جی نے اپنا شریک اور حصّہ دار مقرر کر لیا تھا۔ قصّہ اس شراکت داری کا یہ بیان کیا جاتا ہے :۔

"ایشور جی اپنے کسی سابقہ گناہ یا کسی غلطی کی وجہ سے موت سے مغلوب ہو گئے یعنی وہ تو مخلوقات کو پیدا کرتے چلے جا رہے تھے۔ اور موت اُن کی مخلوق کو فنا کا راستہ دکھا رہی تھی۔ پس ایشور جی نے ساری مخلوقات کو موت کے ڈر سے اپنے پیٹ میں چھپائے رکھا، لیکن جب زیادہ دن چھپائے رکھنا برداشت نہ ہو سکا تو تمام دیوتاؤں کو بُلایا اور اُن سے کہا آؤ ہم اور تم سب مل کر اس پیٹ کی مخلوقات کو پیدا کریں۔

دیوتاؤں نے جواب دیا کہ ہم آپ کی مدد اس شرط پر کر سکتے ہیں کہ آپ ہم کو اپنی خدائی میں شراکت دار اور حصّہ دار بنا لیں۔

کچھ دیوتاؤں نے خواہش کی کہ انہیں صرف نذر و نیاز میں حصّہ دیا جائے۔

چنانچہ ایشور جی نے مجبوراً یہ شرائط منظور کر لیں اور دیوتاؤں نے مخلوقات کے پیدا کرنے میں ایشور جی کی مدد شروع کر دی۔ اور مخلوقات یعنی انسان حیوان چرند، پرند۔ مچھلی، مینڈک اور مگرمچھ پیدا ہونے شروع ہو گئے اور اس طرح شروع ہوئے کہ جتنے موت مارتی تھی، اُس سے دوگنے پیدا ہو جاتے تھے اور اس طرح دیوتاؤں کو خدائی میں حصّہ مل گیا۔ اور اُن کی بھی پُوجا پاٹ ہونے لگی۔ دیکھئے اپنشد یجر وید کانڈ ۸، ادھیائے ۲ منتر ۳"

ان مُستند حوالوں کے مقابلہ میں دیانند جی کا یہ قول کیا حیثیت رکھتا ہے کہ دیوتاؤں کے نام دراصل ایشور جی ہی کے نام ہیں اور مختلف لوگ اُن کو مختلف ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ جب خود وید بتلاتے ہوں کہ ایشور جی موت کے خوف سے اپنی مخلوقات کا پیدا کرنا روک بیٹھے تھے۔ اور اُسے دیوتاؤں کی مدد سے دوبارہ جاری کر سکے۔ اس سلسلے کی ایک مثال اور دیکھ لیجیے جس میں دیوتاؤں کی حصّہ داری بھی واضح کر دی گئی ہے۔

شلوک ۱۔ ایک سے تعریف کی گئی۔ مخلوق پیدا ہوئی۔ پرجاپتی اُس کا مالک ہوا یعنی ایشور

۲۔ تین سے تعریف کی گئی برہمن پیدا ہوئے۔ برہسپتی دیوتا اُن کا مالک ہوا۔

۳۔ سات سے تعریف کی گئی۔ سات رشی پیدا ہوئے، برہما اُن کا مالک ہوا۔

۴۔ نو سے تعریف کی گئی۔ پتر (مُردہ بزرگ) پیدا ہوئے۔ ادتی دیوی اُن کی مالک ہوئی۔

۵۔ گیارہ سے تعریف کی گئی۔ موسم پیدا ہوئے۔ سورج دیوتا اُن کا مالک ہوا۔

۶۔ پندرہ سے تعریف کی گئی۔ کشتری پیدا ہوئے۔ اندر دیوتا اُن کا مالک ہوا۔

۷۔ سترہ سے تعریف کی گئی۔ گاؤں کے جانور پیدا ہوئے۔ ورن دیوتا اُن کا مالک ہوا۔

۸۔ اُنیس سے تعریف کی گئی۔ شودر پیدا ہوئے۔ سوم دیوتا ان کا مالک ہوا۔

۹۔ بیس سے تعریف کی گئی۔ ایک کھُر والے جانور پیدا ہوئے۔ برہسپتی دیوتا ان کا مالک ہوا۔

۱۰۔ اکیس سے تعریف کی گئی جنگلی جانور پیدا ہوئے۔ وایو دیوتا اُن کا مالک ہوا۔

۱۱۔ ستائیس سے تعریف کی گئی۔ زمین و آسمان پیدا ہوئے۔ ادیتہ دیوی اور رُودر اُن کے مالک ہوئے۔ (یجروید ادھیائے ۱۴۔ منتر ۲۹، ۳۰، ۳۱)

ان منتروں سے صاف ظاہر ہو گیا کہ ایشور جی کی خدائی دیوتاؤں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ اور سب کی ذمہ داریاں بانٹ دی گئی تھیں تاکہ بعد کو کوئی جھگڑا نہ ہو۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ان سب دیوتاؤں اور خداؤں کو پُوجنے کی ذمہ داری تمام آریوں پر عائد ہو گئی حتیٰ کہ جانوروں کو پیدا کرنے اور پالنے والے دیوتاؤں کو بھی پُوجنا ضروری قرار پا گیا۔

اب بھی دیانندی آریہ سماجی یہ دعویٰ کریں کہ یہ سب نام ایشور ہی کے ہیں تو اس کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں۔ یقیناً یہ خیال دیانند جی کو اسلامی لٹریچر پڑھ کر ہی آیا ہوگا کہ مسلمانوں کے خدا کے بہت سے نام ہیں اور وہ اُس کی صفات کی وجہ سے مقرر کئے گئے ہیں جیسے رب، خالق، ستّار، غفّار، قہّار و جبّار وغیرہ۔ مگر ہندو دیوتاؤں کے نام تو ایسے نہیں۔

ویدوں کے جملہ دیوتا یا خدا

یہ ایک حقیقت ہے کہ ویدوں کے جملہ دیوتاؤں اور دیویوں کا پتہ چلانا دُشوار ہے۔ کیونکہ ویدوں کے مختلف مصنّفوں نے مختلف دیوتاؤں کو مختلف ناموں سے یاد کیا ہے۔ جس سے عام قاری کو خیال ہوتا ہے کہ وہ مختلف دیوتا ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ

تمام دیوتاؤں کے نام سے صرف ایک ایشور کی پُوجا سکھاتے ہیں۔ ویدوں میں ایک جگہ ۳۲ دیوتاؤں کی نشاندہی کی گئی ہے۔

شلوک ۱ - اے دیوتاؤ تم جو گیارہ زمین میں ہو اور تم جو گیارہ آسمان میں ہو اور تم جو خلا میں بھی گیارہ ہو۔ اور جو طاقت کے ساتھ خلا میں رہتے ہو۔ تم اے دیوتاؤ اس یگیہ (نذر و نیاز) کو قبول کرو۔ یجر وید ادھیائے ۷ منتر ۱۹"

ایک دوسری جگہ ان دیوتاؤں کی کچھ تعداد بڑھا دی گئی ہے۔ جن کے شمار سے اُن کی تعداد ۴۵ بن جاتی ہے۔

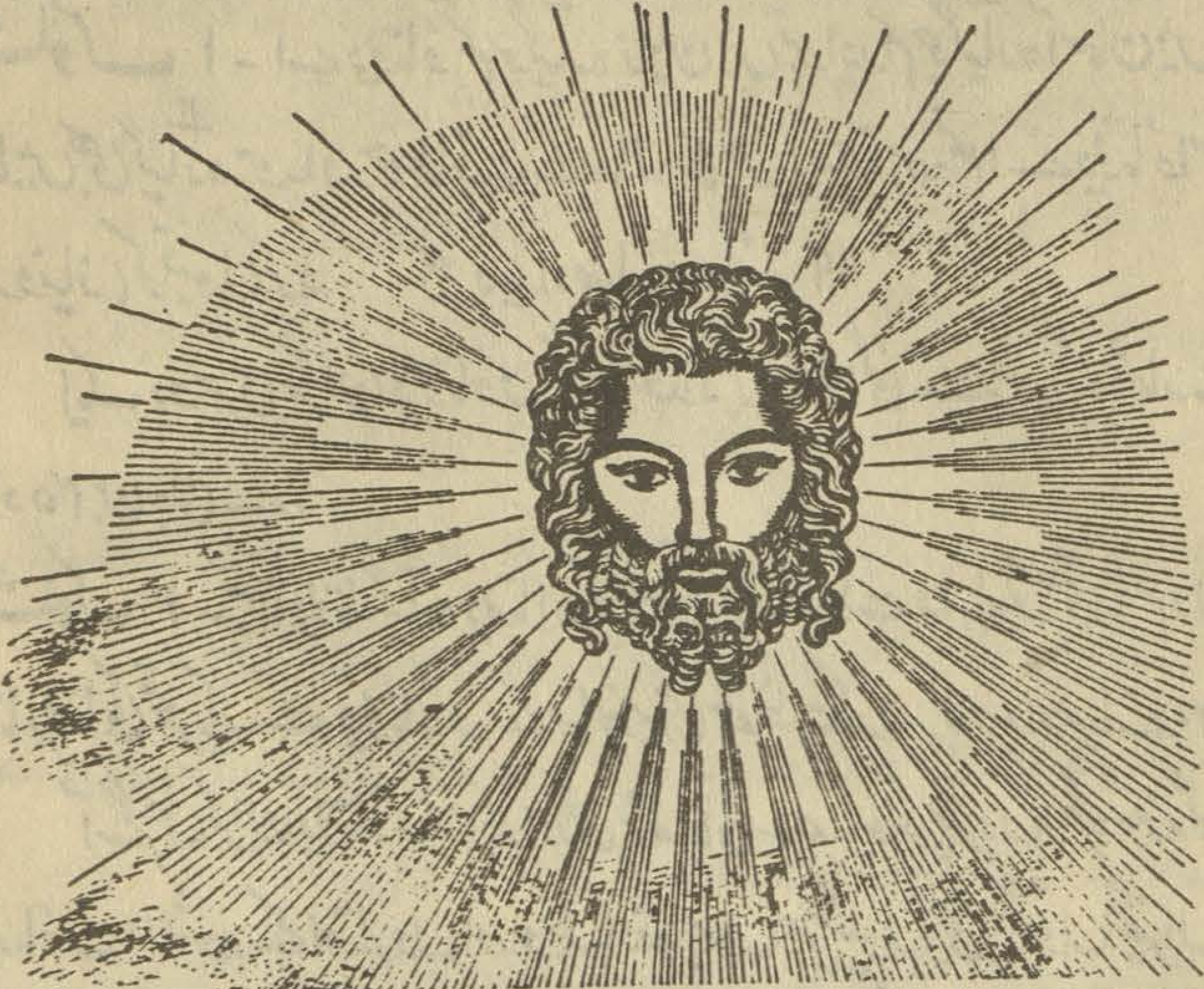
شلوک ۲ - تین دیوتا۔ گیارہ دیوتا اور تینتیس دیوتا دولت والے برہسپتی نام والے۔ روشن سونا دیوتا کی تحریک سے دیوتاؤں کے ساتھ میری حفاظت کرو۔ یجر وید ادھیائے ۲۰ منتر ۱۱"

آگے چل کر ان دیوتاؤں کی کچھ اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ پتروں (مُردہ بزرگوں) جنگی سورماؤں، ایشور کے اوتاروں اور دیگر بادشاہوں، رشیوں یعنی جوگیوں فقیروں اور برہمنوں کو دیوتا بنایا جاتا رہا ہے، جیسے ہمارے زمانے میں مسٹر گاندھی کو مہاتما بنا لیا ہے۔ اور پُوجا جا رہا ہے۔ غالباً یہ مرنے کے بعد بھی پُوجے جاتے رہیں گے۔

پھر ان دیوتاؤں کے علاوہ ہندو مذہب میں چند حیوان بھی دیوتا مانے جاتے ہیں، جیسے شیر ببر۔ ہاتھی۔ بندر۔ سانپ۔ مور اور سُوّر دیوتا ہیں۔ اور گائے بھی بڑی متبرک ہے بلکہ دیوی ہے وہ گئو ماتا کہلاتی ہے۔ البتہ بیل کو کوئی مقام حاصل نہیں ہے۔ وہ بیل کا بیل ہی رہتا ہے۔ گائے کا پیشاب پاکی کے لئے استعمال ہوتا ہے اور پیا بھی جاتا ہے۔ مگر بیل کے پیشاب کی کوئی قدر نہیں۔

اس طرح آریوں اور برہمنوں کے دیوتاؤں کی تعداد سیکڑوں میں پہنچ جاتی ہے۔ اور اُن کا شمار کرنا محض تضیع اوقات ہے۔ ہم چند اہم دیوتاؤں کا حال لکھتے ہیں۔

ویدوں کے اجرامی دیوتا



سُورج دیوتا یا آفتاب خدا

یونانی آریئے بھی سورج کو دیوتا سمجھتے تھے۔اُس کی شکل انسانی بناتے تھے۔اور بھول گئے تھے کہ دیوتا کی داڑھی مونچھیں سورج کی تمازت سے جلتی کیوں نہیں لیکن شاید اُن کا خیال تھا کہ خدا کی داڑھی مونچھیں جل جائیں تو وہ خدا کب ہو سکتا ہے۔ہم نے یونانی شکل پیش کی ہے۔ہندو سورج دیوتا کی تصویر آپ اپنی اسلامی جنتری پر دیکھ سکتے ہیں۔اُس کے داڑھی مونچھ نہیں ہوتی۔

سورج کو دُنیا کی تمام قومیں خواہ وہ آریائی نسل سے ہوں یا سامی نسل سے اپنا معبود اور خدا سمجھ کر پوجتی رہی ہیں۔انھوں نے سورج کی منقبت میں گیت لکھے ہیں بھجن گائے ہیں اور سلام پڑھے ہیں۔اس کی خدمت میں قربانیاں پیش کی ہیں۔اور اُس کے نام کی قسمیں کھائی ہیں۔

سورج کی پرستش کا رواج بابل ونینوا کی سرزمین سے شروع ہوا۔اور اکناف عالم میں پھیل گیا۔اسی لئے اس علاقے کو تہذیب کا گہوارہ کہا جاتا ہے۔اور قرائن سے ثابت ہے کہ مذہب اور تہذیب کے اوّلین معمار اسی سرزمین نے پیدا کئے جہاں حضرت نوحؑ کی قوم سیلاب کے بعد

آکر آباد ہوئی تھی۔ اور حضرت ابراہیمؑ نے بھی یہیں آنکھیں کھولیں۔

بابل و نینوا کے کاہنوں نے سورج دیوتا کو بعل کا نام دیا تھا۔ بعل کے معنی اُن کی قدیم زبان میں دل کے تھے۔ سورج کو کائنات کا دل اس لئے کہا گیا کہ ہمارے نظام شمسی میں تمام سیارے جن میں زمین بھی شامل ہے سورج کے گرد چکّر لگا رہے ہیں۔ اور یہ بات اُن لوگوں کو آج سے پانچ ہزار سال پہلے معلوم ہو چکی تھی۔

مصر کے سامری بھی سورج کو پُوجتے تھے۔ مگر انھوں نے اس کا نام را دیوتا رکھا تھا۔ ممکن ہے را دراصل آر ہو۔ آر کے معنی ان کی زبان میں آگ کے ہیں۔ لفظ آریا اسی آر سے بنا ہے جس سے مُراد ہے آگ کو پُوجنے والے چنانچہ آریا جہاں بھی ہیں وہ اجرام فلکی کے علوم سے واقف ہیں اور سورج کی اہمیت کو جانتے ہیں۔ ایرانی سورج کو متھرا اور مہر کہتے ہیں اور اپنے بادشاہ کو آریہ مہر کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

دریائے فرات کے کنارے بسنے والے سورج کی پرستش کی وجہ سے آشور مشہور ہوئے۔ سُریانی زبان میں آشور سورج کو کہتے ہیں۔ ویدوں میں اس قوم کا نام آسُر درج ہے۔ مُلک شام کو آج بھی آشوریہ یا آسوریہ کہا جاتا ہے، جسے یورپی لوگوں نے بگاڑ کر سیریا کر لیا ہے۔

شام، ترکی، عراق اور ایران میں بعل کے پُجاری اب بھی بعلبک اور بعلی سے واقف ہیں۔ بعض نے بعلی کو چھوڑ کر یا علی کا نعرہ اختیار کر لیا ہے۔

اہلِ فنیقیہ آفتاب کو پال دیوتا کہتے تھے۔ اُن کا اعتقاد تھا کہ سال میں ایکبار ٹائیفون (شیطان) پال دیوتا کو مار ڈالتا ہے۔ اس دن عوام سوگ مناتے تھے، جلوس نکالتے تھے اور عورتیں اور لڑکیاں اپنے بال کھول کر روتی ہوئی سڑکوں پر نکل پڑتی تھیں اور ماتم کرتی تھیں۔ چھاتیاں کوٹتی تھیں۔ بلکہ ناخونوں سے اپنے چہروں کو زخمی کر کے لہولہان ہو جاتی تھیں یہ سوگ دس دن تک منایا جاتا تھا۔ پھر پُجاری اعلان کرتے کہ خداوند پال پیدا ہو چکا ہے۔ اُس دن سارے ملک میں خوشی منائی جاتی اور لوگ گاتے بجاتے نکلتے اور مندروں میں نیازیں پیش کرتے تھے۔

بہرحال مصر، چین، یونان اور روما میں سورج کو پوجا جاتا تھا۔ اس لئے ویدوں نے بھی اُن کی پرستش کے بہت سے گیت محفوظ کر دیئے ہیں۔ مگر قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ویدوں کے مصنفوں نے یہاں آنے کے بعد سورج سے زیادہ اہمیت آگ کو دے دی اور آگ ہی کو سارے دیوتاؤں کا پیشوا اور امام قرار دے دیا۔ چنانچہ ویدوں میں آگ کی شان میں جتنے منتر ہیں اُن کے آدھے بھی سورج کی مدح میں نہیں ہیں۔ تاہم سورج اُن کا معبود ہے۔ اور بڑا دیوتا ہے۔ گو اُس کی عظمت میں کچھ کمی کر دی گئی ہے۔ مگر اپنے اجداد کے دیوتا کو وہ چھوڑنا پسند نہیں کرتے ہوں گے۔ سُورج کو سوریا دیوتا۔ نارائن متھرا۔ رَوی اور کون کے ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔ سُورج کی منقبت میں منتر دیکھئے:۔

شلوک ۱۔ سب کے مقبول و ممدوح سُوریہ دیوتا کا ہم تصوّر کرتے ہیں۔ جو ہمارے خیالات کو متحرک کرتا ہے۔ یجر وید ادھیائے ۳۔ منتر ۳۵

شلوک ۲۔ طلائی انڈا (سورج) پہلے پیدا ہوا۔ وہ پیدا ہوتے ہی مخلوق کا اکیلا مالک بنا۔ اُسی نے زمین آسمان اور خلا کو قائم کیا۔ اُس دیوتا کے لئے ہم نذریں پیش کرتے ہیں۔

یجر وید ادھیائے ۱۳۔ منتر ۴

شلوک ۳۔ وہ اپنے خلا میں پائے جانے والے اور قریب میں پائے جانے والے مقامات ہست و نیست کو روشن کرتا ہے۔ یجر وید ادھیائے ۱۳۔ منتر ۳

شلوک ۴۔ اے روشن دیوتا یہ سوم رس تیرے پینے کے لائق ہے، تو اس کو پی کر مسرور ہو۔ میرے اس دُعائیہ کلام کو اے لوگو محسوس کرو کہ یگیہ کرانے والا اور اُس کی عورت ثواب حاصل کرے گی اور اس عورت کے اولاد نرینہ پیدا ہو گی۔ اے سُورج دیوتا آج ثواب ہم کو دو۔ کل بھی ثواب ہم کو دو۔ بلکہ ہم کو ہر روز ثواب دیتے رہو، ہم اپنے اس گیت سے اے روشن دیوتا اچھا مقام حاصل کریں۔ یجر وید ادھیائے ۸۔ منتر ۵، ۶

شلوک ۵۔ سوریہ اور وَرُن دیوتا کی آنکھ کی تعظیم کرو۔ بڑے دیوتا کے لئے اس رسم کی پُوجا کرو۔ دُور سے نظر آنے والے دیوتاؤں کو پیدا کرنے والے دانا انسان کے فرزند سورج کے گیت گاؤ۔ یجر وید ادھیائے ۴۔ منتر ۳۵

شلوک ۶۔ جو زمین کو پیدا کرنے والا ہے۔ جو سچے قانون والا ہے۔ جو آسمان کو پھیلانے والا ہے۔ اور جس نے خوشی بخشنے والے پانیوں کو پیدا کیا ہے۔ وہ مجھ کو نہ مارے میں کون دیوتا (سورج) کے لئے نذر پیش کرتا ہوں۔ یجروید ادھیائے ۱۲۔ منتر ۲۔۱

بعض اہلِ علم کا خیال ہے کہ ویدوں کے مصنف دراصل سورج ہی کو پوجتے تھے۔ آگ کو سورج کا نمائندہ یا سورج کی نشانی سمجھ کر پوجنے لگے ہوں گے لیکن یہ خیال غلط ہے سورج ایک اجرامی دیوتا ہے اور آگ ایک عنصری وجود ہے۔ اور آریہ برہمن دونوں کو الگ الگ جانتے ہوئے بھی پوجتے تھے۔ بلکہ وہ آگ کو سورج پر فوقیت دیتے تھے۔

البتہ ہندوستان کے قدیم باشندے جنھیں آریوں نے داس اور غلام بنالیا تھا۔ وہ سورج کے پرستار تھے اور اب بھی وہ سورج کو پوجتے ہیں اور اسے اپنا بڑا دیوتا کہتے ہیں۔

ایران میں بھی سورج کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ایران کے قومی نشان میں شیر کی پیٹھ پر سورج کو چمکتا دکھایا جاتا ہے۔ اہل ایران حضرت زرتشت سے کئی ہزار سال پہلے سے مہر اور متھرا کے نام سے سورج کو پوجتے رہے ہیں۔ آفتاب اُن کے ہفت قبائل کا قدیم معبود تھا۔ زرتشت نے جب اپنا نیا مذہب پیش کیا۔ تو آفتاب کو خدائی سے معزول کر دیا۔ اور آگ کو اپنے خدا اہورا مزدا کا فرزند بنا کر پوجنے کی رسم نکال لی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زرتشت بھی ویدوں کے خوشہ چیں تھے۔ آپ حضرت زرتشت کی مذہبی کتاب اویستا یا یشتھا کا مطالعہ کریں تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ زرتشتی مذہب اور اُس مذہب کے خدا ویدوں کے دیوتاؤں کی بجنسہٖ نقل اور چربہ ہیں جس میں صرف زبان کا فرق ہے۔ دونوں کے اعمال عقاید اور عبادات بالکل یکساں درج ہیں۔ اگنی ہوتر یعنی آگ جلا کر اس میں خوشبوئیں ڈالنا۔ اور جلانا پھر اُس کی راکھ کو مُنہ پر ملنا، جسے ارمغان یا بھبھوت کہتے ہیں، خالص ویدوں کا طریقہ تھا۔ اوستا نے اُسی کو قبول کر لیا۔ اور راکھ کو ارمغان کا نام دے دیا یعنی پجاریوں کی آگ یا راکھ۔ دیگر رسومات میں البتہ تھوڑا سا فرق ہے۔ جیسے ویدوں نے مُردوں کو جلانے کا اور اُن کی راکھ دریا میں بہانے کا حکم دیا ہے۔ تو اوستا میں مُردے کو کسی میلان یا پہاڑ پر لٹا کر چیل، کوّوں، گِدھوں اور بجوؤں کو اُس کا گوشت کھلا دینا ثواب

بتلایا ہے۔ جس کے بعد ہڈیاں کسی تاریک غار یا کنویں میں پھینک کر جاتی ہیں۔ اس میں حکمت یہ نظر آتی ہے کہ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو بتلایا تھا کہ انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے مٹی میں مِل جائے گا اور پھر ایک دن مٹی ہی سے اُٹھایا جائے گا۔ اور اُس دن اُس سے اس کے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ مگر یہ بات ان کی قوم نے تسلیم نہ کی اور فیصلہ کر لیا کہ مُردوں کا گوشت پوست تباہ کر دیا جائے اور ہڈیاں بھی باقی نہ رکھی جائیں تاکہ رہے بانس نہ بجے بانسری یعنی جب گوشت پوست مٹی میں نہ ملے گا تو خدا اس کے ذرّات کو پرندوں کی بیٹ جانوروں کے فضلے میں تلاش کرتا پھرے۔ یا راکھ جو دریا میں بہادی گئی چُنتا پھرے۔ اللہ اللہ ضد اور نافرمانی انسان سے کیا کیا کروا لیتی ہے۔ بے چارے یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ دوبارہ پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ کو دو من گوشت اور من بھر ہڈیاں درکار نہ ہوں گی۔ جس طرح وہ پہلے ایک قطرۂ حقیر سے وجود میں آیا تھا۔ دوبارہ بھی اُسی طرح کسی ایک ذرّے یا قطرے سے پیدا ہو سکتا ہے۔ مگر جب تک انسان اپنے بزرگوں کو خدا کی قربت دلانے اور اُن سے سفارش کروانے، اور مقرب بارگاہ بنوانے اور خدا کے وصال سے ہمکنار کرنے کے چکّر میں ہے، یہ سب کچھ ہوتا رہے گا۔ کوئی اپنے مُردے مٹی میں توپ کر خدا سے قریب کرتا ہے تو کوئی اُسے جلا کر خدا سے ملا دیتا ہے۔ اور کوئی پرندوں درندوں کو کھلا کر سمجھتا ہے کہ وہ خدا کے پاس چلا گیا۔

حاشیہ مرتب: الوجان نے ایرانی کتاب ژندیا اوستا یا شتھا کو زرتشت کی اصل کتاب باور کر لیا تھا جو صحیح نہیں ہے۔ زرتشت کا مذہب اور اُن کی تمام کتابیں سکندر اعظم نے تباہ کر دی تھیں۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ کتاب ارض بابل کے ایک فرزند مانی نے ۲۴۱ء میں شاہ ایران شاپور کے حکم سے ویدوں کو سامنے رکھ کر لکھنی شروع کی اور مشہور کر دیا کہ یہ مضامین اُسے خواب میں سکھائے جاتے ہیں۔ چنانچہ اس کتاب کی اشاعت سے ایران میں جنسی بے راہ روی عام ہو گئی حتیٰ کہ شاہی محلات بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ ماں، بیٹی یا بہن کے ساتھ تعلقات پیدا کر لینا ایران میں عام ہو گیا اور اس کے ماننے والوں کے اثرات سے خود حکومت خائف رہنے لگی۔ تو باپ کے مرنے کے بعد شاہ بہرام نے ۲۷۶ء میں مانی کو اپنے محل میں بلا کر قتل کروا دیا، مگر اس کی کتاب باقی رہی۔ چنانچہ پارسی قوم آج بھی اپنی بیٹی یا بہن سے شادی کر لینے میں کوئی حجاب محسوس نہیں کرتی۔ بلکہ یہ ایک مرغوب رسم سمجھی جاتی ہے۔

چندرماں دیوتا یا ماہتاب خلا سورج کے بعد اجرامی دیوتاؤں میں چندرماں دیوتا کا مرتبہ ہے یعنی چاند کا، اسے سوم دیوتا بھی کہا جاتا ہے۔ دوشنبہ کا دن اسی سے منسوب ہو کر سوموار بنا ہے۔ پھر چاند سورج کی جوڑی بھی مشہور ہے۔ اس لیئے ویدوں نے دونوں کی پرستش سکھائی ہے۔ نمونہ دیکھئے:۔

شلوک ۱؎ روشنی تم ہو۔ تم ہمہ شکل دیوتاؤں کی روشنی ہو۔ تم اے سوم دیوتا جسم کو نقصان پہنچانے والے ہو۔ تم دشمنوں کو سزا دینے والے ہو۔ پیارے سے گھی کی نذر کو قبول کرو۔ نذر پیش کی جاتی ہے۔ یجروید ادھیائے ۵ منتر ۳۵

شلوک ۲؎ اے سوم دیوتا تم ہمارے اناج کو شیریں کرو۔ اے سوم تیرا نام ناقابلِ شکست ہے۔ اس سوم کی نذر قبول کر۔ یہ نذر پیش کی گئی۔ اے سوم دیوتا تم اگنی دیوتا کے پیارے کھانے کو حاصل کرو۔ تم اندر دیوتا کے کھانے کو حاصل کرو۔ تم ہمارے خیراندیش دیوتا سب دیوتاؤں کے کھانے کو قبول کرو۔ یجروید ادھیائے ۷، ۸ منتر ۲

شلوک ۳؎ اے سوم دیوتا یہ جو تیرے مقامات ہیں جن کو لوگ یگیہ کی نذر کے ذریعہ سے پوجتے ہیں۔ وہ سب مقامات تیرے رہنے کے لئے ہیں۔ گھر کو بڑھانے والے اچھے اور بہادر دیوتا۔ آگے بڑھنے والے بہادروں کو نہ مارنے والے اے سوم گھروں کو جیت لے۔

یجروید ادھیائے ۴۔ منتر ۳۷

شلوک ۴؎ اے سوم دیوتا۔ سونا گھوڑے بہادروں کو دے۔ گایوں کا دھن اِدھر لا۔ یہ نذر پیش کی گئی۔ یجروید ادھیائے ۸ منتر ۶۳

سنسکرت میں چاند کو سوم کہتے ہیں۔ اور سوم ایک بوٹی بھی ہے جس کا رس مُتبرک سمجھا جاتا تھا۔ اُس کو آریہ شوق سے پیتے تھے ایران میں اس بوٹی کا نام ہوم یا ہوما تھا۔ اور وہاں بھی یہ برہمنوں کی طرح ایران کے زرتشتیوں میں اجرائے عبادت میں استعمال ہوتی تھی۔ ایرانیوں کا عقیدہ تھا کہ اس کو چاند کی ٹھنڈی کرنیں پیدا کرتی ہیں۔ اسے اب بھی ہندو بڑے شوق سے تیوہاروں میں استعمال کرتے ہیں۔ یہاں یہ علی بوٹی یا حشیش کہلاتی ہے۔ اور کافی نشّی ہوتی ہے۔ یہ شمالی علاقوں کی ترائی میں خوب پیدا ہوتی ہے۔

ویدوں نے ستاروں اور سیاروں کی شان میں بھی بہت سے گیت لکھے ہیں۔ مگر اُن کا تعلق علم نجوم سے ہے اور وہ مذہبی سے زیادہ علمی بحثیں ہیں۔ اس لئے ہم اُن کو حذف کرتے ہیں۔ مگر اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ستاروں کی گردش کا حال بغیر رصدگاہوں سے دیکھے معلوم کر لینا بھی ایک بڑا کام ہے۔ آریہ اس علم کے ماہر تھے۔ اور انہی سے اقوامِ عالم نے یہ علم سیکھا۔ مسلمانوں میں بھی بعض فرقے اس علم کو علومِ باطنی کے نام سے سیکھتے اور اُس کے ذریعہ سے کھاتے کماتے ہیں۔

حاشیۂ مرتب | ہمارے قرآن حکیم نے اس توہم پرستی کا خاتمہ کر دیا۔ وہ کہتا ہے، سورج اور چاند تمہاری خدمت کے لئے بنائے گئے ہیں۔ ۳۳۔ ابراہیم

دوسری جگہ کہتا ہے۔ رات اور دن، سورج اور چاند اللہ کی نشانیاں ہیں۔ پس تم لوگ نہ تو سورج کو سجدہ کرو نہ چاند کو بلکہ اللہ ہی کو سجدہ کرو۔ جس نے اُن چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ ۳۷ حم سجدہ

تیسری جگہ کہا گیا ہے۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ سب کو اللہ نے تمہارے کام سے لگا رکھا ہے۔ جو لوگ غور کرتے ہیں اُن کے لئے اس میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

ویدوں کے عُنصری دیوتا

آتش پرستی

ویدوں کی آتش پرستی یعنی آگ پُوجنے کی رسم ایجاد کرنے میں کچھ بھید ضرور ہوگا۔ آگ جلا کر اس میں صندل، کافور اور بخور اور گھی وغیرہ بلکہ مُشک و زعفران جیسی قیمتی اشیاء ڈال کر جلا ڈالنا بلا مصلحت نہیں ہو سکتا۔

آگ کی پُوجا کے بارے میں ویدوں کے مُفسروں نے ست پد اور برہمنا میں لکھا ہے کہ آگ جب پیدا ہوئی تو مخلوق کو جلانے لگی، اور مخلوق اُسے بُجھانے میں مصروف ہوگئی۔ پس وہ انسان کے پاس آئی اور انسان سے کہا کہ تو مجھ کو قائم رکھ تو میں تجھ کو آخرت میں قائم رکھوں گی۔ انسان نے اس کا کہا مان لیا اور اُس کو بُجھایا نہیں، اسی وجہ سے آریوں نے اُسے پُوجنا شروع کر دیا۔ اور اُسے قائم رکھا یعنی اُس کے لئے آتش کدے بنوائے جہاں وہ مسلسل جلتی رہتی ہے۔

نرکت جو ویدوں کی مستند لغات ہے بتلاتی ہے کہ اگنی کی خاصیت ہے کہ وہ ہر شے کو جلا کر اپنا جیسا کر لیتی ہے۔ یہ کمال کسی اور عنصر کو حاصل نہیں۔ اس لئے ویدوں نے اگنی کو سب پر مقدم بتلایا ہے۔ چنانچہ جب کوئی برہمن مرتا ہے تو اس کے جنازے کے آگے آگے آگ کو لے کر چلتے ہیں اور مرگھٹ میں اُسے رکھ کر جلا دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ آگ نہ ہوتی تو دنیا کا کوئی کام نہ چل سکتا۔ اب ذرا آگ کی شان میں یہ منقبت سُنئے:۔

شلوک ۱ اگنی دیوتا دولت کا مالک ہے۔ طاقت کا مالک ہے۔ وہی مستحکم خاندان کا دینے والا ہے۔ اے با قوت دیوتا ایسا نہ کر کہ ہم تیرے بندے بغیر خون اور بغیر چڑھاوے کے رہ جائیں۔ اگر ہم میں وہی خون نہ ہوتا جو ہم میں ہے تو پھر اگنی کو چڑھاوے کون چڑھاتا۔ اور کون اُس کی پوجا کرتا۔ ہمارے پاس آ اے قوی فتحمند اور پرستش کے لائق اگنی دیوتا۔

رگ وید منڈل ۷، سوکت ۸ منتر ۶

شلوک ۲ اے اِدھر اُدھر پھیلنے والی اگنی تو دوسرے دیوتاؤں کو بلانے والی ہے۔ دُھواں تیرا نشان ہے۔ ہم تجھ کو اے اگنی منو رشی کی طرح پوجتے ہیں۔ اور تجھ کو نذر نیاز سے خوش کرتے ہیں۔ اتھروید کانڈ ۴ سوکت ۲۹ منتر ۳

شلوک ۳ ہم دیوا ترا اور دیوا داتا بھرت رشی کے بیٹے طاقت ور اگنی دیوتا کو لکڑی سے رگڑ کر پیدا کرتے ہیں۔ اے اگنی دیوتا تو رزق لے کر ہمارے پاس آ۔ اور ہماری طاقت کو بڑھا۔ رگ وید منڈل ۲ سوکت ۸ منتر ۱

اس منتر سے پتہ چلتا ہے کہ قدیم زمانے کے آریہ اَرنی لکڑی کو رگڑ کر اُس سے آگ پیدا کرتے تھے جس میں خاص طاقت درکار ہوتی تھی۔ وہ لوہے اور پتھر سے آگ نکالنے سے واقف نہ تھے۔ جو یہاں کے قدیم باشندے اُن سے پہلے سے جانتے تھے۔ اور آگ نکالنے کو کوئی بڑا کام نہیں سمجھتے تھے۔ نہ آگ کو خدا سمجھتے تھے۔ ویدوں نے اس کا اعتراف کیا ہے۔

شلوک ۴ قائم کرنے والوں سے قائم کیا ہوا۔ پہلا بُلانے والا۔ یگھوں میں یگیہ کرنے والا تعریف کیا ہوا جس کو اپنورن اور بھرگو رشی نے جلا کر روشن کیا ہے۔ جنگلوں میں عجیب لوگوں میں پھیلا ہوا دیوتا۔ یجروید ادھیائے ۳ منتر ۱۵

یہاں عجیب لوگوں سے مُراد قدیم باشندے ہیں۔ جو اُسے حاصل کرنے کے لئے کوئی زحمت نہیں اٹھاتے تھے۔ مگر آریا جن کے بزرگوں نے آگ نکالنا سکھایا اسے حاصل کرنے کے لئے بڑی مصیبت اٹھاتے تھے آگے لکھتے ہیں :۔

شلوک ۵ تم اے اگن دیوتا دلوں کے ساتھ پیدا ہوئے ہو۔ تم زمین کو روشن کرنے والے ہو۔ تم اے دیوتا پانیوں سے لائے گئے ہو۔ پتھر کو پتھر پر مارنے سے جنگل کی جڑی بوٹیوں سے۔ اے لوگوں کے پاک مالک تم پیدا ہوتے ہو۔ اے دیوتا اپنی زبان گھی چاٹنے کے لئے تیار کرو۔ نذر پیش کی گئی۔ یجروید $\frac{18}{24}$ و $\frac{11}{7}$

دیکھئے آگ نکالنا کتنا دشوار تھا۔ اس کے لئے گھی کی رشوت بھی دی جاتی تھی۔ کہ جلدی سے نکل آئے۔

اگر بفرض محال اگنی اور آگ ایشور کے نام ہیں تو اس مادّی آگ کو پُوجنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس کے لئے ہوم۔ ہون اور اگنی ہوتر کی رشوتیں کیوں دی جاتی تھیں۔ ظاہر ہے کہ آریہ آگ کو مشکل سے حاصل کرتے تھے۔ اور اسے محفوظ رکھتے تھے۔ اس لئے اُسے بھی پوجنے لگے تھے۔

آگ کی پرستش آج بھی ہو رہی ہے۔ ہندو اگر روزانہ نہیں تو سال میں ایک بار دیوالی کے دن چراغاں کر کے اور آگ جلا کر اپنے اجداد کی رسم پُوری کر لیتا ہے۔ اور غالباً دیانندجی خود بھی اُس دن چھک کر لڈو پوریاں کھانا نہ بھولتے ہوں گے۔ بلکہ جوا کھیلنے بھی ضرور جاتے ہوں گے۔ کیونکہ یہ ویدوں کے احکام کے تحت کھیلا جاتا ہے۔ دیوالی کی اہمیت جوئے شراب اور عیاشی کی اجازت نے بڑھا رکھی ہے۔ آگ کی پُوجا گھروں میں ہندو عورتیں شام کو چراغ جلاتے وقت کر لیتی ہیں۔

حاشیۂ مرتب اور یہی رسوم ہندی مسلمان محرم اور شب برات میں مناتے ہیں اس کا ذکر کیوں نہیں۔

آب پرستی اگنی دیوتا کے بعد ویدوں نے وَرون دیوتا یعنی پانی کو دیا ہے۔ اس کی تعریف چاروں ویدوں میں دوسرے بڑے دیوتاؤں کے برابر کی گئی ہے۔ منتر ملاحظہ ہوں۔

شلوک نمبر ۱ مردانہ لہر تم ہو۔ سلطنت کے دینے والے تم ہو سلطنت ہم کو دو۔ اے ورون دیوتا تو میرے گناہوں کو دھو دے۔ میں نے جو جھوٹ بولا ہے۔ جو گالی دی ہے جو عداوت کسی سے کی ہے اُس کو دھو دے اور مجھ کو جملہ گناہوں سے چھڑا دے۔

رگ وید منڈل ۱۔ سوکت ۲۴ منتر ۶

شلوک نمبر ۲ باہم خوش خوش طاقت والا یہ پانی ہے غیر مغلوب کارکن۔ گھیرنے والا۔ برہمنوں کے گھروں کی مانند جس نے وَرُون دیوتا پانیوں کے فرزند کے لئے زمین کو ماں کی گود اور رہنے کی جگہ بنایا ہے۔ یجروید ۱/۲

شلوک نمبر ۳ زمین کی کھال تم ہو۔ زمین کی گود میں بیٹھو۔ فیاض دیوتا نے زمین آسمان کو تھام لیا ہے۔ اور وسیع زمین کو اُس نے ناپ لیا ہے۔ وہ سب کا راجہ محلوں کے اندر آ کر براجا ہے، درختوں پر بیج کو۔ نطفہ کو انسان میں۔ دُودھ کو گایوں میں اور خیال کو دل میں۔ آگ کو آسمان میں اور سورج کو بھی ورون دیوتا نے رکھا ہے۔ یجروید ۳/۴

اس منتر میں ورون دیوتا کو آگ اور سورج پر فضیلت دی گئی ہے۔ اور اسے زمین کا فرزند بھی بتلایا گیا ہے۔ اسی فضیلت کی وجہ سے ویدوں میں گنگا جمنا سرسوتی۔ نربدا جہلم۔ بیاس۔ راوی اور چناب وغیرہ کی منقبت درج ہے۔ چنانچہ ان دریاؤں کو پُوجا جاتا ہے۔ ان میں اشنان کیا جاتا ہے تاکہ گناہ دُھل جائیں۔ پُرانوں نے بھی ان دریاؤں کی عظمت بیان کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ گنگا میں ایک بار اشنان کرنے سے سات جنم کے پاپ دُھل جاتے ہیں۔ اور نربدا کا صرف دھیان (تصور) کر لینے سے پاپوں کا ناش ہو جاتا ہے۔ یعنی گناہ خود ہی مَر کر تباہ ہو جاتے ہیں، منتر سُنئے:۔

شلوک نمبر ۱ اے گنگا جمنا اے سرسوتی اور جہلم اور بیاس تم سب میری پرارتھنا قبول کرو۔ رگ وید ۷۵/۵ ۱۰

مختصر یہ کہ ویدوں میں دریاؤں اور اُن کے پانی کو پُوجنے کے احکامات درج ہیں

اور پانی کی پُوجا بھی ایک مذہبی فریضہ ہے مصر کے قبطی دریائے نیل کو بہت محترم جانتے تھے، پارسی دریائے فرات اور دریائے اروند کو محترم سمجھتے تھے۔ اُن کے یہاں پانی کے احترام کا یہ حال تھا کہ وہ اپنے مُردے کو پانی سے نہیں نہلاتے تھے کیونکہ اُن کے عقیدے میں پانی پاک اور مُردہ ناپاک تھا۔ وہ ناپاک مُردے کو پاک پانی سے آلودہ کرنا گناہ سمجھتے تھے۔ اگر کوئی مُردے کو پانی سے نہلاتا تھا تو اُس کو دو سو دُرّے مارے جاتے تھے۔ اسی وجہ سے آج بھی پارسی اپنے مُردوں کو گائے کے پیشاب سے پاک کرتے ہیں یعنی گائے کے پیشاب میں کپڑا بھگو کر مُردے کے جسم پر پھیرتے ہیں اور اسی سے جسم کو پُونچھ دیتے ہیں یہی اُن کی طہارت ہے، مگر ہندو اس معاملہ میں اُن سے زیادہ پانی کے پرستار ہیں۔ وہ ہزاروں روپیہ صرف کر کے گنگا اور گوداوری میں نہانے جاتے ہیں۔ اپنے مُردوں کو اُن میں بہاتے ہیں اور اگر جلا دیا ہے تو اُن کی راکھ اور ہڈیاں بہا دیتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ جو ہڈیاں دریا میں بہا دی جائیں وہ سوارتھ ہوتی ہیں اور مُردے کی رُوح مُکت ہو جاتی ہے یعنی نجات پا جاتی ہے۔ اور سیدھی سُورگ لوک (جنت) پہنچ جاتی ہے۔

دریاؤں اور ندیوں کے بارے میں بڑی بڑی کہانیاں لکھی گئی ہیں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ ویدوں میں دریاؤں کی فضیلت درج ہے۔ اور پانی اِن کا ورون دیوتا ہے۔

خاک پرستی یا وطن پرستی

عنصر خاک یعنی زمین کو ویدوں نے ادتی دیوی کا خطاب دیا ہے۔ اسے بھومی ماتا۔ دھرتی ماتا۔ بھارت ماتا وغیرہ ناموں سے بھی یاد کیا ہے۔ اور اُس کی عظمت کے گیت بنائے ہیں۔ اُس کو پُوجنے کا حکم دیا ہے۔ اور یہ حکم اس لئے اہم ہے کہ زمین کو دیوتاؤں کی ماں بیان کیا گیا ہے۔ منتر دیکھئے:۔

شلوک نمبر ۱ زمین تو ہے بھومی تو ہے۔ ادتی تو ہے۔ سب کو اٹھانے والی تو ہے۔ اے ادتی دیوی تو سب کو پالنے والی ہے۔ زمین کی دیکھ بھال کرو۔ اِس کو مضبوط کرو، اِس کو دُکھ مت پہنچاؤ۔ یجروید ۱۳/۱۸

شلوک نمبر ۲ میں صبح و شام ادتی دیوی کی پُوجا کرتا ہوں جو متھرا دیوتا (سورج)

اور ورون دیوتا (پانی) کی ماں ہے۔ رگ وید ۱۰ $\frac{66}{3}$

شلوک ۳ متھرا دیوتا۔ اریما دیوتا اور ورُن دیوتا جو گناہوں کا ناش کرنے والے ہیں۔ وہ ادتی دیوی کے بیٹے ہیں۔ ادتی کو نذر پیش کرو۔ رگ وید ۶ $\frac{67}{4}$

شلوک ۴ اے ادیتا دیوی سُکھ کے لئے مضبوط ہو۔ تم سکھ دینے والی اور دِلفریب ہو۔ یہ نذر پیش کی گئی۔ یجروید $\frac{11}{69}$

ادتی دیوی یعنی زمین ویدوں کی جنم بھومی ماتا اور پوجمان یعنی قابل پرستش ہے۔ اسی پر اُن کے بچے کھیل کود اور پل بڑھ کر جوان ہوتے تھے اور سکھ چین اٹھاتے تھے۔ آریئے اکناف عالم میں پھیلے اور وہاں کے مناظر قدرت کی رنگینیوں سے مسحور ہوئے تو مادرِ زمین کے گن گانے لگے۔ چنانچہ آج بھی آریائی نسلیں جہاں بھی آباد ہیں مادرِ وطن کی بڑی پرستار ہیں۔ یہ جب اپنے وطن سے لٹے پٹے یہاں آئے تھے تو تباہ حال اور سراسیمہ تھے۔ انھوں نے آشوریوں سے زک اٹھائی تھی اور شکست کھائی تھی۔ یہاں کے امن پسند مقامی باشندوں میں پہنچ کر گویا اُن کے دن پلٹ گئے اور وہ پھر دولت و ثروت کے مالک بن گئے۔ چنانچہ رگ وید میں یہاں کی قدیم قوموں کی دولت و ثروت کا ذکر موجود ہے۔

شلوک ۵ یہاں کے شودر اور داس باشندوں کے پاس سونا افراط سے ہے۔ اُن کے پاس جانوروں کے بڑے بڑے ریوڑ ہیں۔ اُن کے کھیتے غلہ اور اناج سے بریز ہیں۔ اُن کے سر بفلک قلعے ہیں۔ اور وہ بڑے مالدار ہیں۔ اے دیوتا تم شودروں کی دولت ہم کو دلا دو، اُن کے جانوروں کے باڑے ہمارے لئے کھول دو اور ان کا زر و مال سونا چاندی ہمارے پاس لاؤ۔"

گویا اس سرزمین نے اُن کو مالا مال کر دیا۔ پس انہوں نے شکر گزاری میں بھارت ماتا کی پُوجا شروع کر دی اور اپنے بچوں کو بھی اس دھرتی کی پُوجا سکھائی اور وہ آج بھی اسے پُوج رہے ہیں۔ وطن پرستی کی تعلیم آریوں ہی کی پھیلائی ہوئی ہے، اور وہ ساری دُنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ اسلام نے اس خیال کی نفی کی ہے۔ وہ کہتا ہے زمین خدا کی ہے اور خدا جسے چاہتا ہے اُس کا وارث بنا دیتا ہے۔ چنانچہ جو زمین آریوں کی ہو گئی تھی وہ مسلمانوں کو مل گئی

اور مسلمانوں سے چھنی تو انگریزوں کو ملی۔ اور اب پھر انگریزوں سے نکل کر مسلمانوں اور برہمنوں میں تقسیم ہوئی ہے۔ مگر یہ تقسیم دائمی ہے یا عارضی اس کا فیصلہ تو مستقبل کرے گا۔

باد پرستی یعنی ہوا کی پوجا۔ عناصر اربع میں ہوا ایک غیر مرئی عنصر ہے جو آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا۔ مگر اس کی قوت سے اس کی ماہیت نہ جانتے ہوئے بھی انسان اپنے ابتدائی دور سے واقف ہے اس کا بڑی بڑی آندھیاں لانا اور لاکھوں من پانی سے لدے ہوئے بادلوں کو اِدھر اُدھر ہچکولے دیتے ہوئے لے جانا انہوں نے دیکھا تھا۔ اس لئے اُسے بھی اپنا معبود تسلیم کرلینے میں انھیں وِی بس ؤپیش نہ ہو۔ ویدوں نے اُسے وایو دیوتا کا نام دیا اور اُس کی شان میں گیت لکھ ڈالے۔ جن سے اُس کی پوجا شروع ہوگئی۔ منتر ملاحظہ ہوں:۔

شلوک ۱/۲ اے وایو دیوتا۔ پاک رس کو پینے والے ہمارے قریب ہو۔ اے دیوتا تیری ہزار گھوڑوں کی جوڑی ہے۔ اے سب پر محیط دیوتا ہم تیرے پاس مست کرنے والا سوم رس لائے ہیں۔ جس کا پہلا گھونٹ تم لے چکے ہو۔ اے دیوتا ہماری نذر کو قبول کرو۔

یجر وید ادھیائے ۷۔ منتر ۷

ویدوں میں ایسے بہت سے منتر ہیں، اُن کا نقل کرنا فضول ہے۔ ہمیں دیانندی بزرگوں سے کوئی شکوہ نہیں کہ ویدوں کو وہ پھر زندہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور ہندوستان میں ویدک رام راج قائم کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ مگر ہم بیسویں صدی کے علمی دور میں اُن بدنصیب ہندوؤں کے حال پر ضرور افسوس کریں گے جو انگریزی سائنس اور تاریخ پڑھنے کے بعد بھی عہد جاہلیت کے دیوتاؤں کی پرستش پر مجبور ہیں۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہندوستان کا قومی ترانہ خدا پرستی سے ہٹا کر انہی عناصر اربع کی پرستش سکھاتا ہے۔ ہندوستان کا قومی ترانہ ملاحظہ فرمائیے:۔

وندے ماترم

میں تیرا بندہ ہوں اے میری ماں (مادر وطن)

میرے اچھے پانی۔ اچھے پھلوں

اور بھینی خنک جنوبی ہواؤں
شاداب کھیتوں والی میری ماں
حسین چاندنی سے روشن رات والی
رس دار پھلوں اور گنجان جنگلوں والی
میٹھی ہنسی اور میٹھی زبان والی
سُکھ دینے والی ۔ برکت دینے والی میری ماں
اے ماں تو کمزور ہے
تو ہی ہمارے بازوؤں کی قوت ہے
میں تیرے قدم چومتا ہوں
تو دشمن کے لشکر کی غارت گر ہے
اے میری ماں ۔ بندے ماترم
تیری ہی حسین مورتی ہر مندر کی رونق ہے
تو ہی دُرگا ہے دس مسلح ہاتھوں والی
تو ہی کملا ہے کنول کے پھول کی بہار
تو ہی پانی ہے علم سے بہرہ مند کرنے والی
میں تیرا غلام ہوں غلاموں کا غلام ہوں
غلام کے غلام کا غلام ہوں ۔

(بے تیغ سپاہی ص۱۴۱)

ماشاءاللہ کیا آزادی ہے اور کیا بہادری ہے کہ نئی قوم کو غلامی پر فخر کرنا سکھایا جاتا ہے اور اگر کوئی اللہ واحد کا پرستار اس میں جہالت شرک اور گمراہی محسوس کرے تو اُسے کاٹ کر پھینک دینے کا جذبہ پیدا کیا جاتا ہے ۔

افسوس ہندو ذہن ایک ہزار سال تک مسلمانوں کے ساتھ رہنے کے باوجود اپنے ایشور کو نہ پہچان سکا وہ اسے جانوروں درندوں، آسمانی بلاؤں، ستاروں اور

ستّاروں ہی میں تلاش کرتا رہا۔ مگر یقیناً اس میں اُن کا قصور نہیں ہے۔ قصور تو مسلمانی کا ہے جو اُن کو ہزار سال میں بھی اتنا مہذب نہ بنا سکے، جتنا انگریزوں نے دو سو سال میں بنا دیا اور اس کی وجہ یہی ہے کہ خود وہ مسلمان جو یہاں آئے اسلام سے واقف نہ تھے۔ وہ ہندوؤں میں مل کر جذب ہو جانے کا ارمان رکھتے تھے۔ بابر اور اکبر کے حالات سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے۔

چوتھا باب

ویدوں کے اِنسانی خدا

اندر دیوتا یہ ویدوں کے تمام دیوتاؤں کا راجہ شمار ہوتا ہے اس کی تعریف میں صرف رگ وید کے اندر ۳۱۲۸ شلوک درج ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آریوں کا سب سے بڑا دیوتا ہے۔ رگ وید بتلاتا ہے کہ وہ رتھ میں سوار ہو کر آریوں کے دشمنوں داسوں اور شدروں سے لڑتا ہے۔ اُس کا وجر یعنی گرز آہنی ہے۔ راکشش یعنی دیو بھوت اس کا گرز دیکھ کر ہیبت سے بے دم ہو جاتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

اندر دیوتا کی قیام گاہ سُورگ میں ہے اور یہ سُورگ کوہ قاف کی چوٹیوں پر ہے۔ وہاں پریاں اور دیو اُس کے دربار میں ناچتے گاتے ہیں۔ پریاں جو ناچتی ہیں اُن کے نام رمبھا، منیکا، اروسی، برم لوچنی، الوم لوچنی، چتر لیکھا، وغیرہ ہیں۔ پریوں میں رمبھا۔ منیکا بہت حسین ہیں۔ دیو جو اندر دیوتا کے دربار کے گویئے ہیں۔ اُن کے نام یہ ہیں چتر سین، گندھرپ سین، دسواسو، یہ سب بڑے ماہرین موسیقی ہیں۔ یہ جب گاتے ہیں تو ساکنانِ جنت پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

اندر دیوتا کی بیگم کا نام اندرانی ہے۔ اندر دیوتا شراب اور سوم رس کے بڑے شوقین ہیں۔ اس لئے اُن کے پجاری ان کو شراب اور سوم رس کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ بعض اوقات وہ سوم رس یعنی بھنگ زیادہ پی جاتے ہیں اور بیمار پڑ جاتے ہیں تو اُن کا آسمانی حکیم جس کا نام اشونی کمار ہے ان کا علاج سرسوتی دیوی کے مشورے سے کرتا ہے اور اُنہیں ٹھیک کر لیتا ہے۔

اندر دیوتا بڑے رنگیلے دیوتا ہیں، یہ چھتریوں کے دیوتا مانے جاتے ہیں اور برہمنوں

کے بڑے دیوتا برہسپتی جی ہیں۔ اور جس طرح چھتری کُل دُنیا کے راجہ ہیں اُسی طرح اندر دیوتا کُل دیوتاؤں کے راجہ ہیں۔ اندر دیوتا کی شان میں ویدوں کے منتر ملاحظہ ہوں:۔

شلوک نمبر ا سبز رنگ کے گھوڑوں کو اپنی رتھ میں جوتنے والے اندر دیوتا ہم تیری ثنا کرتے ہیں۔ اور تیری شان میں وید منتر بناتے ہیں۔ تو ہم کو اپنی کرپا (مہربانی) سے وید منتروں کے بنانے کی عقل دے۔ رگ وید منڈل ا۔ سوکت ۶۲ منتر ۱۲

شلوک نمبر ۲ اے اندر دیوتا جیسے گائیں گوسالے میں کھڑی ہیں ویسے ہی میں بدن شالا میں کھڑا تیرے وید منتر بناتا ہوں۔ رگ وید ۲۲/۲

شلوک نمبر ۳ اے سب کے خالق۔ نذر سے بڑھنے والے تو نے اندر کو لاثانی محافظ بنایا ہے۔ اسی لئے اس کو اگلے لوگوں نے سجدہ کیا کیونکہ اندر طاقتور اور پرستش کے لائق ہے۔ یجروید ۸/۴۶

شلوک نمبر ۴ اے طاقت سے طاقت کو جیتنے والے دیوتا ہم تجھ کو حاصل کرنے میں ناکام نہ ہوں۔ اے وجر (گُرز) ہاتھ میں رکھنے والے دیوتا رتھ پر چڑھ۔ گھوڑوں کی لگام ہاتھ میں تھام۔ یجروید ۱۱/۲۲

شلوک نمبر ۵ اے اندر دیوتا جیسے باپ بیٹے کی نگہبانی کرتا ہے ویسے اسونی کمار دیوتا نے اپنے کام سے تیری مدد کی (یعنی علاج کیا) سرسوتی دیوی تجھ کو سیراب کرے۔ اے دیوتا تو طاقت والے سوم رس کو پی۔ یجروید ۱/۳۲

شلوک نمبر ۶ بلند گیت گاؤ۔ دشمنوں کو مارنے والے اندر دیوتا کے لئے جس کے ذریعہ سے سوم رس میں مشغول برہمنوں نے روشن دیوتا کے لئے روشنی کو پیدا کیا ہے۔ اے برہمن سِل اور بٹّے سے کچل کر تیار کئے ہوئے سوم رس کو کپڑے میں ڈالو چھاننے کے لئے۔ یجروید ۲۰/۷۹

یعنی اندر جی کے لئے بھنگ گھوٹی جا رہی ہے۔ یہ کپڑے سے چھان کر دودھ میں مِلا کر پیش کی جائے گی۔ مگر ضروری نہیں کہ اندر جی پئیں۔ اسے خود برہمن پجاری ہی پی جائیں گے مگر عقیدہ ہے کہ اس کا ثواب اُن کو مِل جائے گا۔ اور اندر جی خوش ہو کر بہت سا دھن دولت سیاہ نام داسوں اور شُدروں سے چھین کر ان کے چھتریوں کو دیدیں گے۔ جو بعد کو برہمنوں میں تقسیم ہو گا۔ اور مزید بھنگ گھوٹنے کے کام آتا رہے گا۔

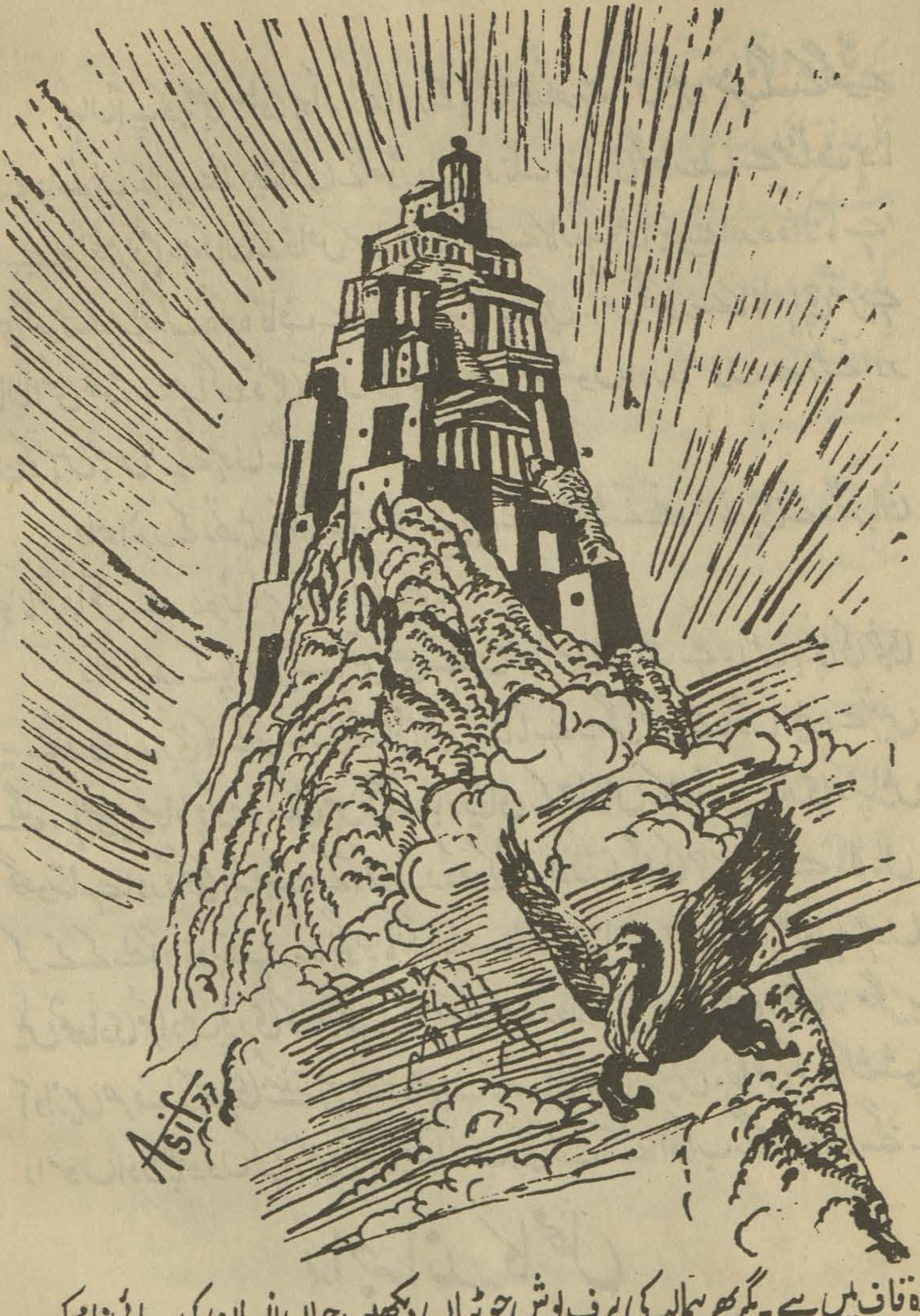
یہاں آپ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ راجہ اندر کے پاس جو رتھ ہے، اُس میں سبز رنگ کے گھوڑے جوتے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ دیوتاؤں کے گھوڑوں کا رنگ دُنیاوی گھوڑوں سے مختلف ہونا چاہیئے۔ چنانچہ مرقوم ہے کہ اُن کے خاص سواری کے گھوڑے کا رنگ بھی سبز ہے اور وہ اُڑتا ہے، اُسی گھوڑے پر بیٹھ کر وہ کوہ قاف سے دُنیا کی سیر کو آتے ہیں۔ اُس گھوڑے کا نام اچی شروہ ہے غالباً اُسی گھوڑے پر آ کر وہ کبھی آریوں کی طرف سے راکششوں اور داسوں سے لڑتے اور اُن کو تہس نہس کرتے ہوں گے۔

راجہ اندر کے رتھ میں آٹھ گھوڑے جوتے جاتے تھے جو اُڑتے تھے، اندر جی کے رتھ بان کا نام ہاتل ہے۔ وہ بڑا ماہر رتھ بان ہے۔

راجہ اندر کے پاس ایک ہاتھی بھی ہے جس کا نام ایراوت ہے۔ اس ہاتھی کی خوبی یہ ہے کہ وہ اندر جی کو لے کر ساری دُنیا کی سیر کرواتا ہے۔ مگر اُس کے پاؤں زمین سے نہیں لگتے۔ ہاتھی پر سوار ہو کر وہ سال میں ایک بار دیوالی کے چراغاں کے موقعہ پر ساری دُنیا میں گھومتا ہے اور دُکھی انسانیت کے دُکھ درد دُور کرنے اور زندگی کی خوشیوں سے مالا مال کرنے کے لئے آواز دیتا ہے۔ مانگو جو مانگنا ہے۔ لے لو جو لینا ہے، میں تمھارا پالن ہار ہوں۔ میں تمھاری مُرادیں پوری کرتا ہوں۔ میں دُکھ درد دُور کرتا ہوں وغیرہ وغیرہ۔ مگر یہ آوازیں صرف برہمن ہی سُنتے ہیں۔ دوسروں کو سُنائی نہیں دیتیں۔ خاص کر راکششوں داسوں اور اچھوتوں کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ اندر جی کب آئے اور کب گئے اور ڈکار گئے۔

راجہ اندر کا محل

راجہ اندر کے محل کے بارے میں آریوں کو یاد نہ رہا کہ یہ کہاں واقع ہے اور کیسا ہے۔ اس کی کوئی تصویر نہ مل سکی۔ یونانیوں نے اپنے دیوتا کا محل اولمپس کی برف پوش چوٹیوں پر بتایا ہے۔ مگر وہ بھی نہیں جانتے تھے کہ یہ اولمپس کہاں ہے۔ بعض جگہ اسے ایلپس کی چوٹیوں پر بتایا ہے اور بعض جگہ کاکیشیا کے پہاڑوں پر یعنی کوہ قاف پر۔ اور یہی ہندوستانی آریوں کا حال ہے۔ انہیں خیال تھا کہ راجا اندر کا استھان یا پرستان



کوہ قاف میں ہے۔ مگر پھر ہمالیہ کی برف پوش چوٹیاں دیکھیں جہاں انسان کی رسائی ناممکن تھی تو انہی کو دیوتاؤں کا استھان سمجھ لیا۔ چنانچہ دریائے برہم پتر کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ یہ برہما دیوتا کی چوٹی سے نکلا ہے اور برہما جی ہمالیہ کی چوٹی پر براجمان ہیں۔ مگر برہما جی کے پاس اُڑنے والا گھوڑا نہیں۔ یہ گھوڑا راجہ اندر کا ہے۔ جو اُس کو دنیا میں لاتا اور لے جاتا ہے۔ اُڑنے والے گھوڑے، ہاتھی اور بیل کی تصویریں بھی مِل جاتی ہیں،



راجہ اندر کی تصویر

راجہ اندر کی تصویر دستیاب نہ ہو سکی۔ ہم یونانی دیوتا ZEUS (ذیوس، جسے وہ جوپیٹر یا زمین کا باپ کہتے تھے۔ لگا رہے ہیں۔ تصویر میں جوپیٹر بجلی کے کوڑے مار کر بادلوں کو بارش برسانے بھیج رہا ہے۔ ہندو عقیدہ بھی یہی ہے کہ راجہ اندر بادلوں کو بجلی کے کوڑوں سے مارتا ہے، تو بادل چیختے چنگھاڑتے بھاگتے ہیں۔ اور جہاں وہ حکم دیتا ہے، جا کر برس جاتے ہیں۔

اسی طرح بارش کے زمانے میں جو رنگین کمان آسمان پر نظر آتی ہے، اندر دھنش کہلاتی ہے یعنی اندر کی کمان۔

<u>حاشیہ مرتب</u> یہاں یہ بتلانے کے لئے کہ یونانی ذیوس دراصل سنسکرت لفظ دیو یا دیوا کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ اور یہی لفظ قدیم ہندوستانی زبان میں شیوا (SHIVA) تھا۔ ہمیں تھوڑی سی علمی تفصیل میں جانا ہوگا۔

جوپیٹر اور راجہ اندر کے حالات بالکل یکساں ہیں اس کے رہنے کی جگہ کوہ قاف ہے، اس کی سواری اڑتی ہے۔ دونوں عیاشی اور بدکاری کے ماہر ہیں۔ یہ نہ صرف دیوتاؤں کی بیویاں لے بھاگتے اور ورغلانے کے عادی تھے بلکہ اپنے پرستاروں اور بندوں کی بہو بیٹیوں

پر بھی ہاتھ صاف کر دیتے تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایک ہی دیوتا ہے۔ جو یونان اور ہندوستان میں پوجا جاتا تھا، صرف ماحول اور حالات کی تبدیلی کی وجہ سے شکلیں صورتیں بدل گئی ہیں، حتیٰ کہ عیسائیوں میں وہی سانتا کلاز کے نام سے اور مسلمانوں میں خواجہ خضر یا ادیس قرنی کے نام سے موجود ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھیے (ارمغان عجم)

یونانیوں کی عادت تھی کہ وہ غیر زبان کے ناموں میں حرف S لگا دیتے تھے ۔ جیسے ہندوستان کے راجہ پورو کو انھوں نے پوروس PORUS لکھا، جسے انگریز پورس پڑھنے لکھے جو غلط ہے۔ ہندو کو یونانیوں نے INDUS (اندوس) لکھا۔ انگریزوں نے اسے انڈس پڑھا، یہ بھی غلط ہے۔ مصری دیوتا عوزیر کو یونانیوں نے OSIRIS لکھا مگر قرآن نے اُس کا صحیح تلفظ عُزیر بتلایا ہے۔

اسی طرح دیو یا دیوا سے یہ لفظ یورپ میں DEUS ہوا پھر ZEUS بن گیا۔ رومی اسے TEO (تیو) بھی لکھتے تھے۔ لفظ ADIEU بمعنی خدا حافظ۔ دیوتا کے حوالے اور DEVOTEE بمعنی پرستار عقیدتمند میں لفظ دیو موجود ہے۔ ہندوستان میں دیو کو تیو بھی کہا جاتا ہے جس سے تیوہار بنا ہے یعنی دیوتا کا دن چھٹی یا جشن کا دن انگریزی TUESDAY میں اُسی دیوتا کا تیو موجود ہے۔

د کا ذ سے بدل جانا فارسی اور عربی میں رائج ہے، لفظ خدا پہلے خذا تھا۔ موبد کو موبذ بھی کہا جاتا تھا یا جیسے استاد کو استاذ۔ استفادہ کو استفاذہ لکھتے ہیں۔ اسی طرح دیو سے ذیو ہو گیا اور ذیو سے ذیوس بن گیا اور ہندوستانی لفظ شیو یا شیوا بھی دراصل ذیوس کی دوسری شکل ہے جو آریوں سے پہلے ہندوستان آگئی تھی۔ یورپ میں بھی Z۔S اور S.H کی آوازیں بدلتی رہتی ہیں۔

شاستروں اور پرانوں میں یونانی دیومالا کی طرح دیوتاؤں، خاص کر راجہ اندر کی بھی ... بے حد گھناؤنی پیش کی گئی ہے۔ نمونہ دیکھیے :-

اندرا کی بزدلی | پُران میں ہے کہ ایک رشی (بزرگ) وشوامتر نے اس درجہ ریاضت کی کہ اندر دیوتا کو خطرہ لاحق ہوگیا کہ وہ انسان سے دیوتا بن جائے گا، اور پھر ممکن ہے سورگ پر قبضہ کرے۔

اندرا نے اپنی قابلِ اعتماد اپسرا (حور یا پری) منیکا کو حکم دیا کہ جاؤ اور اس رِشی کو ورغلا کر اُس کی تپسیا (ریاضت) بھنڈ (ضائع) کردو۔

منیکا دنیاوی عورت کی شکل میں آئی اور رشی کی کُٹیا کے سامنے ناچنے لگی۔ اُس کا لباس ڈھیلا ڈھالا اور ریشمی تھا جس میں سے اُس کا گورا بدن صاف دکھائی دے رہا تھا اور ہوا کے جھونکے سے بار بار کھل بھی جاتا تھا۔ رشی اس منظر کی تاب نہ لاسکا اور جلد ہی اُس سے ملوّث ہوگیا (ہم کالیداس کے الفاظ نقل کرنے سے قاصر ہیں کیونکہ وہ فحاشی کی حد تک گندے ہیں) منیکا حاملہ ہوگئی۔ اور رشی کے ساتھ کٹیا میں رہنے لگی۔ وضع حمل کے بعد وہ بچّی کو چھوڑ کر اندر دیوتا کے پاس چلی گئی۔

رِشی نے بچّی کا نام شکنتلا رکھا۔ اور اسے پال پوس کر بڑا کیا۔ مگر جوان ہوتے ہی یہ لڑکی کسی سے پھنس گئی۔ یہ ایک دوسری فحش کہانی ہے۔

اُس کے بعد رشی پھر ریاضت میں مصروف ہوگیا۔ اور اندرا کے لیے پریشانی کا باعث ہونے لگا۔ اس بار اندرا نے دوسری اپسرا رمبھا کو حکم دیا کہ جاؤ اور رِشی کو ورغلاؤ۔ مگر وہ تنہا جاتے ہوئے ڈری۔ تو خود راجہ اندر کوئل کی شکل میں اُس کے ساتھ آیا۔ کوئل نے سارے جنگل کو اپنی سُریلی آواز سے مسحور کردیا۔ شور سُن کر رِشی مراقبے سے اُٹھا تو دیکھا کہ حسین رمبھا مادر زاد ننگی اُس کی کٹیا کے سامنے رقص کر رہی ہے، پہلے تو رِشی کی نیت خراب ہوگئی مگر وہ سنبھلا اور سمجھ گیا کہ پھر راجہ اندر نے شرارت کی ہے۔ اُس نے رمبھا کو بددعا دی، جس سے وہ پتھر کی مورت بن گئی۔ اندر دیوتا نے یہ ماجرا دیکھا تو ڈر کر سورگ کی طرف بھاگ گیا۔ اور پھر رشی کو نہیں ستایا۔

اندر دیوتا کی اخلاقی پستی | اسکند پُران میں ہے کہ راجہ اندر ایک بار گوتم رشی کی بیوی اہلیا پر عاشق ہوگیا۔

اندر نے سوم دیوتا (چاند دیوتا) سے مدد مانگی اور اسے لے کر گوتم کے گھر پہنچا۔ سوم دیوتا نے مرغ کی شکل میں گوتم کے گھر پر چڑھ کر بانگ دی۔ گوتم سمجھا صبح ہو گئی۔ جلدی سے اُٹھ کر گنگا اشنان کرنے چلا گیا۔ وہاں دریا نے پوچھا "آج آدھی رات کو نہانے کیسے آ گئے خیر تو ہے" رشی خفیف ہو کر واپس لوٹا۔ مگر اسی دوران راجہ اندر گوتم کی شکل اختیار کر کے اس کی بیوی سے فارغ ہو چکا تھا۔

شوہر کی واپسی پر اہلیا کو پتہ چلا کہ اُسے دھوکا دیا گیا ہے۔ اُس نے سب حال شوہر کو بتا دیا۔ تب رشی کو معلوم ہوا کہ یہ شرارت راجہ اندر کی ہے۔ اُس نے بد دعا دی کہ اندر دیوتا شریفوں کی محفل میں بار نہ پائے۔

آپ نے پڑھا ہے کہ اندرا راجپوتوں کا دیوتا ہے۔ برہمن اُس سے خوش نہ تھے۔ اس لئے ایسے قصے اُس سے منسوب کئے گئے ہیں۔ نیز یہاں گوتم کا ذکر کر کے مہاتما بدھ پر بھی حملہ کر دیا گیا ہے برہمن مہاتما بدھ سے بھی خوش نہ تھے۔

وشنو دیوتا

وشنو دیوتا کا ذکر چاروں ویدوں میں موجود ہے۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وید بنانے والے برہمنوں نے عمداً یا سہواً اس کو ایک علیحدہ شخصیت دیدی ہے۔ ورنہ دراصل یہ اندر دیوتا ہی کا دوسرا رُوپ ہے۔ یعنی اُس کا دوسرا نام ہے۔

لفظ وشنو، وش سے بنا ہے۔ وش کے معنی زہر کے ہیں گویا یہ زہریلا دیوتا ہے۔ یہ تعریف اُس کی قہاری کا اظہار کرنے کے لئے کی گئی ہے۔ جیسے دیوتاؤں کی قہاری و خلاقی کے اظہار کے لئے اُن کو ہزار پاؤں کا دیوتا لکھا گیا ہے۔ اور جیسا کہ ہم نے اوپر لکھا ہے یہ دراصل راجہ اندر یعنی اُسی نمرود بابلی کا دوسرا نام ہے جسے دُنیا بھر کے آریہ نسل کے افراد شیر ببر کے جون میں پُوجتے ہیں۔ اس کی تصویر ایک چار ہاتھ اور شیر کے سر والے انسان کی شکل میں بنائی گئی ہے اور اُسے بھیانک اور پُر ہول شخصیت کا مالک قرار دیا گیا ہے یہی اقوامِ عالم میں شیر خدا (LION GOD) کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ اس خدا سے متعلق تفصیلی بحث ہم تثلیث پرستی کی ابتدا کے تحت کر رہے ہیں۔ یہاں صرف ویدوں

اور پُرانوں میں اُس کا تعارف درج کیا جاتا ہے۔ پُرانوں کے بیان کے مطابق وشنو دیوتا



برہم دیوتا سے بھی بڑا دیوتا ہے، اُس نے برہما کو پیدا کیا اور اُسے چمن بندی کا کام سونپ دیا۔ ویدوں میں اُس کی منقبت اس طرح مذکور ہے:۔

شلوک نمبر ۱ وشنو دیوتا کے چمتکار (کرشمے) دیکھو۔ اُس نے خواہش کو باندھ رکھا ہے، وہ اندر دیوتا کا ہم صحبت دوست ہے۔ وشنو کے اعلیٰ مقام کو صرف عالم لوگ ہی دیکھتے ہیں. جو آسمانوں پر نظریں دوڑاتے ہیں۔ یجروید $\frac{6}{4}$

شلوک نمبر ۲ اس دُنیا کو وشنو دیوتا تین قدم میں ناپ لیتا ہے۔ ساری دُنیا اُن کے قدموں میں ہے۔ یجروید $\frac{5}{15}$

شلوک نمبر ۳ اناج والے دیوتا دو دھیل گایوں والے دیوتا۔ لذیذ کھانوں والے دیوتا۔

وشنو تم زمین اور آسمان کے بنانے والے ہو۔ اور تم ہی زمین کو ٹھہرائے ہوئے ہو میخوں کے ساتھ تم کو یہ نذر پیش کی گئی ہے۔ یجروید ۵/۱۶

شلوک ۱۸/۲ وشنو کی کیا شان بیان کی جائے۔ وہ زمین کے طبقات کو ناپتا ہے ماورا کے مقامات کو تھامتا ہے۔ لمبے لمبے قدم دھرتے ہوئے اے وشنو آسمان سے زمین سے اور خلا سے اپنے داسوں کو دولت سے بھر دو اور دائیں بائیں عطا کرو۔ یجروید ۵/۱۸

شلوک ۵/۲۰ وشنو اپنے کاموں کی وجہ سے تعریف کیا گیا ہے۔ وہ خوفناک رنڈ پہاڑوں میں ٹھہرا ہوا شیر ببر کے مانند ہے جس کے وسیع قدموں میں مخلوق رہتی ہے۔

یجروید ادھیائے ۵ منتر ۲۰

وشنو کو ہندو معاشرے میں دوسرے ناموں سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اسے جگناتھ اور نٹ راج بھی کہتے ہیں۔ نٹ راج کے معنی نٹوں کا بادشاہ یعنی مسخرہ۔ اور صورت بھی اُس کی مسخروں جیسی بنائی گئی ہے۔ اس کے چار ہاتھ، شیر جیسا بھیانک چہرہ اُس پر اُس کا ناچنا تھرکنا۔ دیوتا سے زیادہ مسخروں ہی کا کام معلوم ہوتا ہے۔

برہما دیوتا

برہما دیوتا کو ویدوں نے چمن بندی کائنات کی خدمت سپرد کی ہے اور اسے بڑا دیوتا تسلیم کیا ہے چنانچہ لفظ برہمن اسی نام کی نسبت سے اخذ کیا گیا ہے۔ یہ لوگ خود کو برہم پُتر کہتے ہیں یعنی برہم کی اولاد۔ گذشتہ صفحات میں آپ نے پڑھا ہے کہ ایشور جب ریاضت سے گرم ہوا تو دو حصّوں میں تقسیم ہو گیا۔ اُس کا چوتھائی (۱/۴) اس دُنیا میں رہا اور پون (۳/۴) حصّہ آسمان پر چلا گیا۔ ان حصّوں کا نام شبل برہم یعنی فنا پذیر غیر پاک اور شُدھ برہم لافانی غیر حادث اور پاک برہم بتلایا گیا ہے۔ اس میں برہم کا نام ایشور یعنی سب سے بڑے خدا کے ساتھ ملحق رکھنے میں بھی یہی راز ہے کہ برہم کا تعلق ایشور کے ساتھ قریبی تھا۔

واضح رہے کہ خدا کو دو حصّوں میں تقسیم کرنے کا خیال ویدوں کا اپنا خیال نہیں ہے یعنی ویدوں کے بنانے والے اتنے بڑے مفکر نہ تھے جو وہ خود کوئی نظریہ پیش کر سکتے۔ یہ تصور دراصل انھوں نے کلدانیہ کے کاہنوں سے لیا تھا۔ اُنھوں نے اپنے سورج دیوتا کے بارے میں



بنالیا تھا کہ اس کی ۱/۳ حدت اور روشنی ہماری دنیا تک پہنچتی ہے کیونکہ وہ ہم سے لاکھوں میل دور ہے۔ اور ۲/۳ حدت اور روشنی بالائی فضا یعنی آسمانوں کو ملتی ہے۔ برہمنوں نے اسی تصوّر کو اپنایا تو اپنے ایشور جی کو تقسیم کر ڈالا۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک بھونڈی نقل تھی۔ اور احمقانہ بھی مگر اس کا کیا کیا جائے کہ سماجی جہلائے اپنے ویدوں کو الہامی کتابیں سمجھ کر اس میں عقل کی باتیں تلاش کرتے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ برہما کا تعلق کلدانیہ (ارض بابل و نینوا) کے کاہنوں سے تھا جو آفتاب پرستی کرتے تھے اور اجرام فلکی پر مکمّل معلومات رکھتے تھے۔ وہ ستاروں کی گردش

اور سیاروں کے اثرات پر جو علوم چھوڑ گئے ہیں وہ آریوں اور مسلمانوں میں آج بھی موجود ہیں اور علم نجوم، رمل جفر دست شناسی وغیرہ کے ناموں سے رائج ہیں۔ یہ علوم روح اسلام کے منافی ہیں۔ مگر مسلمان بھی ان سے استفادہ کرتے ہیں۔ ان کتابوں کے پڑھنے سے آپ کو معلوم ہوگا کہ نمرود کے دربار میں ان کاہنوں کا بڑا اثر رسوخ تھا۔ آذر نام کا ایک بڑا کاہن مجسمہ سازی بھی کرتا تھا۔ اُس کے بیٹے نے سوچنا شروع کیا کہ اس کائنات کو بنانے والا اور چلانے والا سورج ہے یا کوئی اور۔ اور پھر فیصلہ کیا کہ سورج ایک مقررہ سمت سے نکلتا ہے مقررہ راستے پر چلتا ہے اور مقررہ مقام پر ڈوب جاتا ہے یعنی وہ کسی بڑی قوت کا پابند، تابع اور محکوم ہے پس وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد وہ بادشاہِ وقت سے ملا جو خدائی کا دعویٰ رکھتا تھا اور عوام سے خود کو پجوا رہا تھا۔ اور اُس کی خدائی کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اس مزعومہ خدا نے پوچھا کہ تم کس بنا پر میری خدائی سے انکار کرتے ہو۔ آذر کے بیٹے نے جواب دیا کہ میرا خدا آفتاب کو مشرق سے نکالتا اور مغرب میں غروب کر دیتا ہے۔ تم خدا ہو تو اُسے مغرب سے نکال کر مشرق میں غروب کر دو۔ اس بات سے وہ جھوٹا خدا چکرا گیا۔ (فبھت الذی کفر)، اور جھنجلا کر حکم دیا کہ اس نوجوان کو آگ میں جھونک دیا جائے۔ نوجوان نے اپنے خدا کو پکارا، اُس کے خدا نے حکم دیا "یا نارُ کونی برداً و سلاماً علیٰ ابراھیم" یہ قصہ آریوں کو یاد تھا، چنانچہ انھوں نے جہاں نمرود دیوتا کو راجہ اندرا ور وشنو جی کے نام سے یاد کیا وہاں ابراہیم کو بھی برہما کے نام سے اپنا ایک دیوتا تسلیم کر لیا اور چمن بندی کا کام اُن کے سپرد کیا۔ چنانچہ مسلمان بھی ابراہیم کے ساتھ نمرود کا ذکر ضرور کرتے ہیں۔ جیسے کسی شاعر نے کہا ہے ؎

نارِ نمرود کو کیا گل زار

دوست کو یوں بچا لیا تو نے

اس برہما دیوتا کی تصویر ہندو ہمالیہ کی چوٹی پر ایک سادھو کی شکل میں بناتے ہیں۔ جس کی لٹوں سے پانی بہہ رہا ہے۔ سانپ اس کی گردن میں لپٹا ہے۔ اور وہ گیان دھیان میں محو ہے۔ دریائے برہم پتر اسی کے نام سے منسوب ہے۔ برما کا ملک بھی اسی نسبت کو ظاہر کرتا ہے۔ انجیل مقدس میں حضرت ابراہیمؑ کا نام براہم ابرام اور

ابراہم درج ہے۔ عربی میں یہ ابراہیم ہو گیا ہے۔

وید مقدس برہما دیوتا کے بارے میں حسب ذیل معلومات فراہم کرتے ہیں :۔

شلوک نمبر۱ سنہری حمل میں رہنے والا۔ اس سارے جہاں کا مالک۔ برہما دیوتا سب سے پہلے پیدا ہوا۔ اور وہی برہما اس سارے جہاں کا مالک ہے، اسی نے پیدا ہو کر زمین و آسمان کو دھارن کیا۔ اور اسی برہما نے ساری مخلوق اپنے جسم سے یوں پیدا کی۔ برہمنوں کو اپنے منہ سے۔ چھتریوں کو اپنے بازوؤں سے۔ ویشوں کو اپنے بازوؤں سے۔ اور شدروں کو اپنے پاؤں سے۔ چاند کو اپنے دل سے، سورج کو اپنی آنکھوں سے، ہوا اور روح کو اپنے کانوں سے اور آگ کو اپنے منہ سے پیدا کیا۔ یجروید ۳۱/۱۱

دوسری جگہ خود برہما جی کی پیدائش کا ذکر آ گیا ہے۔ اُسے بھی سُن لیجئے :۔

شلوک نمبر۲ برہمن برہما کے منہ سے چھتری اُس کے بازوؤں سے ویش، اس کے زانو سے شدر اُس کے پاؤں سے چاند اُس کے دل سے، سورج اس کی آنکھوں سے پیدا ہوا۔ اور روح اُس کے کانوں سے اور آگ اُس کے منہ سے پیدا ہوئی ایشور جی نے سال بھر حاملہ رہ کر برہما نام کا بچہ پیدا کیا۔ اُس برہما نے ساری مخلوق پیدا کی۔ یجروید ۳۲/۵

یہاں ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ برہما جی کی دو بیویاں موجود تھیں تو انھوں نے بچہ جننے کا کام خود کیوں کیا۔ بیویوں کو کس کام کے لئے چھوڑ رکھا تھا۔ مگر یہ بات معلوم ہو جاتی تو ہم بھی برہمن کی طرح زیرک ہو جاتے۔

آپ شاید معلوم کرنا چاہیں کہ اتنے بہت سے دیوتا پیدا کرنے اور اتنا بہت سا کام اُن کے سپرد کر دینے کے بعد ایشور جی خود کیا کر رہے ہیں۔ تو یہ بھید بھی وید مقدس نے پوشیدہ نہیں رکھا ہے۔ منتر دیکھئے :۔

شلوک نمبر۳ اے رزق کے مالک اندر دیوتا تو بھی ایشور کی طرح سُست نہ ہو بلکہ ہمارے دیئے ہوئے سوم کو پی، سام وید ص ۳۶ ۴ منتر ۳

اس سے آپ کو معلوم ہوگیا کہ ایشور جی آجکل سُست پڑے رہتے ہیں۔ اسی وجہ سے برہمن لوگ ان کو سوم رس نہیں دیتے۔ اور نذر و نیاز بھی پیش نہیں کرتے۔ یہ سب اُن دیوتاؤں کو دیتے ہیں جن سے اُن کا کام نکلتا ہے۔



اِنسان پرستی کی ابتدا

انسانی تہذیب اور مذہب کی تاریخ جو روایات و قرائن سے ہم تک پہنچی ہے، اِس سے پتہ چلتا ہے کہ انسان پانچ ہزار سال سے یہی گتھیاں سُلجھا رہا ہے۔ مگر سِرا ہاتھ نہیں لگتا کہ انسان خدا ہے یا خدا انسان ہے۔

ھمارے گہوارۂ تہذیب یعنی سرزمین بابل و نینوا میں یہ جھگڑا شروع ہوا۔ نمرود نے شہر آباد کیا اور شہریت کے اصول مرتب کئے۔ لوگوں کو مِل جُل کر رہنے کے فوائد بتلائے، صنعت و حرفت کی داغ بیل ڈالی۔ اور آگ کو مُسخر کر کے اس سے معاشرتی فوائد حاصل کرنا سِکھایا۔ اُس نے بڑے بڑے آتش کدے بنوا دیئے اور اجازت دیدی کہ لوگ اپنے گھروں میں چولہے جلانے اور روشنی رکھنے کے لئے وہاں سے چند چنگاریاں حاصل کریں۔ عوام نے آگ کی ... کے مدنظر آگ کے مالک کی احسانمندی کا اظہار شروع کر دیا۔ پھر انھوں نے

دیکھا کہ نمرود جس سے ناراض ہوتا ہے اُسے آگ میں ڈال دیتا ہے۔ اس طرح وہ آگ اور آگ کے مالک سے خائف ہو گئے اور دونوں کا احترام کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ یہ احترام پرستش میں بدل گیا۔ اور نمرود مسجودِ خلائق ہو گیا۔ اس کا حال گذشتہ اوراق میں آپ نے پڑھا ہے وہ کہیں اندرا ہے کہیں وشنو کہیں جمشید اور کہیں جوپیٹر۔ کہتے ہیں اُس کے دربار میں بڑے بڑے دانشور جمع ہو گئے تھے۔ کچھ لوگوں نے علم نجوم سیکھا تھا۔ کچھ علمِ ہندسہ جانتے تھے۔ کچھ سنگ تراش اور انجینئر بھی تھے۔ اور یہ سب اپنے زمانے کے کامل دانشور تھے۔ اُن کے علم سے آج بھی دُنیا فائدہ اٹھا رہی ہے، خاص کر علمِ نجوم میں اُن کے مقرر کئے ہوئے بارہ مہینے، بارہ دیوی دیوتا، بارہ ستارے، آج بھی مقبولِ عوام ہیں۔

اُنہی میں ایک نوجوان سوچنے لگا کہ انسانوں نے انسان کو اپنا خدا کیسے بنا لیا۔ کیا اس کائنات کو چلانے والا یہی نمرود ہے یا اس کے درباریوں کے بتائے ہوئے بارہ ستارے بارہ دیوی دیوتا، یہ نظامِ عالم چلا رہے ہیں۔ آخر ان سب کو پیدا کرنے والا بھی کوئی ہو گا۔ پھر ہم اُسے کیوں نہ پوجیں، جس نے نمرود کو پیدا کیا ہے، اُسے عقل و طاقت دی ہے کہ دوسروں پر حکومت کرے۔ یہ عقل دوسروں میں کیوں نہیں جو اُس کی محکومی میں خوش ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ عقل و طاقت دینے والا کوئی ہے جو اپنی مرضی سے جسے جتنا چاہتا ہے دیتا ہے سب کو برابر نہیں دیتا۔ مگر پالتا سب کو ہے۔ اور رزق سب کو دیتا ہے۔ ضروریات سب کی پوری کرتا ہے خواہ انسان ہو یا حیوان روزی سب کو مل جاتی ہے۔

اس نوجوان کے خیالات کا چرچا ہوا تو نمرود نے اُسے بلا کر باز پرس کی کہ تم کس خدا کی بات کرتے ہو۔ خدا تو میں ہوں۔

اس کی تفصیل آپ برہماجی کی کہانی میں سُن چکے ہیں۔ مختصر یہ کہ حضرت ابراہیمؑ کو سرزمین بابل چھوڑ کر چلا جانا پڑا۔ اور اہلِ بابل نمرود کو پوجتے رہے۔ نمرود سورج کو پوجتا تھا۔ اور سورج نہ ہوتا تو آگ کو سورج کا بیٹا سمجھ کر پوجتا اور یہی طریقہ اپنی قوم کو سکھاتا تھا۔ جو آریا مشہور ہوئی یعنی آگ کو پُوجنے والی۔ قدیم زبان میں 'آر' آگ کو کہتے تھے جس سے ارنی، وہ لکڑی جس سے آگ نکلتی ہے۔ ارن وہ جگہ جہاں آگ رکھتے ہیں' یا

وہ برتن جس میں راکھ رکھی جاتی ہے اور رار مغاں یعنی پجاری کی آگ یا وہ راکھ جو موبد یا پجاری مُنہ پر ملتا ہے بھبھوت یہ مسلمانوں کی خانقاہوں میں اودان سے حاصل ہوتی ہے۔

پھر ایسا ہوا کہ کسی وحشی قوم نے بابل پر حملہ کر دیا۔ بابل کے اونچے اونچے مینار توڑ ڈالے اور شہر کو تاراج کر ڈالا۔ نمرود خوفزدہ ہو کر بھاگ گیا۔ کہتے ہیں وہ مصر چلا گیا وہاں اپنی تہذیب رائج کی، پھر وہاں سے روم پہنچا اور رومیوں کو سونے کی قدر و قیمت سکھائی جس سے دورِ طلائی کا آغاز ہوا۔ پھر روم میں روپوش ہو گیا تو آج تک پتہ نہ چل سکا۔ وہاں اُسے سیٹرن کہا گیا یعنی چھپ جانے والا دیوتا، امام مستور۔

پہلی انسانی تثلیث آپ نے پڑھا ہے۔ نمرود نہایت درجہ عیاش اور رنگیلا انسان تھا۔ اس نے عیاشی کو مذہبی رنگ دے دیا تھا، وہ لوگوں کو میلوں ٹھیلوں اور مجلسوں میں جمع کرتا اور جشن منانے کے مواقع فراہم کرتا۔ شراب کباب کا خود انتظام کرتا اور آپس میں ایک دوسرے کی بیویاں، بیٹیاں بدلنے کی ترغیب دیتا اُس کا قانون تھا کہ زن، زر، زمین کسی کی ملکیت نہیں جسے ملے لے لے۔ یہ قانون آج بھی آریا نسل کی قوموں میں بے حد مرغوب ہے۔

کہتے ہیں ایسے ہی ایک جشن میں وہ اپنی ماں سے ملوّث ہو گیا، جس سے وہ حاملہ ہو گئی مگر نمرود بھاگ چکا تھا۔ اُس کی ماں بڑی ہوشیار تھی وہ کسی مندر میں جا کر چھپ گئی اور نو ماہ بعد ایک شیر سا بچہ لے کر نکلی تو اعلان کر دیا کہ نمرود کے بھاگ جانے کی وجہ سے سورج دیوتا نے اُسے پھر ایک بچہ دیا ہے جو نمرود کا جانشین ہو گا۔

لوگوں نے پوچھا کہ نمرود کب آئے گا۔ اُس کا گھوڑا تو آ گیا ہے، اس نے کہا تم گھوڑے کا خیال رکھو۔ ایک دن وہ بھی آ جائے گا اور پھر امن و امان قائم کر دے گا یہی گھوڑا مسلمانوں کا دُلدُل ہے۔ نمرود کی ماں جس کا نام عربی اشطور، رومن ایسٹر، بابلی مڈونا یا مدورا اور میڈ یعنی مادرِ ملت مشہور ہے۔ جو پہلی بار کنواری ماں اور بیٹے کا تصور پیش کرنے والی حرافہ ہے۔ اُس کے مجسمے دُنیا کے نادر نمونوں میں شمار ہوتے ہیں۔

حاشیہ مرتب :- ہم نے نمرود یعنی ہندو وشنو جی پر تفصیلی جائزہ اپنی کتاب ارمغانِ عجم میں پیش کیا ہے اور دکھایا ہے کہ یہی وشنو کہیں جوپیٹر ہے کہیں جمشید، کہیں غوری رس اور کہیں خواجہ خضر

اسے تیر بھیڑیئے اور بیل کی شکل میں پوجا جاتا تھا۔

ایران میں اُس کی شکل ایک پانچ ٹانگ کے بیل کی بنائی تھی جس سے اُس کی تخلیقی قوت کا اظہار مقصود تھا اور یہ امر کہ نسل بڑھانے کے لئے یہ دیکھنا ضروری نہیں کہ ماں بیٹی یا بہن ہے یا کوئی اور، بیل کا کام تخلیق ہے یعنی زیادہ بچے پیدا کروانا۔ مصر میں عوزی رس کو انسانی شکل میں پیش کیا گیا مگر سر پر دو سینگ لگا کر اشارہ کر دیا گیا کہ وہ بیل تھا۔ اس کا ذکر اگلے باب میں آئے گا۔



نصاریٰ کی تثلیث

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائیت یورپ گئی اور وہاں گرجے بنے اور خدائے واحد کو پوجنے کے لئے لوگوں کو بلایا گیا تو کوئی آنے کے لئے تیار نہ ہوا کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اَن دیکھے خدا کو پوجنا اُن کی سمجھ میں نہ آتا تھا۔ چنانچہ پادریوں نے سر جوڑ کر غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ میڈونا اس کے بیٹے اور شوہر کی جگہ حضرت عیسیٰ اور مریم کے بت نصب کر دیئے جائیں اور ضرورت ہو تو خدا کا بھی ایک مجسمہ رکھ دیا جائے جو بعد کو

ہٹالیا جائے۔ مگر مجسمے ایک بار نصب ہو جائیں تو پھر ہٹ نہیں سکتے اس طرح عیسائیت توحید لے کر یورپ گئی اور تثلیث لے کر واپس آگئی۔ بعد کو مارٹن لوتھر ایک جرمن پادری نے رومی چرچ کی بالادستی کو زک پہنچانے کے لئے جو تثلیث پرستی میں مبتلا تھی۔ ایک نیا عقیدہ حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت کا پیش کیا اور چرچ کا زور توڑ دیا۔ مگر یہ نیا عقیدہ جو اُس نے اسلام اور ہندو مذہب کو گڈمڈ کر کے حلول کے نام سے یورپ کو پیش کیا تھا وہ اہلِ یورپ کی گمراہی کا باعث ہوا۔ اور وہ الحاد میں مُبتلا ہو گئے۔ بہر حال یہ ایک دوسری بحث ہے۔ تاہم یہ ایک حقیقت ہے عیسائی دُنیا میں بھی آسمانی خدا سے زیادہ اہمیت انسانی خداؤں کو حاصل ہے۔ جو عیسیٰ و مریم کے بُت نہیں رکھتے وہ بھی سانتا کلاز (پنجوں والے پیر) کی اہمیت سے انکار نہیں کرتے، ہر کرسمس میں اُس کا پتلا ضرور بناتے ہیں۔ بلکہ خود ویسے کپڑے پہن کر سانتا کلاز بنتے اور بچوں کو تحفے تقسیم کرتے ہیں۔ یہ کام خدا پر نہیں چھوڑتے۔ تاکہ بچوں کے ذہن میں خدا کا تصور ہو تو اُسی شکل کا ہو۔ جو نمرود بابلی سے متعلق اُن کے اسلاف زمانہ کفر میں رکھتے تھے۔ ہندو اسی کو اندرا دیوتا کہتے ہیں۔

قدیم ہندوؤں کی تثلیث ہندوستان کی قدیم دراوڑی قوموں کے عقائد و رسومات سے پتہ چلتا ہے کہ آریوں کے آنے سے پہلے یہ لوگ تثلیث پرستی کرتے تھے۔ اور یہ تثلیث غالباً وہ مصر و افریقہ سے لائے تھے کیونکہ ان کے خدوخال سیاہ رنگت چوڑے چہرے اور مضبوط جسم اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ یہ افریقہ سے آکر یہاں آباد ہوئے تھے۔ اور کسی زمانے میں سارے ہندوستان کے مالک تھے۔ شمالی علاقوں میں بھی انہی کی حکومت تھی۔ آریوں اور اُن کے ویدوں نے اُن کو راکشش یعنی دیو کا نام دیا۔ پھر ان کو مار کر جنوب کی طرف بھگا دیا۔

یہ جنوبی ہند میں ہزاروں سال سے آباد ہیں۔ ان لوگوں کو گونڈ، بھیل سنتھال۔ ڈڈر۔ لمباڑے وغیرہ کے ناموں سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ تثلیث پرستی کرتے تھے۔ ان کے خداؤں کے نام یہ تھے۔ شیوا، پاربتی اور گنپتی۔ تصویر دیکھئے۔



تری مورتی یعنی شیوا، پاربتی اور اُن کا ہاتھی کے سر والا بیٹا گنیش

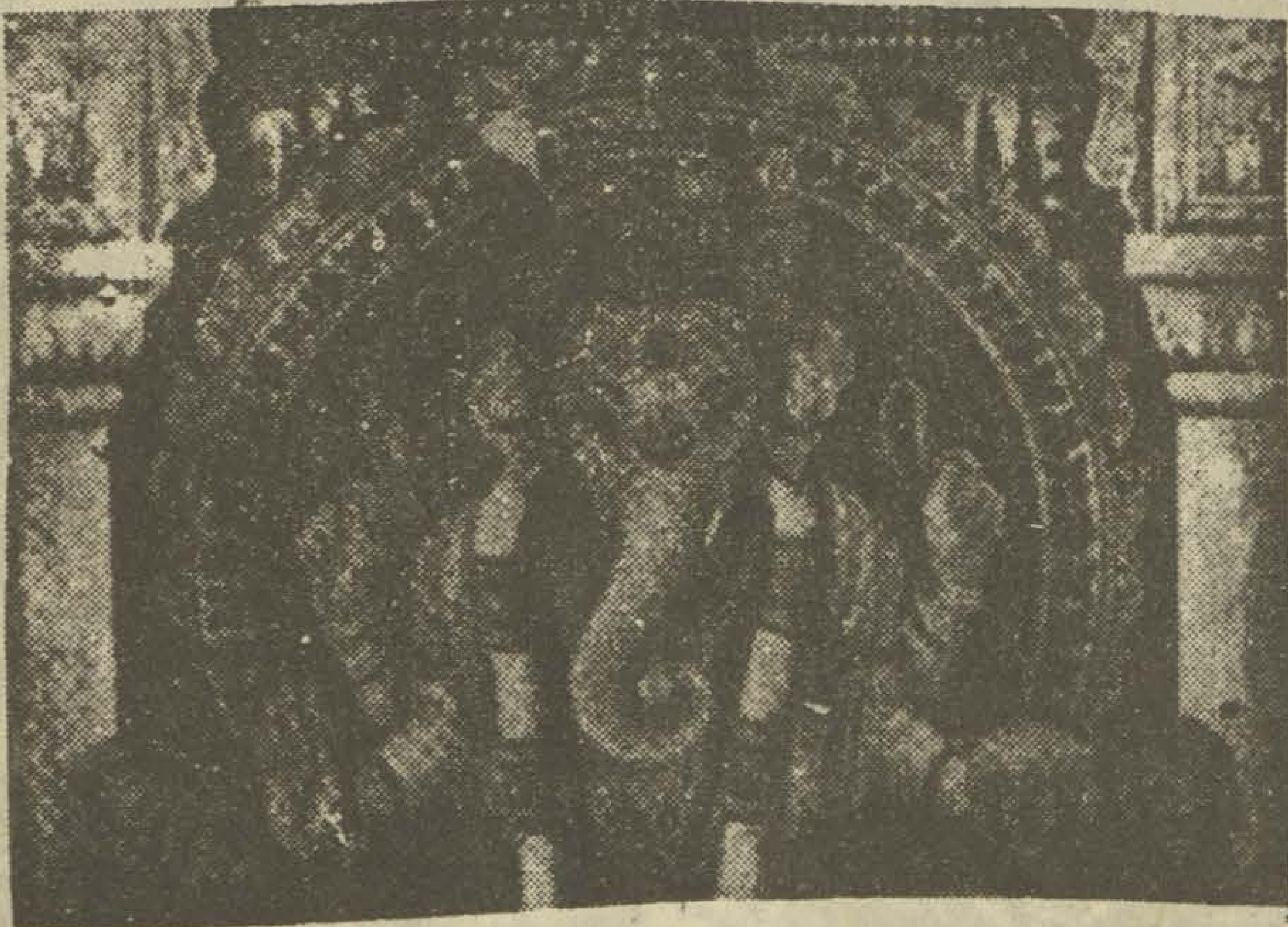
۱۔ شیوا دیوتا یعنی مہا دیو یا بڑا دیوتا۔ رزق دینے والا۔ مخلوق کو پیدا کرنے والا اور موت دینے والا سمجھا جاتا تھا یعنی وہ جملہ خدائی قدرت کا مالک تھا۔

۲۔ پاربتی جی۔ شیوا کی بیوی پرجا کی دیکھ بھال کرتی تھیں۔

۳۔ گنپتی یا گنیش جی۔ پرجا کو گن گیان سکھاتے تھے۔ وہ عقل کے دیوتا سمجھے جاتے تھے۔ اُن کی شکل ہاتھی جیسی تھی۔ غالباً اس لئے کہ یہ لوگ ہاتھی کو عقلمند جانور سمجھتے تھے۔

برہمنوں کی شرارتیں آپ کو معلوم ہے برہمنوں نے یہاں کی سیاہ فام اور قدیم آبادی کو پڑھنے لکھنے سے محروم کر رکھا تھا۔ اس لئے اُن کے پاس اپنے عقائد کا کوئی تحریری مواد نہ تھا۔

پھر برہمنوں نے اُن کے مندروں پر قبضہ کر لیا۔ اِن کو اپنی مذہبی چودھرایت قائم رکھنی تھی، جس دیوتا کا بھی مندر ملا اُس کے مالک بن کر بیٹھ گئے اور اُس دیوتا کے مناقب سُنانے اور لکھ کر پھیلانے لگے۔ چنانچہ دراوڑیوں کے مندر میں پہلے شیو اور پاربتی کی کرامتیں بیان کرتے رہے پھر اُن میں کیڑے نکالنے لگے اُن کے فضائل ایسے بیان کرنے لگے جن سے جاہل حیران ہوں اور سمجھدار سُن کر اُن سے بیزار ہو جائیں۔ مثلاً



گنیش جی کی پیدائش کے بارے میں روایت بنائی ہے کہ

ایکبار پاربتی جی نے نہانا چاہا۔ خیال ہوا کہ کوئی غیر نہ آ جائے۔ انہوں نے اپنے جسم کا میل نکالا، اُس سے ایک پُتلا بنایا اور اُس میں روح پھونک دی، پھر اُسے پہرہ دینے کے لئے کھڑا کر دیا۔ اور آرام سے نہالیا۔ پھر اُس کو بیٹے کے طور پر پالنے لگیں۔

بعض راکششوں (سیاہ فام لوگوں) کا دیوتاؤں کا ایسا عجیب بیٹا پسند نہ آیا۔ کسی نے موقعہ پا کر ایک دن اس کا سر کاٹ لیا اور چلا گیا۔ پاربتی جی رونے دھونے لگیں مجبوراً شیو جی کو اُسے تلاش کرنے نکلنا پڑا۔ مگر نہ سر ملا، اور نہ راکشش دکھائی دیا۔ واپسی میں ایک ہاتھی کا

کٹا ہوا سر مل گیا۔ اُسے اٹھالائے اور پاربتی جی کے چوکیدار کے دھڑ سے جوڑ دیا۔ وہ اُٹھ بیٹھا اور چلنے پھرنے لگا۔ اس کا نام گنیش یا گنپتی رکھا گیا۔ یعنی عقلمند، ہُنرمند، گُن جاننے والا، غریب دراوڑی اس کا مجسمہ عموماً گوبر سے بنا کر اُسے رنگ لیتے ہیں، اس لئے برہمن اسے حقارت سے گوبر گنیش کہتے ہیں۔

اس تثلیث کے پرستار وسطِ ہند اور جنوبی ہند میں آباد ہیں، اِن کا قومی نشان ترسول ہے یعنی تین پھل کا بھالا، جو تصویر میں موجود ہے، ان دیوتاؤں کی گردن میں بھی سانپ لپٹے ہوئے دکھائے جاتے ہیں۔ گویا دیوتاؤں کے ساتھ سانپ کا ہونا ضروری ہے۔

برہمنوں نے تری مورتی (تثلیث پرستوں) کے دیوتاؤں کے ساتھ اپنے آریائی دیوتا شامل کر کے اور ان کے اختیارات میں ردوبدل کر کے ان کو پنج جنا پرستی سکھا دی۔ اور ایک نیا فرقہ پیدا کر دیا۔

۱۔ شیو جی کی خلاقی اور رزاقی چھین کر وشنو جی کو دے دی۔

۲۔ برہما دیوتا کو امن وامان اور بارش کا دیوتا مقرر کر دیا۔

۳۔ شیو جی کو موت کا دیوتا بنا کر گھناؤنا کام سپرد کر دیا۔

۴۔ پاربتی جی جو پرجا کی دیکھ بھال کرتی تھیں، گانے بجانے اور دل بہلانے کی دیوی بنا دی گئیں۔

۵۔ گنیش جی سے علم و حکمت چھین کر ان کو جنگ و جدال کا دیوتا بنا دیا گیا۔

اور لُطف دیکھئے کہ اِن عقائد کو ماننے والے بھی مل گئے۔ یعنی ہندو تثلیث پرستی میں ایک فرقہ پنجتن پرستی کا پیدا کر دیا گیا۔ اور یہ شرارت یہیں پر ختم نہیں ہوئی۔ برہمنوں نے ایک گندی روایت بنا کر ایک لنگایت فرقہ بھی پیدا کر دیا۔ جو شیو جی کی جگہ اُن کے لنگ (عضو تناسل) کی پرستش کرتا ہے۔ یہ بڑی اہم پرستش سمجھی جاتی ہے اور اکثر مندروں میں ہوتی ہے۔



لنگ پرستی تصویر میں رام لچھمن اور ہنومان کو شیو جی کے لنگ کی پوجا کرتے دکھایا گیا ہے، اور شیو جی سیتا کو دریا سے نہلا دھلا کر لاتے دکھائے گئے ہیں۔ شیو جی آریوں کے دیوتا نہ تھے۔ یقیناً یہ تصویر قدیم ہندو یعنی دراوڑی نسل کے کسی مصوّر نے بنائی ہے اور شیو کی اہمیت جتلائی ہے کہ رام بھی اُن کے لنگ کو پوجتے تھے۔

یہ سچ ہے کہ لنگ کی پرستش ہر مندر میں ہوتی ہے۔ اور برہمن بھی اسے پوجتے ہیں۔ کیوں پوجتے ہیں تو اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ جنسی بے راہ روی اور عیاشی کی ترغیب کے لئے لنگ کی پرستش ضروری ہے۔ سُنا ہے کہ ہندو نو بیاہتا عورتوں کو اپنا اندام شرم اس سے مَس کرنا باعث برکت بتلایا جاتا ہے۔ اچھی اولاد کے لئے یہ رسم ادا کرنا ضروری ہے۔

اس پوجا کی رسم کس طرح جاری ہوئی اس کی روایت برہمن سے سُنئے یہ تفصیل شیو پران

نامی کتاب میں درج ہے۔

لنگ اور تخلیق کائنات

ایک بار پاربتی جی کو دن کی روشنی میں مہادیو (شیوا) سے ہمبستری کی خواہش ہوئی، مہادیو کو یہ بات پسند نہ آئی۔ پاربتی نے اصرار کیا تو وہ لیٹ گئے اور پاربتی کو اوپر لے لیا۔ پھر اپنے لنگ کو بڑا کرنا شروع کیا۔ پاربتی اس میں ٹنگی ہوئی فضا میں بلند ہو گئی۔ اور آسمان تک پہنچ گئی۔ وہ شور مچانے لگی تو جنگل اور بستیوں کی مخلوق حیرت سے یہ ماجرا دیکھنے جمع ہو گئی۔

وشنو نے شور سنا تو اسے پاربتی پر رحم آگیا۔ اس نے پاربتی کو نکالنے کی کوشش کی، مگر نہ نکال سکا۔ تب نیچے آکر شیوجی کا لنگ جڑ سے کاٹ دیا۔ شیوجی غصے میں اٹھے کہ وشنو جی کو قتل کر دیں۔ مگر وشنو نے معافی مانگ لی اور کہا میں نے تو محض پاربتی کو بچانے کے لئے یہ کام کیا ہے۔

مہادیو (شیوا) نے اس کو معاف کر دیا لیکن حکم دیا کہ آج سے لوگ میری پوجا کے بجائے اس عضو کی پوجا کریں گے۔

دیوتاؤں کی تخلیق

اسی پران کی دوسری روایت ہے کہ سب سے بڑا دیوتا (مہادیو) شیوا ہے۔ شیوا نے سب سے پہلے ایک تالاب پیدا کیا۔ تالاب میں کنول پیدا ہوا کنول سے برہما پیدا ہوا۔ برہما نے تالاب کے پانی کو چلو میں اٹھا کر گرا دیا جس سے حباب پیدا ہوا۔ اور حباب سے وشنو پیدا ہوا۔ پھر برہما نے وشنو سے کہا اے بیٹے دنیا پیدا کرو۔ وشنو نے کہا میں تیرا بیٹا ہوں یا تو میرا بیٹا ہے۔ دونوں میں لڑائی ہو گئی۔ اور دو ہزار برس تک یہ دونوں لڑتے رہے۔

اب شیوا نے سوچا کہ برہما اور وشنو جو دنیا کو آباد کرنے کے لئے پیدا کئے گئے تھے، آپس میں لڑ رہے ہیں اور اپنا کام نہیں کر رہے ہیں ان میں صلح کرا دی جائے۔

چنانچہ شیوا نے رفع شر کے لئے برہما اور وشنو کے درمیان اپنا مذکورہ لنگ کھڑا کر دیا۔ وہ اس قدر بڑا تھا کہ اس کا ایک سرا آسمان سے اوپر چلا گیا تھا۔ اور دوسرا پاتال میں تھا۔

برہما اور وشنو اس لنگ کی درازی دیکھ کر حیران ہو گئے۔ اور لڑائی موقوف ہو گئی۔

اب دونوں نے یہ شرط لگائی کہ جو اس لنگ کی ابتدا اور انتہا کا سُراغ لگائے وہ باپ ہے اور جو نہ لگا سکے وہ بیٹا قرار پائے۔

چنانچہ برہما لنگ کی بلندی دیکھنے کے لئے ہنس بن کر اوپر اڑا اور وشنو کچھوا بن کر زمین کے نیچے اُترا۔ دو ہزار برس تک دونوں بلندی اور پستی کی منزلیں ناپتے رہے۔ مگر کسی کو کامیابی نہ ہوئی۔

ایک دن برہما نے دیکھا کہ ایک گائے اور کیتکی کا پھول دونوں لنگ پر سے اُتر رہے ہیں۔ برہما نے اُن سے پوچھا کہ لنگ کتنا اونچا ہے۔ دونوں نے جواب دیا کہ ہم اس لنگ کے ذریعہ ہزاروں برس سے نیچے اُتر رہے ہیں۔ ہم نہیں بتلا سکتے کہ یہ کس قدر لمبا ہے۔

گائے سے برہما نے کہا، اچھا اب آئندہ یہ نہ کہنا۔ تم کہنا کہ میں لنگ کے سرے پر دودھ کی دھار برساتی تھی۔ اور کیتکی سے کہا کہ تم کہنا کہ میں لنگ کے سرے پر اپنے پھول چڑھاتی تھی۔ برہما نے گائے اور کیتکی دونوں کو جھوٹی گواہی دینے پر راضی کر لیا۔ اور اُن دونوں کے ساتھ خود بھی نیچے چلا آیا۔ جب وشنو سے ملاقات ہوئی، اُس نے پوچھا بتاؤ تمہیں نچلے سرے کا کچھ حال معلوم ہوا۔ وشنو نے کہا نہیں۔

برہما نے کہا میں نے اوپر کے سرے کا پتہ لگا لیا ہے۔ یہ گائے اور کیتکی اس کے گواہ ہیں۔ ان سے پوچھ لو، اور مجھے اپنا باپ تسلیم کر لو۔

وشنو نے پوچھا تو گائے اور کیتکی نے برہما کے سکھائے ہوئے جواب دُہرا دیئے۔

اس دروغ بیانی پر لنگ خود بول اٹھا کہ یہ تینوں جھوٹے ہیں۔ اور ان کی سزا یہ ہے کہ برہما کی کوئی پرستش نہ کرے گا کیتکی کا پھول کسی دیوتا کی نذر نہ چڑھایا جائے گا۔ اور گائے کو دنیا میں غلاظت کھانی ہو گی۔ اور لوگ اُس کے منہ کی جگہ دُم کی پرستش کریں گے۔

البتہ وشنو سچا ہے اور لوگ اُس کی سچائی کی وجہ سے اس کی پرستش کریں گے۔

یہ کلام سن کر برہما اور وشنو دونوں لنگ کی تعریف کرنے لگے۔ لنگ سے ایک حسین دیوی نمودار ہوئی۔ اُس نے پوچھا تم لوگوں نے دنیا کو اب تک آباد کیوں نہیں کیا۔

دونوں نے کہا ہم بلا اسباب کے دُنیا کیسے آباد کر سکتے ہیں، دیوی نے اپنی مانگ سے

ایک راکھ کا گولا نکال کر دیا۔ اور کہا کہ اِس راکھ سے مخلوق کو پیدا کرو۔ وشنو نے اس راکھ کے گولے سے دُنیا کو پیدا کیا۔

دوسری روایت بھاگوت پُران میں ہے کہ سری پور کی رانی سری دیوی نے تمام دُنیا کو اِس طرح پیدا کیا کہ پہلے اُس نے اپنا ہاتھ گھسا جس سے ہاتھ میں ایک آبلہ پڑا۔ اُس آبلے سے برہما پیدا ہوا۔ دیوی نے برہما سے کہا، میں نے تجھے اس لئے پیدا کیا ہے کہ تو مجھ سے صحبت کرے اور ہم دونوں اِس دُنیا کو آباد کریں۔ برہما نے اس سے صحبت کرنے سے انکار کر دیا۔ دیوی نے ناراض ہو کر برہما کو جلا دیا۔

پھر اُس نے دوبارہ اپنا ہاتھ گھسا اور دوسرا چھالا پیدا ہوا۔ اُس آبلے سے وشنو پیدا ہوا۔ دیوی نے وشنو سے کہا، میں نے تجھے اس لئے پیدا کیا ہے کہ تو مجھ سے صحبت کرے اور میری شہوت کی آگ بُجھائے اور اُس سے نسل چلے اور دُنیا آباد ہو۔ وشنو نے کہا میں یہ کام ہرگز نہ کروں گا۔ دیوی نے ناراض ہو کر اُسے بھی جلا کر خاک کر دیا۔

پھر اُس نے دوبارہ اپنا ہاتھ رگڑا۔ ایک اور آبلہ پڑا۔ اس آبلے سے شیوا پیدا ہوا۔ دیوی نے شیوا سے وہی درخواست کی۔

شیوا نے کہا اگر تو چاہتی ہے کہ یہ دُنیا آباد ہو تو پہلے اپنا جسم اور صورت بدل کہ نظر میں گوارہ ہو۔ نیز میرے بھائیوں برہما اور وشنو کو دوبارہ زندہ کر، جن کو تو نے جلا کر خاک کر ڈالا ہے۔ اور اُن کے واسطے دو عورتیں بھی پیدا کر، جن سے اُن کا جوڑا بنے۔ چنانچہ دیوی نے اپنی مخلوق شیوا کے حکم سے وہ سب کام کر دیئے یعنی اپنی شکل و صورت بھی دل آویز بنالی اور برہما وشنو کے ساتھ دو عورتیں بھی پیدا کر دیں۔ اس طرح ان تین جوڑوں سے یہ دُنیا آباد ہونا شروع ہو گئی۔

واضح رہے کہ ہندو مذہب میں کُل اٹھارہ پُران ہیں اور ہر پران میں تخلیق آدم کی نرالی داستان ہے۔ ہر پُران کا مُصنف اپنے ممدوح کو دُنیا کا خالق اور دوسروں کو مخلوق ظاہر کرتا ہے اور ان کی توہین بھی کرتا ہے۔

پرانوں میں شیوا پران، وشنو پُران اور برہما پران مشہور ہیں۔ مگر کُل اٹھارہ پُران

ہیں اور یہ سب پُران غالباً ہندوستان میں مسلمانوں کے آنے کے بعد جب برہمنوں کو معلوم ہوا کہ اب ویدوں کا زمانہ ختم ہوا، لوگ ویدوں کے دیوتاؤں سے بیزار ہو رہے ہیں، تو خود ہی ایسے ملفوظات و منقولات تیار کرنے شروع کر دیئے جن میں ویدوں کا مذاق اڑایا اور مُکتی کے لئے دوسرے بزرگوں سے رُجوع کرنے کا شوق دلایا گیا تھا۔

ان بُزرگوں کا حال ہم ارواح پرستی کے تحت سُنائیں گے۔



پانچواں باب

ارواح پرستی



پتر پوجا۔ فاتحہ دیانند جی اور ان کے چیلے ویدوں کی پتر پوجا یعنی مُردہ بزرگوں کی رُوحوں کو بُلا کر کھانا کھلانے کے احکام سے انکار کرتے ہیں۔ حالاں کہ چاروں ویدوں میں یہ احکام وضاحت اور صراحت کے ساتھ موجود ہیں۔ اور ہر ہندو خواہ وہ دوج (یعنی اعلیٰ ذات) کا ہو یا شودر (نیچی ذات کا) اس پر ایمان رکھتا ہے بلکہ ہر سال پتر پوجا کی رسم برہمن، کشتری، ویش اور شُدر اور اچھوت سب کو منانا پڑتی ہے۔ نہ منائیے تو پنڈت جی کا پیٹ کیسے بھرے۔

ہر سعادت مند بیٹا اور صاحبِ حیثیت شخص چاہتا ہے کہ اُس کے باپ دادا کی رُوحیں

خوش ہوں اور اُن کے کچھ پاپ دُھل جائیں۔ اس لئے پُرانوں اور شاستروں نے بہتر طریقہ اس مطلب کے حصُول کا یہ بتلایا ہے کہ ہر سال چند برہمن پنڈتوں کو بُلا کر اُن کو پیٹ بھر کھانا کھلایا جائے اور اُن کو خوش کیا جائے۔ برہمن چونکہ برہما دیوتا کی اولاد ہیں۔ برہماجی اپنی اولاد کو خوش و خرّم دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ پس عوام کو لازم ہے کہ وہ برہمنوں کو بُلائے اور اُن کو خوش کرے۔

چنانچہ لوگ حسب حیثیت پانچ دس پندرہ بیس، پنڈتوں کو پتر پوجا کے لئے بُلاتے ہیں اور کھانا کھلاتے ہیں۔ جب وہ پیٹ بھر کھا لیتے ہیں تو اُن کے سامنے لڈو پیش کئے جاتے ہیں۔ اور اصرار کیا جاتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ کھائیں۔ جب وہ مزید کھانے سے انکار کر دیتے ہیں تو ہر لڈّو کھانے کی کچھ قیمت مقرر کر دی جاتی ہے۔ جب اُس قیمت کے لڈّو کھانے سے انکار ہو جائے تو قیمت بڑھ جاتی ہے، سُنا ہے کہ سو سو روپیہ فی لڈّو دے کر کھلانے کی کوشش کی جاتی ہے اور عقیدہ ہے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے۔ اسے ویدوں کی زبان میں پتّر شرادھ کہا گیا ہے۔ یعنی مُردوں کا فاتحہ۔

مگر دیانندجی فرماتے ہیں کہ شرادھ کے معنی زندہ ماں باپ کو کھلانا ہے۔ پنڈتوں کا کھلانا نہیں ہے تو غالباً دیانندجی نے اپنے ماں باپ کا شرادھ زندگی ہی میں کر دیا ہوگا یعنی ان کو خوب کھلا پلا کر مذکورہ ثواب حاصل کر لیا ہوگا۔

ویدوں کے جملہ مُفسّروں نے شرادھا کے معنی اشردھا یعنی عقیدت کے بتائے ہیں اور ظاہر ہے پتروں یعنی مُردہ بزرگوں سے عقیدت کے معنی یہی ہیں کہ ان کی رُوحوں کو ایصالِ ثواب کیا جائے۔ اور یہی اُن کی سیوا (خدمت) ہے۔ ورنہ زندہ آدمی مُردوں کی رُوح کی سیوا کیسے کر سکتا ہے۔

ویدوں میں پتّر شرادھا اور پتّر پوجا کے منتر بہت واضح اور صاف الفاظ میں درج ہیں کہ کس طرح دیوتاؤں کی طرح اپنے بزرگوں کی رُوحوں کو بُلا کر اُن کی پُوجا کی جائے اور اُن کو نذر پیش کی جائے۔

شلوک ۱۸۱ سوم رس کے خواہش مند پتر (مُردہ بزرگ) مُنہ کو پاک کریں۔
دادا مجھ کو پاک کریں پردادا مجھ کو پاک کریں۔ صد سالہ عمر پاک کرنے والی سے

مجھے پاک کریں۔ میرے دادا مجھ کو پاک کریں۔ پردادا مجھ کو پاک کریں۔ صد سالہ عمر لانے والے پاک کرنے والے میں پاک ہو جاؤں۔ یجروید ۱۹/۳۷

شلوک ۲۔ جو نیک خیال پتر (مردہ بزرگ) یم پوری (ملک الموت) کے عالم میں ہیں اُن کے لئے سوریا نام کا کھانا ہوگا، دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے تیار رہو۔ یجروید ۱۹/۴۵

شلوک ۳۔ میں نے دو راستے انسانوں کے لئے سنے ہیں۔ مردہ بزرگوں کا راستہ اور دیوتاؤں کا راستہ۔ ان دونوں راستوں سے چلنے والا یہ جہان جو زمین اور آسمان کے درمیان میں ہے چلتا ہے۔ میرے ہم خیال مردہ بزرگ تمہاری شان مجھ میں سو برس تک رہے۔ یجروید ۱۹/۴۶

شلوک ۴۔ ہمارے پتر (مردہ بزرگ) جن کو آگ نے کھایا اور جن کو آگ نے نہیں کھایا۔ سب نذر نیاز سے لطف اندوز ہونے کے لئے جمع ہو گئے ہیں۔ وہ گھاس پر دو زانو بیٹھ گئے ہیں۔ اور نذر کھا رہے ہیں۔ اب کھانا ختم ہوا، سب کھا چکے سیر ہو گئے اور سر ہلاتے ہوئے خوش خوش چلے گئے۔ ہم اپنے پرشوں کے گیت گاتے ہیں اور دیوتاؤں کی تعریف کرتے ہیں۔ اے اندر دیوتا تو اپنے گھوڑوں کو رتھ میں جوڑ۔ اے امرت دودھ اور جَو کی شراب اور پھولوں کی شراب بہانے والے ہمارے پرشوں کو نذر دو اور میرے بزرگوں کو بھی پیش کرو۔ یجروید ۲/۴۴

ویدوں کے مفسروں کو گویا ساری کائنات کا علم تھا۔ انہوں نے دنیا کے علاوہ آسمانی ستاروں اور سیاروں کے حالات اور اُن کے اثرات انسانی زندگی پر بڑے وثوق سے لکھ چھوڑے ہیں۔ اور اُن کو دیوتاؤں کا مقام دے رکھا ہے جن کی شکلیں آپ اپنی جنتریوں پر دیکھ سکتے ہیں۔ اس طرح یہ روحانی دنیا کے بھی ماہر بن گئے تھے۔ ویدوں نے تین عالموں کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ دیوتاؤں کا عالم، دیولوک۔ جہاں بعض انسانی روحیں بھی جا کر دیوتا بن جاتی ہیں۔

۲۔ دوسرا پرتھوی لوک یعنی ہماری دنیا جہاں انسان کی حکومت ہے۔

۳۔ تیسرا۔ پاتال لوک یعنی زمین کے نیچے یا اندر کی دُنیا جہاں تمام ارواح جاتی ہیں۔ خاص کر بُرے آدمیوں کی رُوحیں وہاں قید کی جاتی ہیں۔

اِن سب کی تھوڑی سی تفصیل مُلاحظہ ہو کہ یہ کہاں ہیں۔

۱۔ دیو لوک یہ دیوتاؤں اور رُوحوں کی دُنیا ہے۔ یہاں رہنے والے دیوتاؤں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ جو پیدا نہیں ہوتے۔ وہیں رہتے ہیں۔ دوسرے وہ جو ہماری دُنیا سے اچھے اعمال کی وجہ سے دیو لوک چلے گئے ہیں۔ چونکہ یہ لوگ سَمے (وقت) اور کرم (اعمال) کے پابند تھے۔ اور اپنے اچھے اعمال کے صِلے میں دیوتا بنائے گئے تھے۔ اس لئے اپنے اعمال کا صِلہ حاصل کر لینے کے بعد انہیں پھر اس دنیا میں بھیج دیا جاتا ہے تاکہ پھر پیدا ہوں اور اپنے آسمانی تجربے کی روشنی میں بہتر کام کر کے مُکتی (نجات اُخروی) کے لئے کوشش کریں۔

۲۔ پرتھوی لوک یعنی ہماری دُنیا۔ یہ کارگاہِ عمل ہے۔ یہاں رُوح کو جسمانی لباس پہنایا جاتا ہے۔ حواس خمسہ دیئے جاتے ہیں کہ بُرے بھلے میں امتیاز کرے۔ اور خواہش دی جاتی ہے اور ارادہ دیا جاتا ہے جو دیگر اعضاء جسم پر حکومت کرنا سکھاتے ہیں یعنی سوچنے اور عمل کرنے کی صلاحیت دی جاتی ہے تاکہ روح اپنی مُکتی (نجات) کے لئے جدوجہد کرے۔ اور پھر اپنی اصل اور کل (پرماتما) میں جذب ہو سکنے کے قابل بنے۔ اور کرم (عمل) پیدائش اور موت کے چکر سے ہمیشہ کے لئے چھٹکارا حاصل کر سکے۔

۳۔ پاتال لوک یہ زمین کے نیچے کی دُنیا ہے۔ جہاں جانور اور حشرات اور روحیں اپنی بداعمالیوں، گُناہوں، غلطیوں اور شرارتوں کی سزا پانے جاتی ہیں۔ اسی کو نرک (جہنم) کہا جاتا ہے یعنی مصیبتوں اور دُکھوں کی دُنیا۔ جہاں غم و الم، ظلم و جور، آہوں اور آنسوؤں اور ذلت و خواری کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

زندگی کا فلسفہ اِن کے پاس زندگی کا فلسفہ بھی دلچسپ ہے۔ کہتے ہیں زندگی نام ہے انکشاف و ارتقا کا۔ اُن حالات میں جو انسان کو مجبور محض بنا دیتے ہیں۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ زندگی دراصل فطرت کے خلاف جنگ کا نام ہے۔ زندگی بقا کے لئے جدوجہد ہے۔ زندگی رُوح اور مادے کے درمیان امتیاز پیدا کرتی ہے۔ پس جہاں زندگی ہے، وہاں جدوجہد ہے۔ اور

یہی رُوح کی عظمت ہے اور اس سب کا مقصد ہے مُکتی (یعنی نجاتِ اُخروی)

مُکتی یعنی نجات کیا ہے۔ ہندو عقیدہ ہے "آتما (روح) کا کرم (اعمال) پیدائش اور موت کے چکر سے نکل کر مہا آتما (بڑی روح) ایشور میں جذب ہو جانا اور اپنی انفرادیت کو ختم کر دینا مکتی ہے۔

مُسلمان صوفیوں نے بھی اِس عقیدے کو قبول کر لیا اور اس کا بڑا چرچا کیا ہے' جسے وہ وحدت الوجود اور ہمہ اوست کے دِلفریب ناموں سے منسوب کرتے ہیں۔ غالبؔ نے اِسی کو پیش کیا ہے ؎ عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا

پس یوگی (عقلمند لوگ یا پیر) جنھیں یوگ (معرفت) حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے اعمال کا اجر طلب کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ وہ جذبات و مادی اشیاء سے بے تعلق ہو جاتے ہیں۔ وہ پرماتما کی مایا سے بھی متاثر نہیں ہوتے بلکہ وہ خود دیوتاؤں کی پُرسکون دُنیا میں پہنچنے کی فکر میں رہتے ہیں۔

وہ اپنے دل سے ہر خواہش کو نکال دیتے ہیں، مادی حوائج سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ محسوسات عالم سے مُنہ موڑ لیتے ہیں کیونکہ یہ لوگ دُنیا میں رہتے ہوئے بھی ملکوت اعلیٰ میں رہتے ہیں۔ وہ دنیا کی لذتوں کا احساس بھی بھول جاتے ہیں۔ وہ کبھی راہ راست سے نہیں بھٹکتے۔ (بھگوت گیتا) آپ کو یہ معلوم کر کے حیرت بھی ہوگی اور شاید ہنسی بھی آئے کہ ہندو مذہب میں مُکتی کے لئے کوئی خود تو جو کچھ کرتا ہے وہ کرتا ہی ہے۔ اُس کے ورثا بھی اُسے آخری نجات دِلانے کے لئے خاصی محنت کر ڈالتے ہیں۔

یہ لوگ اپنے مُردے کو سجا بنا کر بعض ٹکھٹی پر بٹھا کر نکالتے ہیں۔ اور بٹھانے کے لئے اکثر اُس کے پاؤں کی ہڈیاں توڑ دیتے ہیں تاکہ اصلی یوگی کی شکل میں بیٹھ سکے۔ پھر جنازے کے ساتھ آگ اور لکڑیاں لے جاتے ہیں اور کسی دریا کے کنارے یا کسی مخصوص مقام پر لکڑیوں پر رکھ کر تیل یا گھی چھڑکتے ہیں اور آگ لگا دیتے ہیں۔ جب سر پھٹنے کا موقعہ آتا ہے تو متوفی کے بیٹے یا کسی قریبی عزیز کی ذمہ داری مقرر کرتے ہیں کہ لاٹھی مار کر سر کو توڑ دے تاکہ پھٹنے سے اُس کی آلائش منتشر نہ ہو۔ اور سب کھڑے ہو کر اُس کا جلنا دیکھتے ہیں۔ کہتے ہیں بعض مُردے اُٹھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انہیں بھی مار کر آگ میں ڈھکیل دیا جاتا ہے۔

جب لاش جل کر راکھ ہو جاتی ہے تو ایک برتن میں محفوظ کر لی جاتی ہے۔ پھر اُسے کسی دریا میں بہا دیتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ اس کو مکتی مل گئی۔ پوچھو ایسا کیوں کیا جاتا ہے تو جواب ہے کہ ہم جلاتے اس لئے ہیں کہ اس کی روح اپنے جسم کی تلاش میں اسی دنیا میں بھٹکتی نہ پھرے۔ اپنے گھر کے چکر نہ لگائے اور پس ماندگان کو پریشان نہ کرے۔ اطمینان سے پرلوک کا راستہ لے اور دُنیا چھوڑ دے۔

ظاہر ہے کہ روحوں سے خوف کھانے کا تصور ہی روحوں کی پرستش کا سبب بنا تھا۔ اُن کو باور کرایا جاتا ہے کہ روح اپنے جسم سے اس وقت تک جُدا نہیں ہوتی جب تک جسم مکمل طور پر تباہ نہیں ہو جاتا۔ ہندوستانی مسلمان بھی اسی وجہ سے چالیس دن تک اپنے مُردوں کے نام سے قرآن پڑھاتے ہیں اور کھانا کھلاتے رہتے ہیں۔ پُرانے زمانے میں ہندو اس قدر مُحتاط تھے کہ متوفی کے ساتھ اُس کا ساز و سامان اثاثہ بلکہ اُس کی بیوی کو بھی زندہ جلا دیتے تھے تاکہ مرنے والے کو اس دُنیا سے کوئی تعلق باقی نہ رہے۔ وہ دوسری دنیا میں اپنی بیوی اور املاک کے ساتھ جائے اور عیش کرے۔ مسلمانوں اور انگریزوں نے یہ رسم بد ختم کرائی۔

ارواح پرستی کی رسم یقیناً بے حد قدیم رسم ہے۔ اور یہ آریا قوم کے ذریعہ اقوامِ عالم میں پھیلی ہے یعنی یہ خالص آریائی فکر کا کارنامہ ہو، جس نے ارضِ بابل میں نشو و نما پائی تھی آریئے جب اکنافِ عالم میں پھیلے تو یہی عقائد اپنے ساتھ لے گئے۔ چنانچہ یونان، مصر اور چین میں ایسے ہی عقائد منبطِ تحریر میں موجود ہیں۔

ہم جاہل اقوام کے (جن کا کوئی تحریری اثاثہ موجود نہیں) عقائد کو نظر انداز کرتے ہیں اور صرف اُن قوموں کے عقائد پیش کرتے ہیں جنھیں اپنی قدیم تہذیب پر فخر ہے یعنی جن کے عقائد تحریری شکل میں دستیاب ہیں۔

یونانی ارواح پرستی

مُردوں کی دُنیا پر اولمپیا کے بارہ دیوتاؤں میں سے ایک کی حکومت تھی، اُس کا نام HADES یا PLOTO تھا مگر عرف عام میں وہ ہیڈس کہلاتا تھا۔ ایلیڈ کہتا ہے کہ اس کا قیام زمین کے نیچے کے پوشیدہ مقام پر ہے وہاں جانے کا راستہ دنیا کے کناروں پر سمندروں کے پار ہے یعض نے بتلایا ہے کہ وہاں مختلف

غاروں اور جھیلوں کی تہ میں ہو کر بھی جا سکتے ہیں۔

وہاں بھی دو طبقات ہیں۔ ایک کا نام ٹارٹرس ہے اور دوسرے کا ایری بس۔ ان میں ٹارٹرس زیادہ نیچے ہے اور وہ دُنیا کے گنہگاروں کا قید خانہ ہے۔

ایری بس وہ مقام ہے جہاں مرنے کے فوراً بعد مُردہ بھیجا جاتا ہے وہاں گنہگاروں کو سزا دی جاتی ہے، اور اچھے لوگوں کو اجر ملتا ہے۔

ورجل لکھتا ہے کہ وہاں جانے کا راستہ وہاں سے ہے جہاں دریائے اچیرون (مصائب کا دریا) دریائے کوکی ٹس (آہ وزاری کا دریا) سے ملتا ہے۔ ایک بڈھا ملاح قارون روحوں کو اُن دریاؤں کے پار لے جاتا ہے اور ٹارٹرس (تحت الثریٰ) کے دروازے پر پہنچا دیتا ہے۔ مگر یہ سہولت صرف ان لوگوں کے لئے ہے، جن کا سفر خرچ ساتھ ہو اور وہ اچھی طرح احترام سے دفن کئے گئے ہوں۔ ورنہ وہ اپنی کشتی میں نہیں بٹھاتا، بُرے انسانوں کی روح کو دونوں دریا تیر کر پار کرنے پڑتے ہیں۔ ٹارٹرس (تحت الثریٰ) کے دروازے پر سربرس (تین سر کا بھیڑیا نما اژدہا) بیٹھا ہے۔ وہ ہر روح کو اندر تو جانے دیتا ہے مگر نکلنے نہیں دیتا۔

مرنے کے بعد روح کو تین ججوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے جن کے نام ہیں رہامنتوس مینوس اور ایکوس جو فیصلہ کرتے ہیں، گنہگاروں کو ہمیشہ کے عذاب میں بھیجتے ہیں اور اچھے لوگوں کو آرام و رحمت کے مقام ایلی زیاں پہنچا دیتے ہیں۔

مُردوں کی دُنیا میں تین دریا بہتے ہیں جن کے نام ہیں فلی گیتون آگ کا دریا۔ اسٹائیکس قسموں کا دریا (دیوتا جس کی قسم کھاتے ہیں) جو فراموش نہیں ہوتیں اور لیتھی فراموشی یعنی بھول جانے کا دریا۔

اسی وسیع دنیا میں کہیں پلیٹو کا محل ہے۔ اس میں ہزاروں دروازے ہیں۔ اور ہر دروازے پر ہزاروں کا مجمع رہتا ہے، اُس کے گرد وسیع میدان ہیں۔ کچھ ٹھنڈے کچھ گرم۔ کچھ چراگاہیں ہیں، جس میں عجیب گھاس پھوس اور عجیب پھول ہیں۔

ورجل کہتا ہے وہاں ارنیاں ہیں (فرشتے) جو گنہگاروں کو سزا دیتے ہیں۔ اُن میں سے کچھ دُنیا میں بُرے کام کرنے والوں کی نگرانی بھی کرتے رہتے ہیں۔ وہ سخت گیر ہیں، مگر

انصاف کے ساتھ۔ حتیٰ کہ سورج دیوتا بھی اپنے مدار سے ہٹنے کی جرأت نہیں کر سکتا وہ اس کی نگرانی کرتے ہیں۔ اُن میں سے چند کے نام یہ ہیں، تسی فون، میگیرا اور ایلکٹو۔ نیند اور موت دو بھائی ہیں۔ جو مردوں کی دُنیا میں رہتے ہیں۔ خواب بھی وہیں سے آتے ہیں۔ اُن کے آنے کے دو دروازے ہیں، ایک سِنگھ کا دروازہ ہے جس میں سے اچھے خواب آتے ہیں اور ایک ہاتھی دانت کا دروازہ ہے جس میں سے نکل کر بُرے خواب آتے ہیں۔

(مائیتھولوجی ایڈتھ ہملیٹن نیٹر سیریز)



Osiris on the judgement seat

مصر میں ارواح پرستی

مصر میں OSIRIS دیوتا بیل کی شکل میں پُوجا جاتا تھا۔ تصویر میں اس کے سَر پر دو سینگھ دکھائے گئے ہیں یہ آمن را یا بعل (سورج دیوتا) کے بعد سب سے بڑا دیوتا سمجھا جاتا تھا۔ یہودیوں نے اپنے دورِ غلامی میں اسے پوجنا شروع کر دیا تھا۔ اس کے حالات میں لکھا ہے :۔

SETH سیتھ یا شیطان نے جو دیوتاؤں کا دشمن تھا۔ سازش کر کے عوزی رس کو تخت سے اُتار دیا اور قتل کر دیا پھر اُس کی لاش زمین کی تاریک اور بے ہوا فضا میں دھکیل دی تو ISIS (عزیز) اُس کی بیوی نے ایک پرندے کی شکل میں جا کر اُسے تلاش کیا۔

وہ زمین کی تاریکیوں میں گھس گئی۔ اُس نے اپنے پَروں کی چمک سے تاریکی دُور کی اور پنکھ ہلا کر ہوا حاصل کی۔ وہ روتی اور نوحہ کرتی اُس کے پاس پہنچ گئی۔

عوزی رس کے قتل سے دنیا میں بڑی ابتری پھیل گئی تو دیوتاؤں نے ایک مجلس بُلائی اور صورتِ حال پر غور کیا۔

ثوث۔THOTH، گِدھ کے سَر والے دیوتا کو معلوم تھا کہ عوزی رس کو کس طرح زندہ کیا جاسکتا ہے۔ پس ISIS (عزیزہ) اور اُس کے بیٹے HORUS ہوروس اور گیدڑ کے سَر والے دیوتا ANUBIS نے منتر پڑھ کر عوزی رس کو زندہ کر دیا۔ اور دیوتاؤں کی مجلس میں پہنچا دیا۔ دیوتاؤں نے SETH کے الزامات اور عوزی رس کی صفائی سُنی اور ثوث نے فیصلہ دیا کہ عوزی رس سچا ہے اور سیط جھوٹا ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ عوزی رس کو دوبارہ دُنیا میں بھیجنا مناسب نہیں۔ مرنے کے بعد کوئی دُنیا میں واپس نہیں جا سکتا۔[1]

پس طے پایا کہ عوزی رس کو مُردوں کی دنیا کا بادشاہ بنا دیا جائے۔ اور وہ مرنے والوں کا حساب کتاب کرتا رہے اور اُس کا بیٹا ہوروس اُس کی جگہ دنیا میں حکومت کرے۔ تمام مُردوں کی روحیں عوزی رس کے حضور پیش ہوتی ہیں۔ وہ گنہگاروں کی روحوں کو زمین کے تنگ و تاریک گڑھوں میں قید کر دیتا ہے اور نیک روحوں کو روشن اور خوشگوار ماحول میں بھیجنے کا حکم دیتا ہے۔

چنانچہ ہر مصری عوزی رس کے حضور سُرخرو ہونے کی تمنا رکھتا تھا۔ اُس کے پسماندگان اُس کی مدد کے لئے ایک عہد نامہ اُس کی قبر میں رکھ دیتے تھے جس میں ہدایات درج ہوتیں کہ کس طرح عوزی رس تک جائے، اور چند دعائیں بھی لکھ دی جاتیں، جن کے پڑھنے سے امتحان میں کامیابی یقینی ہو جاتی تھی۔[2]

حاشیہ [1] معلوم ہوا کہ مصری یقیناً آریوں سے زیادہ حقائقِ زندگی سے واقف تھے۔ گو مُردوں کی دنیا کے بارے میں دونوں متفق ہیں۔ [2] یہودی اپنے دورِ غلامی میں جو چار سو سال پر محیط تھی اسی مصری دیوتا عوزی رس کو پوجنے لگے تھے وہ موسٰیؑ کے ساتھ مصر سے چلے آئے تب بھی

چین میں ارواح پرستی چین میں قدیم زمانے سے ایک آسمانی ہستی کا تصور موجود تھا جس کے لئے انسان کو سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھنا پڑتا تھا۔ مگر اس کا نام کیا تھا شاید انہیں معلوم نہ تھا۔

پھر چینی معاشرے میں آسمان کو اتنی اہمیت ہو گئی کہ وہاں حکومت کا نام ہی آسمانی حکومت پڑ گیا۔ چینی اپنے بادشاہ کو آسمانی مالک کا جانشین سمجھنے لگے۔ لیکن جب وہ بادشاہ مرنے لگے تو پریشانی ہوتی اس کا حل یہ نکالا گیا کہ مرنے والا اپنے آسمانی مالک کے پاس واپس گیا اور اس کے ساتھ رہنے لگا ہے۔

پس ضروری ہو گیا کہ لوگ۔ اپنے محبوب بادشاہوں کو مرنے کے بعد بھی یاد کریں اور اسے خوش کرنے کے لئے تعریفی کلمات پیش کریں تاکہ وہ آسمانی بادشاہ سے سفارش کر کے ان کے کام بنوا دے۔

رفتہ رفتہ ان مردہ بزرگوں کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ ہر خاندان کا روحانی دیوتا الگ ہو گیا۔ اور اس طرح خداؤں کی تعداد بڑھ گئی۔

مگر چینی جدّت پسند لوگ ہیں۔ انھوں نے اپنے بزرگوں کے علاوہ دوسروں کے بزرگوں کی تعلیم بھی قبول کی ہے، وہاں بدھ مت بھی پھیلا اور اسلام بھی پہنچا۔ عیسائیت بھی پھیلی اور اب کمیونزم کو قبولیت عامہ حاصل ہے۔ یعنی یہ لوگ اپنے بادشاہ کے طریقے پر چلنے کے شائق ہیں۔ اسی لئے وہ ہمیشہ ایک قوم رہے ہیں۔

ارواح پرستی کی اسی رسم بد نے مذاہب عالم کو متاثر کیا ہے۔ حتیٰ کہ یہ علم مسلمانوں نے سیکھ لیا اور ان میں بھی جلد ہی روحانی شخصیتیں پیدا ہونے لگیں۔ مسلمانوں نے اس کا نام تصوف یا معرفت رکھا۔ مگر اس تصوف کے اصل اصول برہمن مفکر ہی بنا گئے تھے۔ اور اسے سیاسی مقاصد

عوزی رس کی یاد اُن کے دل سے نہ نکلی موقعہ ملتے ہی بچھڑا بنا کر پوجنے لگے۔ قرآن حکیم نے اُسی کا ذکر کیا ہے۔ قالت الیھود عزیر ن ابن اللہ ۔ ہمارے عجمی مفسروں نے اپنی تفسیروں اور روایتوں کے ذریعہ اسے ایک پیغمبر بنا دیا ہے جو غلط ہے۔

کے لئے استعمال کرنے کے طریقے بھی سکھائے گئے تھے۔

چنانچہ کوتلیا جی نے جو وشنو گپت چھپا ہوا وشنو یعنی امام مستور مشہور ہے، اپنی مشہور کتاب ارتھ شاستر علم سیاست میں اِس تعلیم کو حسب ذیل طریقے سے استعمال کرنے کا حکم دیا ہے۔

کسی سیاسی تنظیم کو شروع کرنے کے لئے قابلِ اعتماد کارندے تلاش کرنا بے حد ضروری ہے۔ جو مخبری اور جاسوسی کا کام کر سکیں انہیں سرکاری درباری معتوب افراد اور معاشرے کے ٹھکرائے ہوئے یا غربت و افلاس کے مارے ہوئے لوگوں میں تلاش کرنا چاہیئے۔ یہ تھوڑی سی ہمت افزائی سے بڑے بڑے کام کر سکتے ہیں۔ ان میں غریب پروہت (علماء) مفلس طلبا، ودھوا (بیوہ عورتیں) جو قبول صورت بھی ہوں اور قیدی یا سزا یافتہ مجرم بے حد کار آمد ثابت ہوتے ہیں۔ ان کی درجہ بندی اس طرح کی جائے۔

۱۔ کچھ کارکن طلبا کی جماعتوں میں شامل کر دیئے جائیں۔ جو اُن میں حکومت کے خلاف زہر گھولتے رہیں۔ راجہ اور اُس کے وزیروں کی عیاشیوں کے قصّے سُنائیں۔ اُن کے مظالم بیان کریں اور ان کی طرف سے دل میں خوف بٹھا دیں تاکہ نفرت کے جذبات اُن میں رچ بس جائیں۔

۲۔ کچھ کارکن بھکشوؤں (فقیروں) جوگیوں اور تپسیوں (عابد و زاہد) کے روپ میں کام کریں۔ جن میں کچھ سر منڈے (قلندر) ہوں۔ اور کچھ جٹا دھاری (زلفوں والے) اُن کا بڑا گرو خود کو تپسوی رشی (زاہد مرتاض) ظاہر کرے اور دوسرے اُس کے چیلے (مرید) بن کر اُس کی خدمت کریں اور اُس کے گُن (کرامات)، بیان کریں کہ گرو جی مہینے میں صرف دو بار گھاس یا سبزی کھا کر بسر کرتے ہیں۔ اور کسی راجہ مہاراجہ سے نہیں ملتے، وغیرہ وغیرہ۔

۳۔ کچھ زمیندار و کاشتکار بھی ہوں۔ جو گُرو جی اور اُن کے چیلوں کو اپنی زمینوں پر بُلا کر اُن کی سیوا (خدمت) کریں تاکہ گُرو کی شہرت ہو۔

۴۔ کچھ تجارت پیشہ اور کاروباری لوگ بن جائیں اور گرو جی کے پاس آتے جاتے رہیں، اور دَکھشنا (نذرانہ) پیش کریں تاکہ دوسروں کو ترغیب ہو، اور فنڈس جمع ہو سکیں۔

۵۔ کچھ لوگ انگ وِدّیا (قیافہ شناسی)، دست شناسی، مایا گت (رمل جفر)، وغیرہ سیکھیں اور شہروں میں پھیل جائیں۔ لوگوں کے دُکھ درد معلوم کریں۔ اُن کی قسمت کا حال بتلائیں

اور حکومت کی تبدیلی کا انتظار کرنے کی نصیحت کریں جس سے روشن مستقبل کی اُمیدیں وابستہ ہوں۔

۶۔ کچھ لوگوں کو بھیک مانگنے کے لئے انتر چکر (ٹونا ٹوٹکا) سیکھنا چاہیئے جو دوسروں کو بتا سکیں اور کچھ مصنوعی کبڑے، لنگڑے، لُولے، گونگے اور بہرے بن کر گاؤں گاؤں بھیک مانگتے پھریں اور مُخبری کریں۔

آگے لکھتے ہیں کہ گویئوں، سازندوں، مسخروں اور بیسواؤں (طوائفوں) اور ودھواؤں (بیوہ عورتوں) اور سنجارہ (آوارہ عورتوں) کو بھی اپنی تنظیم میں شامل کیا جائے اور اُن کی تنخواہیں مقرر کر دی جائیں تو یہ لوگ بہت اچھی مخبری کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کی رسائی امیر غریب میں یکساں ہوتی ہے۔

ان تمام مخبروں اور جاسوسوں کو اس طرح تیار کیا جائے کہ وہ ایک دوسرے کو نہ جانیں صرف اپنے مرکز کو خبریں پہنچائیں مگر ان مخبروں پر نظر رکھنے کیلئے بھی دو ایک مخبر رکھے جائیں۔

چانکیہ جی لکھتے ہیں۔ ایسی تنظیم اندرون مُلک، وزیروں، پروہتوں، سپہ سالاروں راجکماروں، درباریوں، شاہی زنان خانوں، شاستریوں (علماء، نائبوں (پولیس والے) اور کارخانے داروں کو قابو میں رکھ سکتی ہے۔ اور حکومت کی ڈوریاں کھینچ سکتی ہے۔ نیز دوسرے ممالک میں دخل اندازی کر کے انہیں فتح کرنے کے لئے بھی یہ لوگ کار آمد ہو سکتے ہیں۔"

حاشیہ مُرتّب ۔ ہندو جوگیوں نے اس علم سے اپنے زمانے میں کیسے فائدہ اٹھایا، لکھنا فضول ہے۔ مگر مسلمان جوگیوں نے جنھیں ہم پیرانِ طریقت، صوفیا یا اہلِ معرفت کہتے ہیں۔ اس علم کو کس طرح استعمال کیا، ہم اپنی کتاب ارمغانِ عجم، میں پیش کر چکے ہیں۔

یعنی جب اسلام عراقی مجوسیوں کے ہاتھوں میں پہنچا تو یہی ویدک اور زرتشتی عقائد انہوں نے عربی میں ترجمہ کر کے روایات و مسانید کے نام سے جاری کر دیئے۔ اور مسلمانوں کو بھی مُردہ پرستی قبر پرستی اور شخصیت پرستی میں مُبتلا کر کے گُمراہ کر دیا۔ درود فاتحہ ایجاد کیا۔ اور قرآنی تعلیمات کو پسِ پُشت ڈال دیا۔ یہی علم ہمارے علماء اسلام کے ہاتھوں میں ایک نادر ہتھیار ہے۔ جس کے ذریعہ وہ برہمنوں کی طرح مُسلم معاشرے پر چھائے ہوئے ہیں۔ آج مسلمان بھی اپنے مولوی کو

کھلائے بغیر یعنی فاتحہ، قل، دسواں، چالیسواں وغیرہ منائے بغیر اپنے بزرگوں کی نجات دشوار سمجھتا ہے۔ اور وہی سب کرتا ہے جو ہندو کرتے ہیں۔ ہمارا مولوی بھی برہمنوں کی طرح اپنے پران اور شاستر عوام سے چھپاتا ہے۔ اور اصرار کرتا ہے کہ مسئلہ مسائل صرف اسی سے پوچھے جائیں اور قرآن سے رجوع نہ کیا جائے۔ یہ بدبخت قرآن کے ترجموں میں بھی شرارت کرنے کی جسارت کر ڈالتے ہیں، اور معنی خبط کر دیتے ہیں۔

عجمی آلِ نمرود جو کبھی بعل دیوتا کو پوجتے تھے، جن کی شکایت قرآن حکیم نے ان الفاظ میں کی ہے:۔

اَتَدْعُوْنَ بعلاً و تذرونَ اَحسن الخالقین (الصفٰت ۱۲۵)

یعنی کیا تم بعل دیوتا کو پکارتے ہو۔ اور اپنے اچھے پیدا کرنے والے کو بھلا بیٹھے ہو۔

جب اسلام کے وارث ہوئے تو انھوں نے اپنی روایات تاویلات اور تفسیرات کے ذریعہ حلول کے عقیدے کو بڑی خوبی سے اسلام کے چوکھٹے میں فٹ کر دیا اور بعل دیوتا کو بھی کسی نہ کسی شکل میں اُس میں سمو دیا۔ جو شیر خدا کے نام سے اقوامِ عالم میں مانوس ہے۔

انھوں نے سب سے پہلے رسول عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فوق البشر اور خیر البشر کے خطابوں سے نوازا، ان کو احمد بے میم کہا (یعنی احد) اور اللہ کے مقابلے میں اُن کے ننانوے نام گنائے، پھر اُڑایا کہ با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار۔ یعنی چاہو تو خدا کی پرواہ نہ کرو، مگر محمد صلعم کے احترام میں فرق نہ آنے دو۔ چنانچہ جلد ہی مسلمان یا اللہ اور اللہ اکبر کے ساتھ یا محمدؐ اور یا رسول اللہؐ کے نعرے لگانے لگے۔ حالانکہ قرآنِ حکیم نے غیر اللہ کو پکارنے سے منع فرمایا ہے، (فلا تدع مع اللہ الٰھاً اٰخر (شعرا) اللہ کے سوا کسی کو خدا کی طرح نہ پکارنا) اور جب لوگ اس شرک کے عادی ہو گئے، تو ہوشیاری سے وہ ساری بزرگی حضرت علیؓ کی طرف منتقل کر دی۔ اُن کو مولا مشکل کشا، شیر یزداں، قوتِ پروردگار، وغیرہ بنا کر اُن کی پرستش شروع کروا دی۔ ہمارے عجمی بھائی جلد ہی یا علی، یا حیدر، یا مشکل کشا اور مولا مدد کے نعرے لگانے لگے۔ کیونکہ یہ نعرے اُن کے آبائی نعروں سے بہت کچھ مماثل تھے۔ جو بعل دیوتا کو یا بعل۔

بعلنا بعلبک اور بعلی وغیرہ پکارتے تھے۔

پھر آلِ علی کو اہلِ بیت کا خطاب دیا۔ اور انہیں آلِ محمدؐ مشہور کر دیا تو کسی نے نہ سوچا کہ قرآن تو کہتا ہے ماکان محمد اباء احدٍ من رجالکم۔ یعنی ہم نے محمدؐ کو اولادِ نرینہ نہیں دی ہے۔ تاکہ ان کی اولاد خدائی اوتار بنا کر نہ پوجی جائے۔ مگر عجمیوں نے آلِ علی کو آلِ محمدؐ بنا کر مسلمانوں سے پجوا دیا۔ ان کے اوتاری یعنی حلولی خداؤں کے نام ملاحظہ ہوں۔ یہ سب اہل بیت اطہار کہلاتے ہیں۔ یعنی آسمانی مخلوق جو ہوائی گھوڑے پر سوار ہو اسکتا اسلامی نام



مُسلمانوں کے اوتاروں کی فہرست

جن میں حلول کے ذریعہ خدا کی روح آتی جاتی رہی

بارہ امامی شیعوں کے نام	خوجوں اور بوہروں کے امام حاضر یا زندہ امام		صوفیوں کے اوتار قادریہ سلسلہ
۱۔ امیرالمومنین علی علیہ السلام	حق مولانا علی	وصی حضرت علی	الٰہی بحق علی ولی
۲۔ امام حسن علیہ السلام	خوجے امام حسن کو امام نہیں مانتے	سیدنا امام حسن	״ حسن بصری
۳۔ امام حسین ״	حق مولانا حسین	״ امام حسین	״ حبیب عجمی
۴۔ امام زین العابدین ״	״ زین العابدین	״ زین العابدین	״ داؤد طائی
۵۔ امام باقر ״	״ محمد باقر	״ محمد باقر	״ معروف کرخی
۶۔ امام جعفر صادق ״	״ جعفر صادق	״ جعفر صادق	״ شیخ سری سقطی
۷۔ امام موسیٰ کاظم ״	״ شاہ محمد اسمٰعیل	״ اسمٰعیل	״ جنید بغدادی
۸۔ امام علی رضا ״	״ شاہ محمد بن اسمٰعیل	״ محمد بن اسمٰعیل	״ شبلی
۹۔ امام محمد تقی ״	״ شاہ وفی احمد	״ عبداللہ	״ عبدالعزیز
۱۰۔ امام محمد نقی ״	״ شاہ تقی احمد	״ احمد	״ عبدالواحد
۱۱۔ امام حسن عسکری ״	״ شاہ رضی عبداللہ	״ حسین	״ ابوالفرج
۱۲۔ امام مہدی ״	״ شاہ مہدی ابو محمد	״ مہدی	״ علی ابوالحسن
یہ سلسلہ ختم ہوگیا صرف ۱۲ امام ہوئے اب بارہویں امام روپوش ہیں	یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے	یہ سلسلہ ختم ہوگیا کل ۲۲ امام ہوئے	یہ سلسلہ جاری ہے بلکہ سیکڑوں نئے سلسلے جاری ہوگئے ہیں اور ہوتے جا رہے ہیں۔
	ان اماموں کے ناموں میں فرق دیکھتے جائیے جو جعفر صادق کے بعد شروع ہوگیا تھا		

بُتوں سے تجھ کو اُمیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے (اقبالؔ)

چنانچہ سندھ کے مشہور سیاست داں اور صوفی بزرگ جی ایم سیّد اپنی کتاب "جیسا میں نے دیکھا" میں ہمارے دعوے کی تائید فرماتے ہیں کہ صوفیائے کرام، قلندر مجذوب اور دیگر باطنی بزرگ جو عراق، ایران اور ماوراالنہر سے یہاں تشریف لائے قرآنی تعلیم کو نہیں مانتے تھے۔ بلکہ وہ ویدوں کی تعلیم کو اسلامی بنا کر پیش کرتے تھے۔

سیّد صاحب لکھتے ہیں:۔

"ان بزرگوں میں سے ایک گروہ مجذوبین کا تھا۔ دوسرا سالکوں کا، دونوں وحدت الوجود یعنی ویدانت کے قائل تھے۔"

دونوں ہی عشق و معرفت سے سرشار تھے۔ فرق صرف پیرایۂ اظہار کا تھا۔ گروہ مجذوبین (جو ہند و جوگیوں کا اسلامی نمونہ تھا) کسی مصلحت کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ اور وحدت الوجود کی کھُلی تبلیغ کے ساتھ ملّا ازم پر بھی کھُلی تنقید کرتا تھا۔

گروہ سالکین اپنی تبلیغ و تنقید اشاروں کنایوں سے تشبیہوں اور استعاروں کے ذریعہ کرتا تھا۔

اول الذکر گروہ کے رہنماؤں میں منصور حلاج، خواجہ فریدالدین عطار سرمد شہید، شاہ عنایت شہید اور سچل سرمست وغیرہم شامل ہیں۔ صفحہ ۱۶۵

علامہ اقبال نے نصف صدی پہلے ایسی شرارتوں کی نشاندہی کر دی تھی، لکھتے ہیں:۔

"تنزلات ستہ افلاطونیت جدیدہ کے بانی پلوٹانیس کا تجویز کردہ ہے۔ اسلامی تہذیب و تمدن کے ابتدائی مراحل میں افلاطونیت جدیدہ کی ایک کتاب کا ترجمہ عربی زبان میں کیا گیا اور اس کا نام الہٰیات ارسطو رکھا گیا، مسلمان اب تک اس کتاب کے مضمون کو فلسفۂ ارسطو تصور کرتے ہیں، حالانکہ اٹلی کے پروفیسر ڈی ترچی نے نہایت قوی دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ اس کتاب کو الہٰیات ارسطو سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ پلوٹانیس کے خیالات کا عربی ترجمہ ہے، غرضکہ مسئلہ تنزلات ستہ اس

طرح یونانی فلسفہ سے منتقل ہو کر مسلمانوں میں مروّج ہوا اور بعد میں اسلامی حکما و صوفیا نے اپنی اپنی اغراض کے مطابق اصطلاحات اسلامیہ میں بیان کیا۔ شیخ شہاب الدین سہروردی مقتول نے حکمت الاشراق میں اس مسئلے کو اس طرح بیان کیا ہے کہ اسلام سے پہلے زرتشتی عنصر کی تصدیق و توثیق کے لئے قرآن کی مشہور آیت اللہ نور السمٰوات والارض میں تلاش کی ہے۔ (اسرار خودی اور تصوف۔ وکیل امرتسر ۱۵ جنوری ۱۹۱۶ء)

مسلمان منطق الطیر، انوار سہیلی، اسلامی لٹریچر سمجھ کر پڑھتے ہیں اور نہیں جانتے کہ یہ سنسکرت کے ترجمے ہیں۔ اسی طرح نہج البلاغہ۔ غنیۃ الطالبین۔ کشف المحجوب۔ احیاء العلوم۔ مثنوی روم اور صحاح ستہ میں کتنے مضامین کو کھ شاستر، مہابھارت، گیتا اور وید مقدس سے ماخوذ ہیں۔ معلوم کرنے کی زحمت نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ اس حقیقت سے ناواقف ہیں کہ شریعت و طریقت میں کیا فرق ہے۔ ظاہری و باطنی اسلام سے کیا مُراد ہے۔ طریقت یا باطنی اسلام حضرت علی رضہ اور ان کے اہلِ بیت کے گرد کیوں گھومتا ہے۔ خلفاء اسلام سے کیوں ناراض ہے۔ مکہ و مدینہ سے کیوں دُور رہتا ہے۔ عراق، ایران، وسطِ ایشیا (آریوں کی جنم بھومی) عجم اور ہندوستان میں کیوں زیادہ مقبول ہے اور ان کے علماء قرآن سے زیادہ مسانید، ملفوظات اور مثنویات پر کیوں زور دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ باطنی اسلام تیسری صدی ہجری میں اتنا طاقتور ہو گیا کہ امام جعفر کے ایرانی غلام میمون القداح کی اولاد فاطمی سید بن کر مصر پر قابض ہو گئی۔ اس نے ایک متوازی خلافت قائم کر دی، جو خلافت بغداد کو خاطر میں نہ لاتی تھی۔ اُس کے داعی یا اولیا یعنی خفیہ کارندے ساری اسلامی دنیا میں پھیل گئے اور پوشیدہ طور پر تنظیم و تبلیغ کا کام کرتے رہے یہ سب کے سب عجمی تھے یعنی ایران، عراق اور وسطِ ایشیا کے باشندے تھے۔ مگر خود کو آلِ علی اور آلِ محمدؐ بتلاتے تھے، حالانکہ تصوف کی تعلیم تو کرشن جی نے دی تھی۔ ہندو کتاب گیتا دیکھئے اور نہج البلاغہ یا بخاری شریف سے موازنہ کیجئے۔

اِن اولیا اور صوفیا کے عقائد سے اب پردے اٹھ رہے ہیں۔ سندھ کے محترم سیاسی رہنما اور بزرگ صوفی جی۔ ایم سید اپنی مشہور کتاب جیسا میں نے دیکھا' میں فرماتے ہیں کہ

ا۔ حق شناس صوفی کے نزدیک خدا کا شخصی وجود (قرآنی تصوّر) ناقابلِ قبول ہے۔ ص ۱۸۷

۲۔ صوفی جملہ مذاہب کی ساری رسمیں اور نمائشی باتوں کو غیر اہم اور بے سود سمجھتا ہے۔ ایضاً

۳۔ نماز کی طرح دیگر ظاہری عبادات و رسومات کو بھی صوفی بے فائدہ سمجھتا ہے۔ صـ ۱۸۵

۴۔ مُلّا آخرت کا جو تصوّر رکھتا ہے صوفی اُسے تسلیم نہیں کرتا۔ صـ ۱۸۳

۵۔ جو صوفی حقیقت کو پالیتے ہیں وہ سارے سوانگ چھوڑ دیتے ہیں، اُن کی طرف دیکھتے بھی نہیں۔ کلمہ پڑھنا اور اذان سُننا بھی اُن کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ صـ ۱۷۸

یعنی سید صاحب کو اعتراف ہے کہ صوفیا و سالکین اتنی اخلاقی جرأت کے مالک نہ تھے کہ اپنے عقائد کھُلے بندوں بیان کر سکتے وہ اشاروں کنایوں میں کہہ جاتے تھے اور صرف مُعتمدین کو بتلاتے۔ البتہ قلندر (سر منڈے) یہ باتیں سرِ عام کہہ دیتے تھے۔ اور بعض وقت مُصیبت میں پھنس جاتے تھے، جیسے منصور حلاج یا سرمد کے ساتھ ہوا۔

یہ بھید چھُپانے کا معاملہ ایران میں ایسی شدّت اختیار کر گیا تھا کہ لوگوں نے سچ بولنا چھوڑ رکھا تھا۔ کہتے ہیں ایک گیارہ سالہ لڑکے نے اپنی قومی روایات کو پسِ پُشت ڈال کر ایکبار سچ بول دیا، یعنی اپنے کپڑوں میں چھُپی ہوئی اشرفیاں ڈاکوؤں کو دِکھا دیں تو اس معصوم حرکت کو وہ بچّے کی کرامت یا کرشمہ سمجھ بیٹھے اور فوراً تائب ہو کر گروہِ اولیاء میں شامل ہو گئے۔

یقیناً انہیں بتلا دیا گیا تھا کہ میاں ڈاکے ڈال کر اپنی اور دوسروں کی جانیں خطرے میں کیوں ڈالتے ہو۔ جاؤ بال مُنڈا کر یا بال بڑھا کر ایک عبا پہن لو، اور تسبیح ہاتھ میں لے لو۔ اور کسی گوشۂ عافیت میں بیٹھ رہو، کبھی کبھی 'ہو حق' اور 'یا علی حیدر' کا نعرہ لگا دیا کرو۔ پھر دیکھو مخلوقِ خدا کیسی کیسی مُرادیں لے کر آتی ہے اور لوگ کیسے کیسے نذرانے پیش کرتے ہیں۔ وہ اپنی بیویاں اور بیٹیاں بھی لائیں گے کہ اُن کی گودیں ہری کر دی جائیں۔

سید صاحب فرماتے ہیں کہ صوفی فرقوں اور گروہوں کو پسند نہیں کرتے وہ عالمگیر اخوّت و محبت کے علمبردار ہوتے ہیں۔ مگر آپ نے جئے سندھ کا نعرہ لگا کر نئے اور پرانے سندھیوں میں جو نفرت پھیلائی ہے وہ ان کی عالمگیر اخوت کا شاہکار ہے۔ اور یہی صوفیوں کا مسلک تھا وہ مسلمانوں میں نفاق و نفرت پیدا کرنے کے لئے ان کو مختلف سلسلوں میں بیعت کراتے او۔

حکم دیتے کہ یک در گیر و محکم گیر۔ یعنی قادریہ چوکھٹ پکڑی ہے تو چشتی کے در سے نہ مانگنا اور جعفریہ ہو تو حنفیوں سے نفرت کرو۔ واصلیہ ہو تو نظامیوں سے نہ ملو۔ چنانچہ بڑے پیر صاحب کے زمانے میں ان میں بہتر فرقے عراق کے اندر موجود تھے جن کے چند نام ملاحظہ ہوں۔

شیعانِ علی کے ۷۲ فرقے

سبائی (روافض)				ملجمی خوارج، جو جمل و صفین میں علی کے ساتھ تھے			
امامیہ	زیدیہ	کیسانیہ	غلاۃ	معتزلہ	جبریہ	قدریہ	اجاردہ
محمدیہ	جادودیہ	دروزیہ	بیانیہ	واصلیہ	مضطریہ	امویہ	خازمیہ
باقریہ	سلیمانیہ	ذکری	خطابیہ	عمریہ	مغالیہ	شیطانیہ	شعیبیہ
جعفریہ	تبریہ	مہدیہ	حلولیہ	ہذیلیہ	خوفیہ	شرکیہ	معلولیہ
اسماعیلیہ	قطعیہ	ابدیہ	مغیریہ	نظامیہ	نکریہ	حمادیہ	مجہولیہ
موسویہ	کاملیہ	ابرشیہ					

غُنیۃ الطالبین میں روافض کے ۲۶ اور خوارج کے ۴۶ فرقے مذکور ہیں۔ مگر حقیقت میں یہ صرف شیعوں کے ۷۲ فرقے تھے اِن میں صوفیا کے فرقے شامل نہ تھے۔ کیونکہ صوفیا کے فرقے گِننا ممکن نہ تھا۔ باطنی تحریک ہزاروں اور لاکھوں اولیاء ہر سال تیار کر کے کمانے کھانے اور گمراہی پھیلانے کے لئے اکنافِ عالم میں بھیج رہی تھی اور ہر ولی یا پیر اپنا فرقہ تیار کر لیتا تھا۔

مُریدوں کا دجل

ان پیروں کے چیلے (مُرید) جانگیہ جی کے حکم کے مطابق اپنے گرُوؤں کے مناقب بیان کرتے۔ فلاں صاحب چالیس دن کنوئیں میں لٹکے رہے۔ فلاں نے چالیس دن کھانا نہ کھایا۔ فلاں ہَوا میں اُڑتا تھا فلاں شیطان سے لڑا۔ کوئی صاحب رات بھر نماز پڑھتے تھے۔ کوئی رات میں چھ قرآن ختم کرتے تھے۔ اور مُردوں کو سب ہی زندہ کر لیتے تھے۔ اِس جھوٹ اور فریب کا نام تصوّف تھا۔

ان پیروں کے چیلے چانٹے اپنی مجلسوں میں حق سرہٗ کا غلغلہ رکھتے۔ عوام سمجھتے کہ خدا کا نام لیا جا رہا ہے۔ لیکن دراصل مطلب یہ ہوتا کہ جو بھید ہمارے پیر صاحب چھپائے پھرتے

ہیں، وہی حق (سچا) ہے، یعنی پیر جی باطنی مذہب یا طریقت کے پابند ہیں اور شریعت جو ظاہر کرتے ہیں وہ ان کا ڈھونگ اور دھوکا ہے۔

جب کوئی پیر عمر بھر اپنے اس راز کو چھپائے باطنی خدمات انجام دے کر مر جاتا تو اسے قدس سرہٗ کا خطاب دیا جاتا جس کا مطلب ہوتا کہ اس کا راز پاک ہو گیا۔ اس کا بھانڈا نہیں پھوٹا، اور وہ رسوائی یا قتل سے بچ گیا۔

لیکن پانچویں صدی ہجری میں یہ راز تشت از بام ہو گیا۔ حکومت ترکوں کے ہاتھوں میں آئی، وہ پکے مسلمان تھے۔ انہوں نے باطنیوں کا قلع قمع کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اور ان کو چن چن کر مارنا شروع کر دیا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے ان کے گڑھ قاہرہ پر حملہ کیا اور ان کا چھتہ تباہ کر دیا۔

سلطان محمود غزنوی نے ان کو عجم کے کونے کونے میں تلاش کرنا اور مارنا شروع کیا تو یہ اپنے گھر بار چھوڑ کر ہندوستان کے دور دراز کے غیر معروف علاقوں میں آ کر روپوش ہو گئے۔ اور محمود کے مرنے کے بعد ہندوؤں میں اپنا باطنی اسلام پھیلانے لگے۔ جو ان کے قدیم مذہب و عقائد سے زیادہ مختلف نہ تھا بلکہ ان ہی کے ویدانت کا فارسی چربہ تھا۔ یعنی پرانے اوتاروں کے بدلے نئے حلولی اوتاروں کو قبول کرنا جیسے وشنوجی کی جگہ حضرت علیؓ کو شیر خدا کہنا۔ رام لچھمن سیتا کے بدلے حسن، حسین، فاطمہؓ اور بھجن کیرتن کی جگہ رقص و سماع وغیرہ۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ و جہاد کی سید صاحب بتا چکے ہیں، ان کے پاس کوئی اہمیت نہ تھی۔

ہندوستان میں کشمیر سے لے کر راس کماری تک یہی اسلام پھیلا، جسے آپ نیم ہندو نیم شیعہ معاشرہ کہہ سکتے ہیں۔ خاص کر اودھ لکھنؤ۔ فیض اباد۔ بریلی۔ بدایوں میں اسے شیعہ حکمرانوں کی سرپرستی حاصل تھی جس نے اسے کچھ زیادہ ہی گندہ بنا دیا۔ چنانچہ اسی گمراہی سے نکالنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر انگریزوں کو مسلط کیا تاکہ وہ علم کی روشنی پھیلائیں اور جب انہوں نے تعلیم حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی کوئی کوشش نہ کی تو سو سال بعد تقسیم ہند کے ذریعہ انہیں اپنے گھروں سے اکھاڑ کر منتشر کر دیا۔ بدنصیبی دیکھئے کہ یہاں آ کر بھی یہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے۔ وہی سب خرافات مقامی لوگوں میں پھیلا کر

اُن کو بھی گمراہ کر دیا۔ اور انہیں بھی مصیبت میں پھنسا دیا۔

اور یہ سمجھنے سے معذور رہیں کہ محرم کے جلوس جو ہندو دسہرے کی نقل ہے آخر ایران میں کیوں نہیں نکلتے۔ وہاں تعزیہ داری کیوں نہیں ہوتی۔ بے شک وہ شیعہ ہیں مگر ان پر ہندو اثرات نہیں جو یو۔ پی کے مسلمانوں نے اپنا لیئے تھے۔

شاعرِ مشرق حکیم الامت علامہ اقبالؔ نے بھی اس فتنے کو سمجھ لیا تھا، اور کمال دیانت داری سے اعتراف کر لیا تھا کہ نام نہاد بزرگانِ دین، پیر رومی غزالی اور ابن عربی نے مسلمانوں کو گمراہ کر کے تصوف کے چکر میں ڈال دیا تھا، یہ خالص ہندوانہ ویدک عقائد ہیں۔

"مجھے اس امر کا اعتراف کرنے میں کوئی شرم نہیں کہ میں ایک عرصے تک ایسے عقائد و مسائل کا قائل رہا جو بعض صوفیا کے ساتھ خاص ہیں۔ اور جو بعد میں قرآن شریف پر تدبر کرنے سے قطعاً غیر اسلامی ثابت ہوئے۔ مثلاً شیخ محی الدین ابن عربی کا مسئلہ تنزلات ستہ یا دیگر مسائل جن میں بعض کا ذکر عبدالکریم جیلی نے اپنی کتاب انسانِ کامل میں کیا ہے۔ مذکورہ بالا تینوں مسائل میرے نزدیک مذہب اسلام سے کوئی تعلق نہیں رکھتے، گو میں ان کے ماننے والوں کو کافر نہیں کہہ سکتا کیونکہ انھوں نے نیک نیتی سے ان مسائل کا استنباط قرآن شریف سے کیا ہے۔ مسئلہ قدمِ ارواح افلاطونی ہے۔ بو علی سینا اور ابو نصر فارابی دونوں اس کے قائل تھے، چنانچہ امام غزالی نے اس وجہ سے دونوں بزرگوں کی تکفیر کی ہے۔ شیخ عربی نے اس مسئلے پر اس قدر ترمیم کی ہے کہ وہ صلحاء کملا کے ارواح کے قدم کے قائل ہوئے مگر ظاہر ہے کہ اصول وہی ہے اور مسلمانوں میں اس مسئلہ نے قبر پرستی کی بنیاد رکھی۔

(اسرار خودی اور تصوف۔ 'وکیل' امرتسر۔ ۱۵ر جنوری ۱۹۱۶ء)

آگے لکھتے ہیں:۔

"مسئلہ وحدت الوجود گویا مسئلہ تنزلات ستہ کی فلسفیانہ تکمیل ہے۔ بلکہ یوں

کہئیے کہ عقل انسانی خود بخود تنزلات ستہ سے وحدت الوجود تک پہنچی ہے۔
اکثر صرف اس مسئلے کے قائل ہیں۔ بعض اس طرح کہ وحدت الوجود ایک حقیقت
نفس امری ہے اور بعض اس طرح کہ یہ محض ایک کیفیت قلبی یا مقام کا نام ہے
میرا مذہب یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نظام عالم میں جاری و ساری نہیں بلکہ نظام عالم
کا خالق ہے اور اس کی ربوبیت کی وجہ سے یہ نظام قائم ہے، جب وہ چاہے گا
اس کا خاتمہ ہو جائے گا۔ حکما کا مذہب تو جو کچھ ہے اس سے بحث نہیں، رونا اس
بات کا ہے کہ یہ مسئلہ اسلامی لٹریچر کا ایک غیر منفک عنصر بن گیا ہے اور اس کے
ذمہ دار زیادہ تر صوفی شاعر ہیں۔ جو پست اخلاق اس فلسفیانہ اصول سے
بطور نتیجہ کے پیدا ہوئے ہیں، ان کا بہترین گواہ فارسی زبان کا لٹریچر ہے اور
حقیقت یہ ہے کہ فارسی لٹریچر تمام و کمال اس زہر سے متاثر ہے۔

(اسرار خودی اور تصوف۔ ”وکیل“ امرتسر۔ ۱۵؍ جنوری ۱۹۱۶ء)



چھٹا باب

دیوتاؤں کی بیویاں

آریہ سماجی مہاشے کہتے ہیں۔ ویدوں میں ایشور کی بیویوں کا کہیں ذکر نہیں ہے، ممکن ہے ایشور کے بیوی نہ ہو۔ مگر خود ایشور کا تصور ویدوں میں کہاں ہے۔ وہ تو صرف دیوتاؤں کے قصوں سے بھرے پڑے ہیں، دیانند جی کا یہ دعویٰ محض دھوکا ہے۔ بلکہ صریح دروغ بیانی ہے۔ یجروید میں ہر دیوتا کی بیوی کا نام درج ہے۔ بلکہ جس دیوتا کی زیادہ بیویاں ہیں ان کے نام تفصیل سے درج ہیں۔ حتیٰ کہ اگنی دیوتا کی بیوی کے بارے میں بھی صراحت ہے کہ وہ جورو والا تھا۔ حالانکہ آگ کی جورو کا ہونا ایک آگ لگانے والی بات ہے۔ کہ یہ اپنی جورو کو بھی جلا کر خاک کر سکتی ہے، پھر اسے جورو کی کیا ضرورت ہے۔ لیکن شاید سنسکرت میں آگ مذکر تھی اس لئے دیوی کے بجائے دیوتا کہلائی۔

شلوک نمبر ۱ :۔ اے جورو والے اگن دیوتا تو پوشٹا دیوتا کے ساتھ یہ سوم رس پی۔ یجروید ۸/۱

آگے چل کر جملہ دیوتاؤں کو اُن کی بیگمات کے ساتھ شمبھو نام کی نذر قبول کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے۔ بلکہ بعض جگہ تو صرف بیویوں کو بُلانا کافی بتلایا گیا ہے۔

شلوک نمبر ۲ :۔ کھانے سے کھانے کی اشیاء کو حاصل کرتا ہے۔ قصائد کے کلام سے مطالب کو حاصل کرتا ہے۔ شمبھو نام کی نذر سے دیوتاؤں کی بیویوں کی نذر کو حاصل کرتا ہے۔ سوم یگھیہ کے منتروں سے سوم یگھیہ کے منتروں کو حاصل کرتا ہے۔ وہ پرارتھنا (عبادت) کو پرارتھنا سے حاصل کرتا ہے۔ اور دان دھرم (خیر خیرات) کو دان دھرم سے

حاصل کرتا ہے۔ وہ عقیدت اور سچ کو بھی حاصل کرتا ہے۔ وہ عقیدت اور سچ کو بھی حاصل کرتا ہے۔ یجروید $\frac{19}{29}$

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ویدوں نے ایشور جی کو دو بیویاں فراہم کی ہیں۔ اتھروید میں ایشور جی کی بیویوں کے نام سـری اور لکشمی کے بجائے ماشی دیوی اور چاکشومنی درج ہیں۔ اور ان کا قیام ایشور کے شہر اپراجیتا نگر میں بتلایا گیا ہے۔ ویدوں میں دیوتاؤں کی بیویوں کے حسب ذیل نام ملتے ہیں:۔

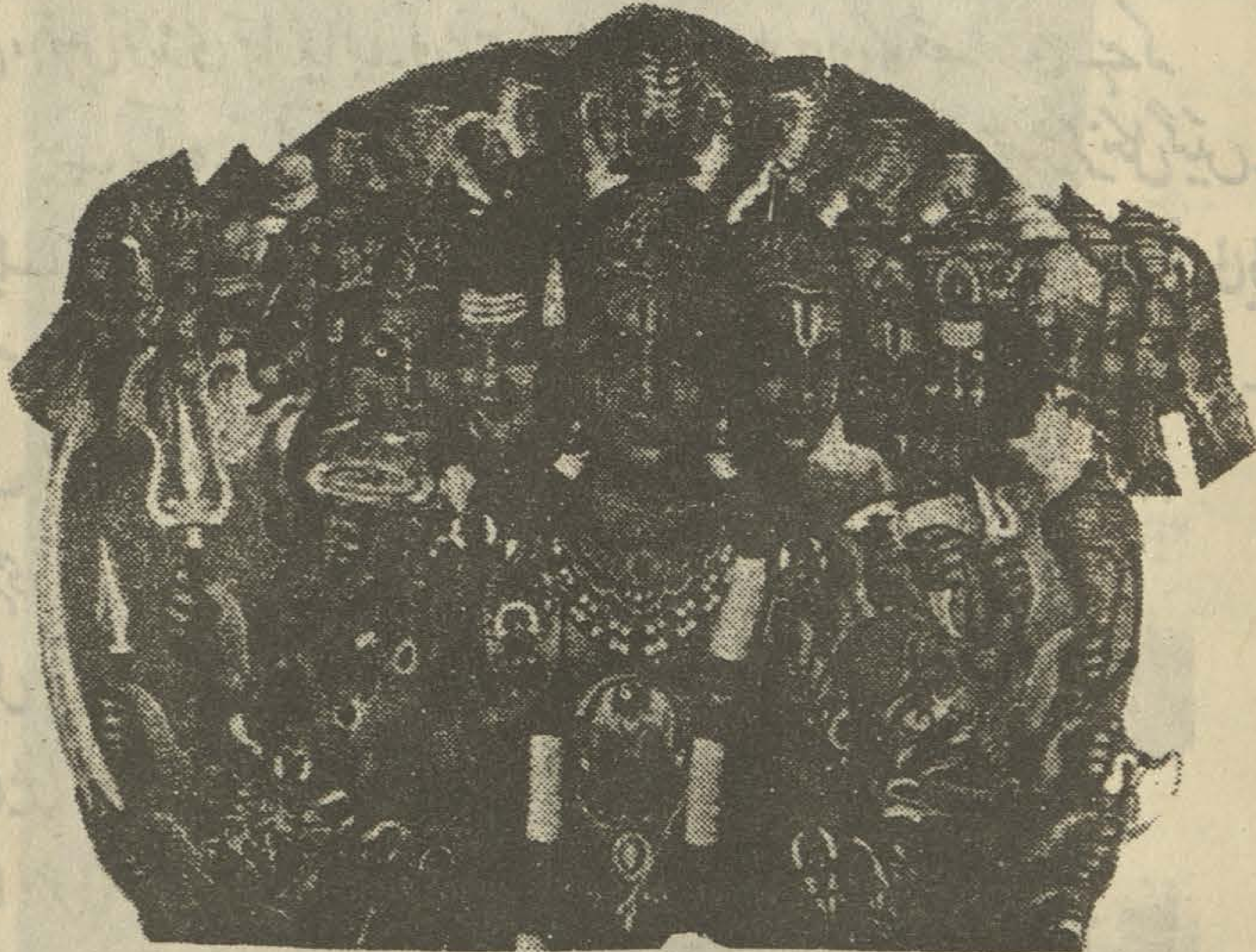
۱۔ اگنی دیوتا کی بیوی کا نام اگنانی دیوی ہے۔
۲۔ سوریہ نارائن کی بیوی کا نام چھایا دیوی ہے۔
۳۔ یم دیوتا (ملک الموت) کی بیوی کا نام نمی دیوی ہے۔
۴۔ مہادیو جی کی بیوی کا نام پاروتی دیوی ہے۔
۵۔ ایشور جی کی بیویوں کے نام ماشی دیوی اور چاکشومنی دیوی۔
۶۔ برہم دیوتا کی بیوی کا نام سرسوتی یا سـری دیوی ہے۔
۷۔ اندر دیوتا کی بیوی کا نام اندرانی ہے۔

ویدوں کی تضاد بیانی کا یہ عالم ہے کہ سـری دیوی اور لکشمی دیوی کو کہیں برہما دیوتا کی بیوی بتلایا گیا ہے اور کہیں ایشور کی بیوی جو سب سے بڑا دیوتا ہے۔ سری دیوی کو کہیں سرسوتی لکھتے ہیں کہیں سرلا دیوی۔ مگر ان کے مناقب لکشمی جی کے برابر نہیں۔ پرانوں میں لکشمی یا لچھمی دیوی کی بڑی مدح درج ہے۔ اُن کی پوجا دیوالی میں ہوتی ہے۔ وہ دھن دولت اور جواہرات کی مالک بتلائی جاتی ہیں۔ اس لئے دولت انہی سے طلب کی جاتی ہے۔ ان کے چار ہاتھ دکھلائے جاتے ہیں جن میں دو سے وہ ستار بجاتی ہیں۔ اور دو سے سُر تال ملاتی ہیں یہ مور پر سوار ہو کر باہر نکلتی ہیں۔ اور مور سانپ سے کھیلتا ہوا دکھایا جاتا ہے۔

برہمنوں نے جس طرح دیوتاؤں کے ناموں میں الٹ پھیر کی ہے۔ کہیں برہما کو ایشور لکھا ہے کہیں وشنو کو اُن سے بڑا بتلایا ہے اور کہیں شیوا کو اُن سب سے بڑا کر دیا ہے اور کہیں اندرا کو سب سے بڑا کہا ہے۔ اسی طرح ان کی بیویوں میں بڑی الٹ پھیر کر دی ہے۔ پھر

پُرانوں کے ذریعہ جو ان کی مٹی پلید کی ہے وہ آپ نے دیکھ لی۔ مگر ہم سری دیوی اور لکشمی دیوی کو اتفاق سے اپنی الہامی کتابوں توریت و انجیل میں بھی موجود پاتے ہیں، جس سے اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ آریوں کو جب وہ اپنے وطن سے یہاں آئے، اپنے بزرگوں کے نام یاد تھے۔ بعد کو ان کو دیگر اقوام کی طرح اپنے دیوی دیوتا بنالیا۔

سری دیوی جسے یہ سرسوتی۔ سرلا اور سرئی لکھتے ہیں یقیناً حضرت ابراہیمؑ کی بیوی حضرت سائرہ ہیں۔ ہندوؤں نے اُن کی شکل کچھ اس طرح بنائی ہے۔



ان کے سر سے جو بہت سے سر جوڑے گئے ہیں وہ اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اُن سے ہی تمام دیوی دیوتا پیدا ہوئے۔ اور یہ ہمارا بھی اعتقاد ہے کہ حضرت سائرہ کی نسل سے بے شمار پیغمبر اور نبی پیدا ہوئے۔

البتہ اُن کے بہت سے ہاتھوں اور اُن کے ان حالات سے جو ہندوؤں نے لکھ چھوڑے

ہیں ہم اتفاق نہیں کر سکتے۔ اس لئے ہم ان کو نظر انداز کرتے ہیں۔ اس تصویر میں دیوتاؤں کے ساتھ ساون ہنومان اور دوسرے خوفناک بندرگوں کے چہرے لگا کر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ اُن سب کی ماں تھیں، خواہ وہ آریوں کے بزرگ ہوں یا دراوڑیوں کے۔

لکشمی دیوی حضرت ابراہیمؑ کی دوسری بیوی حضرت ہاجرہ کو آریوں نے لکشمی کیوں لکھا ہے یہ معلوم کرنے کے لئے ہمیں اپنی کتابوں کے علاوہ انجیل و توریت بھی دیکھنا پڑا۔ اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاجرہ جسے انگریزی میں "ہے گر HAGGAR" لکھا جاتا ہے، اُن کا نام نہیں ہے۔ یہ لفظ دراصل 'الہاغار' تھا۔ عبرانی زبان میں اس کے معنی تھے، اجنبی اور غیر قوم والی۔ یعنی یہ حضرت ابراہیمؑ کے خاندان سے نہ تھیں۔ یہ بادشاہ مصر کی بیٹی تھیں، مگر چونکہ سیاہ فام تھیں، انہیں لونڈی شمار کیا گیا۔ توریت کے باب تکوین میں ان کا قصہ درج ہے کہ

جب سارہ نے ہاجرہ کو ستانا شروع کیا، تو ہاجرہ ایک دن گھر چھوڑ کر نکل گئیں۔ اور ایک چشمے پر بیٹھ کر رونے لگیں۔ تو فرشتے نے اللہ کا پیغام دیا۔ اے ہاجرہ تو اپنی بی بی کے پاس لوٹ جا، تو حاملہ ہے۔ میں تیری نسل کو اتنا بڑھاؤں گا کہ وہ گنی نہ جا سکے گی۔ تو ایک بیٹا جنے گی۔ اُس کا نام شمع ایل رکھنا۔ کہ خدا نے تیرا دکھ سُنا۔ تکوین-۱۶



یہی شمع ایل عربی میں اسمٰعیل ہو گیا ہے۔ عبرانی زبان میں شمع کے معنی تھے سُنا، عربی سمع اور ایل اُن کی زبان میں خدا کو کہتے تھے۔ ایلی ایلیا اور عربی الٰہ اسی لفظ ایل سے بنے ہیں۔ شمع ایل کی بشارت جن الفاظ میں دی گئی وہ تھے لک شمع ایل یعنی تجھے شمع ایل دیا۔

ممکن ہے یہ روایت اِن آریوں تک پہنچی اور اُسی سے انہوں نے ہاجرہ کا نام لکشمی بنالیا ہو۔ مگر یہ محض قیاس ہے۔

تاہم یہ بات یقینی ہے کہ آریئے حضرت ابراہیمؑ اور اُن کے اہلِ خاندان سے واقف تھے۔ اور کیوں نہ ہوتے ابراہیمؑ انہی کے شہر بابل میں پیدا ہوئے تھے۔ اور اُن کے بادشاہ سے لڑکر وطن چھوڑا اور شام میں جاکر آباد ہوگئے۔ آریوں نے اُن کو بھی اپنا دیوتا بنالیا اور یاد رکھا اگرچہ اُن کی تعلیم سے اتفاق نہ کرسکے یعنی توحید نہ سیکھ سکے، بتوں کو پوجتے رہے۔



کالی کلکتہ والی

برہمن گوشت نہیں کھاتا۔ گوشت کھانے والوں سے نفرت کرتا ہے مگر اُس کے وید گوشت کھانے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے برہمن ایسے مندروں پر

قبضہ جمالیتا ہے جہاں قربانیاں ہوتی ہیں۔ چنانچہ کلکتہ کی کالی مائی چونکہ بڑی خونخوار دیوی تھی اُس کے مندر پر اب بھی قربانی ہوتی ہے لیکن برہمن کا لحاظ کرتے ہوئے وہاں گائے کے بجائے بھینسے کی قربانی ہوتی ہے اور یہ قربانی برہمنوں کی نگرانی میں ہوتی ہے۔ ویدوں میں گائے کی قربانی کا ذکر موجود ہے۔

گائے نے اگنی سورج اور وایو کو دیکھ کر سُریلی آواز نکالی۔ اگنی سورج اور وایو نے گائے کی آواز سُن کر کہا، گائے سب سے عمدہ خوراک لذیذ مزے دار اور زندگی کا ذریعہ ہے، اس کا ہون کرنا چاہیئے۔ اور گائے گاتی ہے، اس لئے گانا بھی ضرور ہونا چاہیئے۔ اگنی نے مست ہو کر گائے سے جماع کیا۔ اُس کی منی سے دُودھ بنا۔

جب گائے کا ہون ہوا، دیوتا لڑ پڑے کہ اگلا حصہ کون لے اور پچھلا کون لے۔ پھر پرجاپتی نے فیصلہ کیا کہ پچھلا حصہ اگنی کو ملے جو اپنے تخم سے نسل بڑھاتا ہے۔ بیچ کا حصہ سورج کو ملے اور سر وایو کو دیا جائے، جہاں سے آواز نکلتی ہے۔ اُس کے سینگھ سے نرسنگھا بنایا جاتا تھا جسے بجاتے تھے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ مدراس اور کلکتہ کے درمیانی حصہ میں قدیم زمانے سے کانڈہ قوم آباد تھی۔ یہ لوگ ۱۸۳۵ء تک انسان کی قربانی کی رسم ادا کرتے تھے۔ یہ لوگ کسی آدمی کو خرید کر لاتے، بڑے لاڈ پیار سے پالتے۔ اچھے کھانے کھلاتے اور تیوہار کے دن اُس کے کان میں کہتے کہ ہم نے تم کو روپیہ دے کر خریدا ہے۔ تمہارا خون ہماری گردن پر نہیں، پھر زمین کے دیوتا کے نذر چڑھا دیتے۔ اس کا خون گوشت پوست تبرّک کے طور پر بانٹتے اور کھلاتے تھے۔ اس رسم کو مرہٹی کہتے تھے۔ اور سال میں دو بار ادا کرتے تھے۔ انگریزوں نے اس رسم کو بند کیا۔ اب یہ لوگ بھینسے کی قربانی کرتے ہیں۔

۱۸۶۶ء میں بنگال کے بہت سے مندروں میں جو کالی کے مندر مشہور ہیں، پھولوں اور پتوں میں ڈھکے ہوئے انسانی سر برآمد ہوئے جن سے پتہ چلا کہ ہندوستان میں بھی آدم خور قومیں آباد ہیں۔

اوجین کے قریب ایک پہاڑ کی چوٹی پر اگھوڑی قوم آباد تھی، جب ہندو اپنے مُردے جلانے لے جاتے اور چتا تیار کر کے آگ لگاتے تو یہ لوگ آکر بھنی ہوئی لاش کو چتا

سے نکال کر کھا جاتے۔

مُردوں کے ورثا اِس خیال سے کہ اگھوڑی شیو جی کے پُجاری ہیں۔ اُن کو روکا تو شیو جی ناراض ہو جائیں گے، کچھ نہ کہتے بلکہ سوچتے کہ شاید اسی طرح اُس مُردے کی مُکتی ہو جاتی ہوگی۔ مہاراجہ سندھیا نے ۱۸۸۶ء میں اگھوڑوں کو اچھی خوراک فراہم کر کے اِس مذموم رسم کو بند کیا۔

برہمنوں نے اس دیوی کی شکل بے حد بھیانک بنائی ہے۔ اس کے چار ہاتھ ہیں، یعنی بہت طاقتور تھی۔ اس کے ایک ہاتھ میں کسی گورے رشی یا پنڈت کا سر ہے۔ گویا وہ گورے آریوں کی دشمن تھی۔

اور جسے زمین پر گرا کر پیروں سے روند رہی ہے وہ سیاہ فام اقوام کا دیوتا شیوا ہے۔ یعنی اس طرح اُسے برہمنوں اور اونچی ذات کے ہندوؤں کی نظر میں قابلِ نفریں بنایا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب سفید چمڑی کے آریے جنوبی ہند اور بنگال پہنچے تو اُن کا مقابلہ وہاں کی کسی سیاہ فام رانی سے ہوا جس نے حملہ آوروں پر سخت ظلم کیا پس انہوں نے اُسے بھی دیوی تسلیم کر لیا۔ تاہم اپنی نفرت کے اظہار کے لئے اس کے گلے میں بچوں کی کھوپڑیوں کا ہار اور کمر میں ہاتھوں کا گھاگھرا پہنایا گیا ہے یعنی وہ ڈائن تھی، بچوں کو کھا جاتی تھی۔ تاہم اب سب ہی ہندو اُسے دیوی تسلیم کرتے ہیں اور کلکتے جانے والے اسے نمسکار کرنے ضرور جاتے اور پرساد چڑھاتے ہیں

ویدوں میں عورت کا مقام

قرائن سے ظاہر ہے کہ آریہ قومیں شادی بیاہ کی رسم سے واقف نہ تھیں، یہ لوگ جس عورت کو چاہتے بلا کسی روک ٹوک اور قاعدے کے وحشی جانوروں کی طرح حاصل کر لیتے تھے۔ کیونکہ اِن کا قومی قانون تھا کہ زر، زن، زمین، کسی کی ملکیت نہیں، جو حاصل کرے اسی کی ملکیت ہو جاتی ہے۔

عورت کی زندگی کا مقصد ویدوں نے کچھ اس طرح بیان کیا تھا:۔

شلوک :- ۱۔ برہمن ویدک کام کرنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔

۲۔ پانی پاخانے پیشاب سے ناپاک نہیں ہوتا۔

۳۔ آگ کسی کو جلانے سے ناپاک نہیں ہوتی۔

۴۔ عورت آشنا سے بھوگ (زنا) کرواکر ناپاک نہیں ہوتی۔

۵۔ شادی سے پہلے کنواریوں سے دیوتا بھوگ (زنا) کرتے ہیں۔

۶۔ پھر گندھرو (شیطان) ان سے بھوگ (زنا) کرتے ہیں۔

۷۔ پھر کوئی انسان اُن سے شادی کر کے بھوگ کرتا ہے۔

۸۔ اور یہ سب کرنے سے عورتیں ناپاک نہیں ہوتیں۔

اتری سمرتی شلوک ۱۹۰، ۱۹۱

یہ عبارت وید مقدس کی ہے جو آریوں کی الہامی کتاب ہے یعنی یہ دیوتاؤں کا حکم ہے کہ عورت کی تخلیق کا مقصد صرف استعمال ہونا ہے۔ اور وہ پیدا ہوتے ہی استعمال ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ دیوتاؤں کا تحفہ ہے اور تحفہ اُسی کو ملتا ہے جو ہاتھ بڑھا کر لے لے۔ مردوں کو اُن پر حق جتانے کا حق نہیں۔

پھر رفتہ رفتہ اِن میں شائستگی پیدا ہونے لگی۔ کچھ پابندیاں عائد کی گئیں۔ ہم دیکھتے ہیں، رام چندر جی کے زمانے میں سوئمبر کی رسم جاری ہوئی۔ یعنی سب نوجوان جمع ہوں اور کوئی شرط پوری کر کے بیوی جیت لیں۔ اِس میں بھی عورت کی مرضی یا پسند کو دخل نہ تھا۔

کسی زمانے میں ذات پات کی قید اٹھ گئی اور عورتوں کو اجازت ملی کہ وہ جسے چاہیں پسند کریں اور اُس سے شادی کر لیں، مگر منو نے جلد ہی ذات پات کی شرط لگا دی۔ ۱۱۹۳ء میں شہاب الدین غوری کے عہد میں سوئمبر کی رسم ختم ہوئی۔ اور سلاطینِ اسلام کو لڑکیاں دینا رائج ہو گیا۔ یہ رسم انگریزوں کے آنے کے بعد ختم ہو گئی۔ تاہم قدیم معاشرتی خرابیاں اِن کے معاشرے میں موجود ہیں۔

ممالک متوسط برار، بمبئی، کرناٹک اور میسور میں بعض قومیں بھانجی کے ساتھ شادی کرنا جائز سمجھتی ہیں۔ ارناڈن قوم اپنی بڑی لڑکی سے شادی جائز سمجھتی ہے۔ کھانڈ قوم

اپنی خالہ سے نکاح جائز سمجھتی ہے۔ کوڈیا قوم بیوہ ماں کے ساتھ بیاہ جائز سمجھتی ہے۔ دام مارگی کسی عورت کو حرام نہیں سمجھتے خواہ بیٹی، بہن یا ماں ہی کیوں نہ ہو۔

آریہ سماجی کہتے ہیں کہ مرد عمر بھر برہم چاری رہے تو اچھا ہے لیکن عورتوں کو حکم ہے کہ وہ کم سے کم دس بچے پیدا کریں۔

ڈیرہ دون پرگنہ چون سار کی پہاڑی اقوام میں کئی بھائیوں میں ایک عورت کافی سمجھی جاتی ہے۔ کہتے ہیں اس سے زمین تقسیم نہیں ہوتی اور خاندان میں ایکا رہتا ہے۔ یہ پولنڈری بیاہ کہلاتا ہے۔ اگر کوئی بھائی اس پر راضی نہ ہو تو اُسے دوسرا مکان بنا کر دوسری عورت کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔

تبت اور بھوٹان میں بڑا بھائی شادی کرتا ہے۔ چھوٹے بھائی باری باری اس سے کام نکالتے ہیں۔

پنجاب میں پولنڈری طریقہ پر بیاہ کرنے والے دوہرا مکان بناتے ہیں، اگلے حصے میں تمام بھائی رہتے ہیں اور پچھلے حصے میں ان کی اکلوتی بیوی رہتی ہے۔ ان بھائیوں میں سے جو وہاں جاتا ہے وہ دروازے پر اپنا جوتا یا ٹوپی رکھ دیتا ہے۔ واپسی پر اسے ہٹا لیتا ہے تاکہ دوسرے بھائیوں کو موقعہ ملے۔ بڑا بھائی چھوٹے بھائیوں کی ضرورت کا خیال رکھتا ہے اس عورت سے جو بچے ہوتے ہیں وہ بڑے بھائی کے سمجھے جاتے ہیں۔ اور بچے اپنے زیادہ باپوں پر فخر کرتے ہیں، اور سب کو اپنا باپ سمجھتے ہیں۔

بعض خاندانوں میں پہلا لڑکا بڑے بھائی کا، دوسرا دوسرے کا، اور تیسرا تیسرے کا۔ علیٰ ہٰذا نامزد کیا جاتا ہے، خواہ کسی بھائی نے مباشرت نہ کی ہو، مگر بچے کو اُس کا نام دے دیا جاتا ہے۔

کشمیر میں بڈھے اکثر جوان عورت سے اس لئے شادی کرتے ہیں کہ بیوی اچھی اولاد پیدا کرے۔ ایسی عورت کی اولاد پچھنگا کہلاتی ہے۔

پنجاب میں اگر کسی کے بھائی نہ ہو تو وہ کسی دوسرے کو اپنا شریک بنا لیتا ہے، ایسے شخص کو دھرم بھائی کہتے ہیں۔ یہ رسوم کنیٹ، جاٹ، راجپوت اور کشمیر کے ٹھاکر اور میگھ

اقوام میں جاری ہیں جو آریائی نسل کے لوگ ہیں۔

ہندوستان کی قدیم تہذیب

ہندوستان میں آریوں کے آنے سے پہلے دراوڑی نسل کے سیاہ فام باشندے آباد تھے۔ وہ اس سرزمین کے مالک تھے، انہی کے راجے مہاراجے یہاں حکومت کرتے تھے۔ ان میں گونڈ، بھیل، سنتھال تو بہت مشہور ہیں۔ یہ اپنے خدو خال سے افریقی اقوام سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔ ممکن ہے یہ وہیں سے ترکِ وطن کر کے آئے ہوں، یا کشور کشائی کرتے آ گئے ہوں۔

آریوں کے آنے پر یہ اپنا سب کچھ کھو کر اپنی آزادی برقرار رکھنے کے لئے جنوبی ہند کے جنگلوں اور پہاڑوں میں جا بسے اور آج تک وہاں نیم وحشی زندگی بسر کر رہے ہیں۔



جنوبی ہند میں دراوڑی اقوام کی زبوں حالی

گونڈوں کا ایک قبیلہ اپنے قومی ناچ کی تیاری کر رہا ہے

یہ لوگ تہذیب کی غلامی قبول کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ اپنے فطری لباس میں گھومتے ہیں۔ بہت کم ستر پوشی کرتے ہیں۔ جنگلی پھل، جڑی بوٹیاں، درختوں کی جڑیں، رتالو، زمین قند مونگ پھلی وغیرہ کھا کر زندگی گزارتے ہیں، سانپ، بلی اور چوہے کھا جاتے ہیں، شیر کا گوشت بھی شوق سے کھاتے ہیں۔

دکن کے پہاڑی غار اور چٹانیں اُن کی صدیوں پرانی تاریخ کو اپنی گود میں چھپائے ہوئے ہیں۔ ہم نے اُن کی ایک مہامانی کی زندگی کا نقش جو ایجنٹا کے غاروں سے لیا گیا ہے ابتدائی باب میں پیش کیا ہے۔ یہ دوسری تصویر اُن کے موجودہ معاشرے کو پیش کرتی ہے جس میں افلاس، غربت اور فلاکت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ گونڈ لڑکیاں جب تک شادی نہ ہو سینہ بند کرنے کی مکلف نہیں ہوتیں۔ شادی کے بعد یہ صرف ایک کپڑے سے ستر پوشی کرتی ہیں۔ اور سِلا ہوا کپڑا نہیں پہنتیں۔

یہ لوگ بھی آریوں کی طرح خود کو مادری تہذیب کا نمائندہ سمجھتے ہیں، یعنی کہتے ہیں کہ نسل ماں سے چلتی ہے۔ جیسے گائے، بکری، گھوڑے میں یہ جاننا ضروری نہیں کہ اُن کا باپ کون تھا۔ صرف اتنا کہا جاتا ہے کہ یہ فلاں کی گائے کا بچہ ہے یا فلاں کی گھوڑی کا بچہ ہے۔

گونڈوں کی لڑکیاں وقتِ واحد میں چار چار، چھ چھ، آٹھ آٹھ شوہروں کو بیاہ دی جاتی ہیں۔ اور یہ اُن سب کے ساتھ خوش اسلوبی سے بسر کرتی ہیں۔ سب کو خوش رکھتی ہیں۔ سب کے بچے پالتی ہیں۔ یہ بچے باپ سے کوئی ورثہ نہیں پاتے۔ اول تو وہاں ورثے میں دینے کے لئے ہوتا ہی کیا ہے۔ سوائے دریا، پہاڑ اور وسیع جنگل کے جو اُن کو آزوقہ فراہم کرتے ہیں یا گھانس پھونس کی ایک جھونپڑی جو عورت کے لئے بنائی جاتی ہے کہ اپنے بچے اُن میں رکھ کر پالے۔ تاہم اگر کچھ ورثہ ہوتا ہے تو وہ لڑکیوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

یہ رسوم افریقہ، جزائر ہند، سیلون، مالدیپ اور انڈمان میں بھی پائی جاتی ہیں اور شمالی ہند کی بعض آریائی قوموں میں بھی موجود ہیں، جیسا کہ گذشتہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ اس کی وجہ یہ بتلائی جاتی ہے کہ اِن قوموں میں عورتوں کی کمی ہوتی ہے اس لئے کئی کئی مردوں کو ایک عورت پر اکتفا کرنا پڑتا ہے۔ مگر یہ سمجھنے سے عاری ہیں کہ عورتوں کی کمی اسی رسمِ بد کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ جب ایک عورت کئی مردوں کی شہوت رانی کا شکار ہوتی ہے تو اول تو اُس کے اولاد کم ہوتی ہے۔ کیونکہ مختلف خون کے اثرات سے استقرارِ حمل میں رکاوٹ ہوتی ہے۔ دوسرے ایسی عورتیں جلد مر جاتی ہیں۔ اور

معاشرے میں عورتوں کی کمی پیدا ہو جاتی ہے۔ خاص کر اس لئے بھی کہ یہ شادیاں کم عمری میں ہو جاتی ہیں۔ اور بچیاں کئی کئی مردوں کی یلغار کی تاب نہ لا کر جلد مر جاتی ہیں یا صحت بگاڑ لیتی ہیں۔ لیکن یہ مادری تہذیب کا تحفہ ہے۔ اسے بدلنا آسان نہیں، مادری تہذیب تمام آریائی نسلوں میں بے حد مقبول ہے۔ ایشیا، یورپ اور افریقہ اس کی زد میں ہے۔ روسی علاقہ تو از حد آبرو باختہ ہے، مگر عیسائی دُنیا بھی اس سے محفوظ نہیں ہے۔ برطانیہ میں مادری تہذیب کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہاں کی ملکہ کا شوہر جرمنی سے آتا ہے اور تخت انگلستان کا انگلش وارث پیدا کرتا ہے۔ جبکہ ہمارے حساب سے وہ جرمن بچے ہوتے ہیں۔

ایران میں عورت ایران میں اسلام کے آنے سے پہلے کا معاشرہ کچھ اسی طرح کا تھا۔ ظاہر ہے کہ وہ آریائی نسل سے تعلق رکھتے تھے، اس لئے اِن کا معاشرہ ویسا ہی تھا۔ ہم بتلا چکے ہیں کہ زرتشت کے دین کو سکندر اعظم کی فوجوں نے تہس نہس کر دیا تھا۔ پھر عراق کے ایک فرزند مانی نے ویدوں کو سامنے رکھ کر اپنی کتاب ژند تیار کی اور معاشرے کو گندہ کر دیا۔ پھر چھٹی صدی عیسوی میں مزدک نے اس میں چار چاند لگا دیئے۔ اس کا ذکر امام ابن جوزی کی کتاب تلبیس ابلیس سے اخذ کر کے ہم نقل کرتے ہیں:۔

"مجوسی مذہب میں لوگ اپنی ماؤں کی فرج اپنے لئے حلال سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ماں کی شہوت بجھانے کا حق بیٹے پر زیادہ ہے اور جب شوہر مر جائے تو بیٹا اس عورت کا مستحق ہے اور بیٹا نہ ہو تو میت کے مال سے کوئی مرد کرایہ پر کر لیا جائے۔ مرد کے لئے جائز ہے کہ وہ سو یا ہزار عورتوں سے نکاح کرے، جب حائضہ عورت غسل کرنا چاہے تو موبذ (مولوی) کو ایک اشرفی دے تاکہ وہ آتش کدے میں لے جائے اور جانور کی طرح چار پاؤں پر کھڑا کر کے اپنی انگلی سے اندام شرم میں آمد و رفت کرے۔ یہ قاعدہ بادشاہ قباد کے وقت میں مزدک نے رائج کیا۔

عورتیں اُس نے ہر مرد کے لئے مباح کر دیں کہ جو مرد جس عورت سے چاہے وطی کرے۔ مزدک نے قباد کی عورتوں سے خود وطی کی، تاکہ

باقی سب لوگ اس فعل میں اُس کی اقتدا کریں پھر عورتوں کے ساتھ یہ عمل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ نوشیرواں کی ماں کا نمبر آیا۔ تو اُس نے بادشاہ قباد سے کہا کہ نوشیرواں کی ماں کو میرے پاس بھیجدو۔ اگر انکار کروگے اور میری شہوت پوری نہ ہونے دوگے تو تمہارا ایمان درست نہ ہوگا۔ قباد راضی ہوگیا۔

مگر نوشیرواں کو یہ بات پسند نہ آئی۔ اُس نے مزدک کے سامنے رونا شروع کیا اور باپ کے سامنے مُزدک کے دونوں ہاتھوں اور پاوؤں کو چومتا رہا۔ اور درخواست کرتا رہا کہ میری ماں کو مجھے بخش دے۔

تو قباد نے مزدک سے کہا۔ کیا آپ کا قول یہ نہیں ہے کہ مومن کو اُس کی شہوت سے روکنا نہ چاہیئے۔

مُزدک نے کہا، ہاں کہا تو تھا۔

تو قباد نے کہا، تو پھر آپ کیوں نوشیرواں کو اُس کی شہوت سے روکتے ہیں۔

مُزدک نے کہا، اچھا میں نے اس کی ماں اس کو ہبہ کردی۔

پھر مزدک نے لوگوں کو مُردار کھانے کی اجازت دیدی۔ قباد کے بعد جب نوشیرواں بادشاہ ہوا تو اُس نے مزدکیوں کو قتل کرکے نابود کردیا"۔ صفحہ ۱۰۱

لیکن اس سے بگڑا ہوا معاشرہ نہیں سُدھرا۔ وہ بُرائیاں جو مُزدک پیدا کرگیا تھا، مجوسی معاشرہ کا جزو ہوگئیں۔ اُسے تباہ کرنے کے لئے سخت تادیب کی ضرورت تھی، جس کے لئے اللہ تعالےٰ نے عربوں کو تیار کیا۔ عربوں نے چند سال بعد ایران پر حملہ کیا۔ ایرانیوں کو مغلوب کرکے اچھے خصائل سکھائے، مگر وہ دیرپا نہ رہے۔

آریائی معاشرہ

آریہ معاشرے پر ایک بھرپور نظر ڈالنے کے لئے حسب ذیل مایہ ناز روایت دلچسپی سے خالی نہیں، جسے مہا بھارت کے مصنف بیاس جی نے زندہ جاوید بنادیا ہے۔

ہندوستان کے قدیم شہر ہستناپور کا راجہ پانڈو شکار کا بڑا شوقین تھا۔ ایکبار اُس نے ایک ہرن کو جفتی کے عالم میں شکار کیا۔ ہرن نے زخمی ہوکر بددُعا دی کہ راجہ بھی ایسے

ہی موقعہ پر مارا جائے۔

راجہ اس بد دُعا سے ڈر کر اپنی بیویوں سے لاتعلق ہو گیا۔ اس کا شہرہ ہوا تو پنڈتوں نے وید مقدس کے مطابق فتویٰ دیا کہ جو راجہ اپنے تخت و تاج کا وارث چھوڑے بغیر مر جائے اُسکی مُکتی نہیں ہوتی۔ وہ نرک میں جاتا ہے۔

راجہ نے اپنی مجبوری ظاہر کی تو مشورہ ملا کہ جو راجہ اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اُسے چاہیئے کہ اپنی بیویوں کو کسی برہمن رشی، جوگی یا چھتری سے اولاد حاصل کرنے کی اجازت دیدے۔

راجہ نے اپنی رانیوں کو اجازت دیدی۔ مگر رانی کُونتی کو لاج آئی اور اس فعل پر آمادہ نہ ہو سکی۔ تو راجہ نے خود اپنے باپ کا حال بیان کیا، اور بتلایا کہ خود اُس کی پیدائش کس طرح ہوئی تھی۔ اُس نے کہا

میرا باپ بیجتر بیرج لاولد اور لاوارث فوت ہو گیا تو ارکانِ سلطنت نے اس کی رانیوں کو اجازت دی کہ وہ کسی راکشش (دیو) مُراد سیاہ فام قدیم باشندے سے رجُوع کر کے اولاد حاصل کریں۔

پہلی بیوی نے دیو کی ہیبت سے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے ایک اندھا بچہ پیدا ہوا جس کا نام دھرم تراشٹ رکھا گیا، وہ ہمارا بڑا بھائی ہے۔

دوسری رانی نے آنکھیں تو بند نہ کیں مگر خوف سے پیلی پڑ گئی۔ اُس کا بیٹا زرد رنگ کا پیدا ہوا۔ اُس کا نام پانڈو رکھا گیا۔ اور وہ میں ہوں۔

تیسری رانی خوشی خوشی گئی۔ اُس کا بیٹا صحت مند پیدا ہوا۔ اس کا نام یدو (یادو) رکھا گیا جو ہمارا چھوٹا بھائی ہے۔

اس طرح ہم تینوں بھائی اپنے باپ کے وارث ہوئے۔ مگر میں اپنا وارث پیدا کرنے سے عاجز ہوں، اس لئے تم سے التجا کرتا ہوں کہ تم میرے لئے ایک وارث تخت و تاج حاصل کرو۔

رانی کُونتی نے بڑے پس و پیش کے بعد حامی بھر لی، مگر اس شرط پر کہ جب وہ وارث

حاصل کرنے میں مصروف ہو، راجہ باہر بیٹھ کر پہرہ دے۔ راجہ اس پر بھی راضی ہو گیا۔ گونتی نے راجہ کو باہر بٹھا دیا اور خود ایک جوگی کو بلا کر اُس سے مصروفِ کار ہو گئی۔ پھر باہر آ کر شوہر کو اطلاع دی کہ میں نے تمہارے لئے وارث حاصل کر لیا ہے۔ نو ماہ بعد بچہ پیدا ہوا تو اُس کا نام یدھشتر رکھا گیا، یعنی دھرم پوت (مفت کی اولاد یا مذہبی اولاد)

لیکن اس کارروائی سے رانی کی عادتیں بگڑ گئیں۔ اُس کو چسکا لگ گیا۔ اُس نے ایک بیٹا مالی سے حاصل کیا۔ اُس کا نام بھیم سین رکھا گیا۔ دوسرا دھوبی سے لیا۔ اس کا نام ارجن رکھا گیا۔ اسی طرح سہدیو اور نکل بھی پیدا ہو گئے۔ تو بادشاہ عاجز آ گیا، لیکن یہ سب کیا دھرا اُسی کا تھا۔ اس لئے اُس نے بجائے رانی کو سزا دینے کے خود اُس سے صحبت کر کے جان دے دینے کا فیصلہ کر لیا۔

کہتے ہیں کہ ہرن کی بد دعا کے مطابق عین قربت کی حالت میں راجہ مر گیا یا رانی کے اشارے پر مار ڈالا گیا۔

مہابھارت میں راجہ پانڈو کے اِن پانچ حرامی بیٹوں کے کارنامے آب و تاب سے درج ہیں۔ ارجن تو کرشن جی کے دست راست تھے۔ مگر ان پانچوں بھائیوں نے اپنے باپ سے زیادہ دلچسپ کارنامہ انجام دیا۔ انہوں نے مل جل کر صرف ایک بیوی پر اکتفا کرنے کا فیصلہ کیا۔ اِن کی اکلوتی بیوی دروپدی آریہ تہذیب کی مایہ ناز ہستی ہے وہ جوئے میں ہاری گئی۔ فوج کے سامنے ننگی نچائی گئی۔ پھر فوج کی فوج نے اُسے اپنی ہوس کا شکار بنایا۔ اور آریہ ناری کے ماتھے پر کوئی شکن نہ آئی، وغیرہ وغیرہ۔

آپ جانتے ہیں ویدوں کے بعد شاستروں کا درجہ ہے۔ اور شاستروں کے بعد پرانوں کا زمانہ آیا تھا۔ آپ نے اِن کتابوں کے اندراجات کے نمونے دیکھے ہیں شاستروں میں معاشرتی قوانین پیش کئے گئے تھے۔ اب چند قوانین شادی بیاہ سے متعلق دیکھئے۔

وشاسانیاجی نے ایک کتاب جنسیات پر قلمبند کی ہے۔ جو تیسری یا دوسری صدی قبلِ مسیح کی تصنیف بتلائی جاتی ہے۔ یعنی یونانیوں کے ہندوستان آنے کے بعد جب معاشرے پر باہر کے اثرات پڑے تو یہ نئے قوانین بنائے گئے۔ اِن میں مرد و زن کے اخلاق کا معیار مقرر

کیا گیا تھا، جس کے لحاظ سے۔

شریف عورت کے لئے ضروری ہے کہ ۶۴ ہُنروں سے واقف ہو۔ جن میں ناچنا گانا، سینا پرونا، بناؤ سنگھار، غمزہ و ادا، مردوں کو لُبھانے کے طریقے، کہانیاں سُنانا، لطیفے اور اشعار یاد کرنا، کنائے اشارے سمجھنے کی استعداد پیدا کرنا، بھیس بدلنا، مجسمے یا تصویریں بنانا اور چوسر پچیسی وغیرہ کھیلنا سرِ فہرست ہیں۔

شریف مرد کے لئے عورتوں ہی کی طرح چند ہنر سیکھنے ضروری ہیں تاکہ اُسے عورت حاصل کرنے میں مدد ملے۔ لکھتے ہیں کہ مرد کو تعلیم حاصل کرنے کے بعد دولت جمع کرنے کی فکر کرنی چاہیئے، اگر برہمن ہے تو زیادہ سے زیادہ دان (خیرات) وصول کرنے میں مصروف ہو جائے۔ چھتری ہے تو جنگ میں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ ویش ہے تو تجارت یا زراعت کے ذریعہ جلد دولت جمع کرے اور شُدر ہے تو دوسروں کی خدمت کر کے کچھ مال جمع کرے جو عورت کو دے کر اُسے حاصل کر سکے۔ پھر اُسے اپنے لئے گھر بنانا چاہیئے۔ اس میں پھولوں کے پودے اور باغیچہ بنانا چاہیئے تاکہ گھر خوشبو سے معطر رہے۔

اُسے سورج نکلنے سے پہلے اٹھنا چاہیئے۔ حوائج ضروری سے فارغ ہو کر، وہ اپنے دانت مانجھے، ہونٹ سرخ کرے اور اپنی صورت آئینہ میں دیکھے۔ پھر کچھ ورزش کرے اور جسم پر تیل کی مالش کرے۔ ہر دوسرے روز داڑھی مونڈے اور پانچویں دن زیرِ ناف صاف کرے۔ ناشتے کے بعد کام شروع کرے۔ دوپہر کو آرام کرے۔ اور شام کو دوستوں کے ساتھ کسی دانشور یا بڑے آدمی کے گھر جا کر شعر و ادب کی باتیں سُنے۔ یا گانا سُنے اور خود گائے اگر آتا ہو۔ یہ سب سیکھنے کے بعد وہ بیوی حاصل کرنے کی فکر کرے جس کے بہت سے طریقے درج ہیں، جن میں سے اہم یہ ہیں۔

شریف مرد کے لئے ضروری ہے کہ وہ میلوں ٹھیلوں میں شریک ہو۔ اور جشن منانے باغوں اور جنگلوں میں جہاں نوجوان عورتیں جاتی ہوں جائے اور اُن سے ربط ضبط بڑھائے ناچے گائے اور عورتوں کا دل لُبھائے۔ دیوالی کے تیوہار میں خاص کر شریک ہو جو موسمِ بہار کی پہلی پورن ماسی کو آتا ہے۔

دیوالی کا جشن اس میں شرکت کے اصول یہ ہیں کہ تمام امراء، روسا عوام کے ساتھ آگ کے گرد جمع ہوں۔ امراء کو چاہیئے کہ اپنے ساتھ اپنے دھوبی، حجام، گوالے، مالی، بیطار وید، پان فروش، چوکیدار وغیرہ کو بمع اپنی عورتوں کے شریک ہونے کی دعوت دیں، بلکہ مندروں کی پجارنوں اور بیواؤں کو بھی جو امراء کے گھر میں نوکریاں کرتی ہوں، شریک کیا جائے۔

اور گاؤں کے بڑے مندر کے پجاری کو نہ بھولا جائے جو عوام پر اپنا اثر رکھتا ہے تاکہ وہ بتا سکے کہ کام دیوتا کو خوش کرنے کے لئے کیا کیا کرنا ضروری ہے۔ اور مردوں اور عورتوں کو آپس میں کس طرح بانٹنا چاہیئے اور ایسا کرنے سے طرفین کو کتنا ثواب ہوگا وغیرہ۔

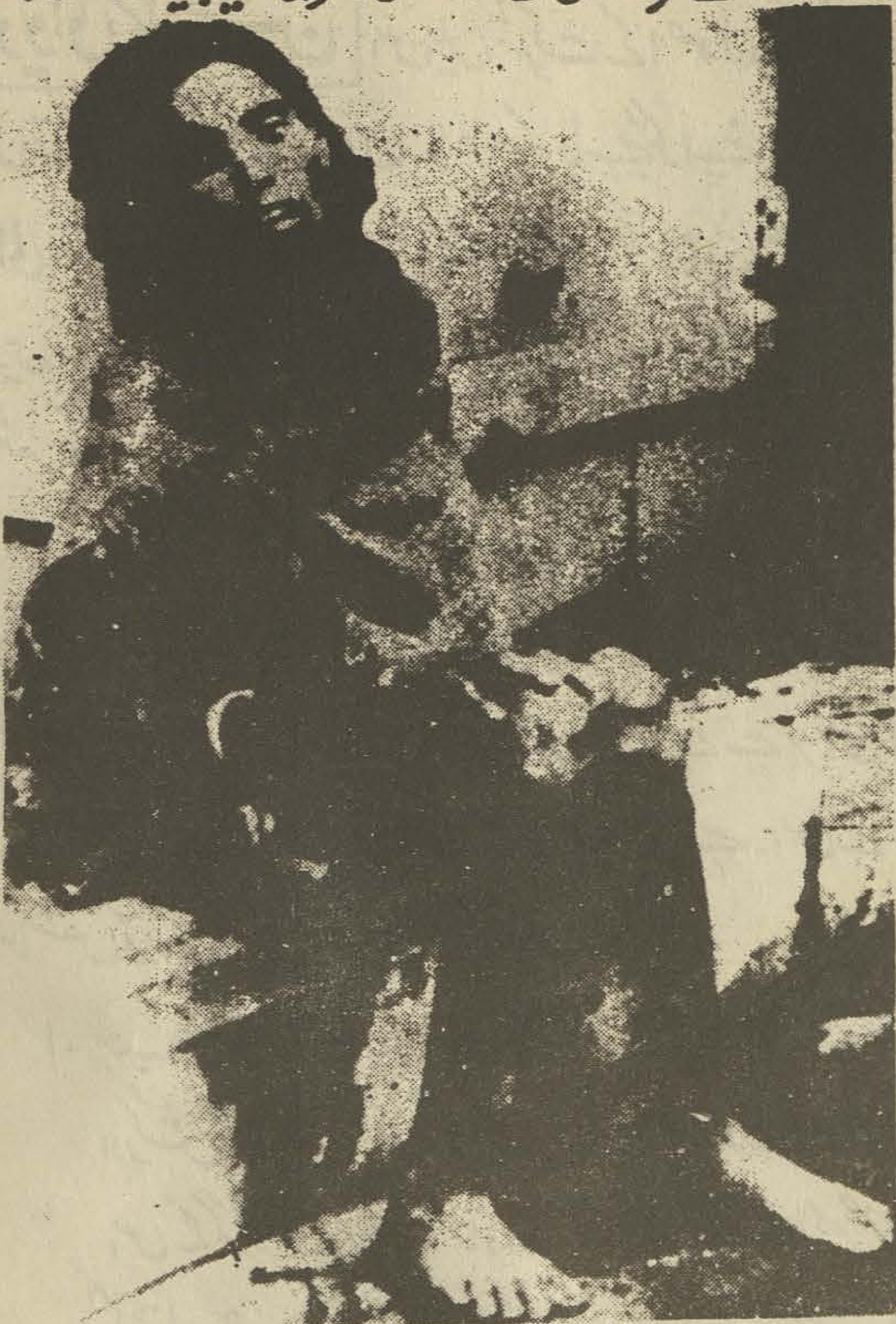
یہ سب ابتدائی تجربات کے لئے ضروری ہے۔ اس کے بعد نوجوانوں کو اپنا جوڑا تلاش کرنے کے کچھ گر بتلائے گئے ہیں۔

۱۔ جب لڑکی راضی ہو جائے تو اُسے محفوظ مقام پر لے جاؤ۔ برہمن کے گھر سے آگ لاؤ اور کُش گھاس اُس کے گرد بچھا دو۔ پھر دونوں مل کر اُس آگ کی پوجا کرو، اور اس کے گرد تین بار گھومو۔ اور آگ کو گواہ بناؤ۔ اور پھر صحبت کرو۔ اور جا کر اپنے والدین کو بتا دو جو دوست احباب کو بتا دیں۔ اختلاف یا ناپسندیدگی کا کسی طرف سے اظہار ہو تو بزرگوں کو بیچ بچاؤ کر کے سب کو راضی کر لینا چاہیئے۔

۲۔ جب لڑکے اور لڑکی میں محبت پیدا ہو جائے۔ مگر لڑکی ہچکچاتی ہو تو لڑکے کو چاہیئے کہ دیوالی کے موقعہ پر لڑکی کو نشہ آور شراب پلا کر کسی کونے میں لے جائے اور اُس سے صحبت کرے پھر آگ کے آگے آکر اعلان کر دے کہ دونوں نے شادی کر لی ہے۔ اور پھر دونوں باقی رسوم ادا کریں۔ (کام سُترا)

ایسی ہی روایات کی وجہ سے ہندو معاشرے میں عورت کو کوئی خاص مقام حاصل نہ ہو سکا وہ مرد کا کھلونہ بن کر رہ گئی۔ شادی کے معاملہ میں بھی اس کی رائے اور پسند کو دخل نہیں ہوتا۔ ہندو معاشرے میں عورت کو باپ کا ورثہ نہیں ملتا۔ اور بیوہ ہو جائے تو شوہر کا ورثہ بھی نہیں پاتی۔ اُسے گھر سے نکال دیا جاتا ہے اور مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ کسی مندر

یا دھرم سالے میں جاکر پناہ لے۔ یا محنت مزدوری کر کے زندگی بسر کرے یا بھیک مانگے۔



ہندو بیوہ

ہندو بیوہ اونچی ذات کی آریائی

ہندو معاشرے میں بیوہ کو نکاح ثانی کا حق نہیں ہے ہاں کوئی داشتہ کے طور پر رکھ لے تو اور بات ہے لیکن قدیم قوموں میں بیوہ کا نکاح ہو جاتا ہے۔

نوجوان بیوائیں اکثر مندروں میں جاکر پجارن بن جانے کا شوق کرتی ہیں مگر یہ شوق اسی وقت پورا ہوتا ہے۔ جب وہ قبول صورت بھی ہوں یعنی خوبصورت عورتوں کو مندر کے پجاری اور پانڈے اجازت دے دیتے ہیں کہ بھگتوں کے کپڑے پہن کر وہاں رہیں۔ مگر وہاں بھی انہیں کام دیو سے ہی سابقہ پڑتا ہے، وہ پجاریوں کی ہوس کا شکار ہوتی ہیں۔ راضی نہ ہوں تو نکالی جائیں ایسی عورتوں کو مانع حمل دوائیں دی جاتی ہیں۔ اور حمل ٹھہر جائے تو اسقاط کی کوشش کی جاتی ہے۔ اسقاط نہ ہو تو وضع حمل کے بعد ایسے حرامی بچے مندروں کے تہہ خانوں میں مار کے دفن کر دیئے جاتے ہیں۔

اسی وجہ سے بیوائیں وہاں جانے سے گھبراتی ہیں۔ خوبصورت اور نوجوان عورتیں عموماً کوٹھے سنبھال کر طوائف بن جاتی ہیں، اور عمر رسیدہ عورتیں مندروں کے سامنے یا سڑکوں پر بھیک مانگتی پڑی دکھائی دیتی ہیں۔ جو تصویر سے ظاہر ہے۔

ستی | اسی لئے پُرانے زمانے میں ہندو عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ جل کر مر جانا پسند کرتی تھیں۔ مسلمانوں اور پھر انگریزوں نے یہ منحوس رسم ختم کروادی۔ مگر بدنصیب عورتوں کا کوئی خاص مداوا نہ کرسکے۔ اب سُنا ہے کہ ہند حکومت نے عورتوں کو کچھ حقوق دیئے ہیں مگر اُن کا فائدہ کب تک ظاہر ہوگا نہیں کہا جاسکتا۔

عورتوں کی زبوں حالی کا رونا صرف ہندوستان تک محدود نہیں، یورپ اور ایران میں آریہ تہذیب نے ایسا ہی سلوک روا رکھا ہے۔ اور اس کی وجہ یہی ہے کہ ویدوں کی تعلیم گھوم پھر کر ان معاشروں کو گندہ کرتی رہتی ہے۔ حتیٰ کہ ہندوستانی مسلمانوں نے نکاح بیوہ کو معیوب بنا کر اپنی عورتوں کی زندگی تلخ کر رکھی تھی۔ جس کے اثرات آج بھی باقی ہیں۔ ہمارے یہاں بیوہ عورتیں دوبارہ شادی نہیں کرپاتیں۔ مجبوراً عزیزوں اور رشتہ داروں کے رحم و کرم پر زندگی بسر کردیتی ہیں۔ اس کا غم ہمارے مفکروں اور دانشوروں کو رہا ہے، مگر نتیجہ کچھ نہیں نکلا۔ علامہ اقبال نے اسلامی حقوق کا ذکر کیا ہے، مگر اُن کی اشاعت نہ کرسکے۔

"اسلام میں عورتوں کا جو درجہ ہے اس پر تفصیلی رائے زنی کرنے کی یہاں گنجائش نہیں، البتہ کھلے کھلے لفظوں میں اس امر کا اعتراف میں ضرور کروں گا کہ بفحوائے آیتِ کریمہ الرجال قوامون علی النساء میں مرد اور عورت کی مساوات مطلق کا حامی نہیں ہوسکتا۔ یہ ظاہر ہے کہ قدرت نے ان دونوں کے تفویض جدا جدا خدمتیں کی ہیں اور ان فرائض جداگانہ کی صحیح اور باقاعدہ انجام دہی خانوادۂ انسانی کی صحت اور فلاح کے لئے لازمی ہے۔"

(ملتِ بیضا پر ایک عمرانی نظر۔ ۱۹۱۰ء)

مصر میں سید قطب نے یورپ کی عورت سے ہمدردی ظاہر کی ہے مگر اسلامی معیار نہیں پیش کیا

"یورپ میں عورت کے بارے میں نقطہ نظر ہمیشہ بدلتا رہتا ہے کبھی اسے انسان کے بجائے گری پڑی بے جان شے اور گناہ اور بُرائی کی دعوت دینے والی شیطان مردود قرار دیا گیا ہے کبھی اسے معاشرے کا سردار اور معاشرتی اقدار پر حکمراں تسلیم کیا گیا۔ اور کبھی اسے مجبور کیا گیا کہ وہ زندہ رہنے کے لئے جدوجہد کرے، مشقت

اٹھائے اور کام کرے اور حمل رضاعت و تربیت کے دکھ بھی جھیلے۔ اسی طرح صنفی تعلق دو انتہاؤں کے درمیان حرکت کرتا رہا۔ ایک مرتبہ اسے صرف جسمانی تعلق سمجھا گیا۔ پھر شیطانی گندگی اور نجاست خیال کیا گیا۔ اور پھر دوبارہ حیوانی تعلق خیال کر دیا گیا۔ یہ سب کچھ ہوا مگر مغرب کے جاہلی نظام ہائے حیات میں کبھی اس مسئلہ پر ایسا کوئی معتدل رویہ اختیار نہیں کیا گیا۔ جو انسان کی فطرت کریمہ کے مناسب ہو۔ (سید قطب)



سیتا جی اور ان کے دو بیٹے لو اور کش

اسلام میں عورت کا مقام

برخلاف ان مذاہب کے اسلام نے قرآنِ حکیم کے ذریعہ جو حقوق عورتوں کو دیئے تھے وہ حسبِ ذیل تھے :۔

مساوات :۔ ۱۔ لوگو، اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا۔ اور اسی سے اُس کا جوڑا بنایا۔ پھر ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں دُنیا میں پھیلا دیں ۔ النساء ۔ ۱

۲۔ اللہ نے اپنی قدرت سے تمہارے لئے تمہاری جنس سے عورتیں پیدا کیں جن سے تمہیں تسکین حاصل ہوتی ہے ۔ اور تم میں محبت اور ھمدردی پیدا کر دی ۔ الروم ۔ ۲۱

شوھر کی اطاعت :۔ ۱۔ مرد عورتوں کے محافظ ہیں ۔ یہ اس لئے کہ اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے ۔ نیز اس لئے کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں پس جو نیک عورتیں ہیں وہ اطاعت گذار ہوتی ہیں ، اور مردوں کے پیچھے اللہ کی حفاظت میں اُن کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں ۔ النساء

مھر کی اَدائیگی :۔ عورتوں کے مہر خوش دلی سے ادا کرو ۔ ہاں وہ اپنی خوشی سے اس میں سے کچھ معاف کر دیں تو اُسے اپنے صرف میں لاؤ ۔ النساء ۴

ورثہ :۔ ۱۔ مردوں کے لئے اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ دار

چھوڑ جائیں تو عورتوں کے لئے بھی اُس مال میں حصہ ہے۔ خواہ تھوڑا ہو زیادہ ہو۔ النساء ۷

۲۔ مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے یعنی بھائی کے دو حصے اور بہن کا ایک حصہ۔

۳۔ تمہاری بیویاں جو کچھ چھوڑ مریں اس کا نصف تمہارا ہے اگر اولاد نہ ہو۔ اور اولاد ہو تو تمہارا حصّہ چوتھائی ہے۔

۴۔ عورتوں کو مرد کا چوتھائی ورثہ ملے گا اگر بے اولاد ہوں۔ اور اولاد ہو تو آٹھواں حصہ ملے گا۔ النساء ۱۲

طلاق:۔ طلاق والی عورتیں تین حیض تک خود کو روکے رکھیں اور جو کچھ اُن کے پیٹ میں ہے اسے چھپائیں نہیں۔ اگر شوہر رجوع کرنا چاہے تو اس عرصے میں وہ واپس لینے کا زیادہ حقدار ہے۔ عورتوں کا حق مردوں پر ویسا ہی ہے جیسا مردوں کا عورتوں پر ہے۔ بقرہ

خُلع:۔ طلاق صرف دو بار ہے۔ اس میں یا تو شائستہ طور پر انہیں واپس لے لو۔ یا بھلائی کے ساتھ رخصت کر دو۔ تمہارے لئے جائز نہیں ہے کہ جو مہر یا تحائف تم اُن کو دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لو۔ ہاں مگر خوف ہو کہ تم اللہ کی حد قائم نہ رکھ سکو گے تو عورت شوہر سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے کچھ معاف کر دے تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں۔

نافرمانی:۔ بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والے مرد، دونوں کو سو کوڑے مارو، اگر تم اللہ اور اُس کے روزِ حساب پر ایمان رکھتے ہو، دین کے معاملہ میں رحم و رعایت نہ کرنا۔ بلکہ ایسی سزا کے وقت مسلم عوام کو گواہ بناؤ۔ النور۔۲

تُہمت کی سزا:۔ جو لوگ پاکدامن عورتوں کو بدکاری کا عیب لگائیں اور چار گواہ فراہم نہ کر سکیں۔ ان کو اسّی کوڑے مارے جائیں۔ اور اُن کی گواہی کبھی قبول نہ کی جائے۔ النور

معیارِ اخلاق:۔ ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لئے ہیں اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کیلئے

ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے۔ النور

احکام پردہ:۔ پردے پر اسلامی معاشرے میں بڑا زور دیا جاتا ہے۔ مگر کیا وہ پردہ جو ہندوستان میں رائج ہے، اسلامی کہلایا جاسکتا ہے؟ قرآن اس کی تائید نہیں کرتا۔

۱۔ مسلمانو اپنے گھروں کے سوا کسی دوسرے گھر میں بلا اجازت اور بغیر سلام کئے ہوئے داخل نہ ہوا کرو۔ النور

۲۔ اگر کسی گھر میں کوئی (مرد) موجود نہ ہو تو جب تک اجازت نہ دی جائے اس میں داخل نہ ہونا۔ اور کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو واپس چلے جاؤ۔ ایضاً۔

۳۔ مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں۔ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ اُن کے لئے پاکیزگی کی بات ہے۔

مومن عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں۔ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ وہ اپنی آرائش اور زینت کی چیزوں کو ظاہر نہ کریں۔ سوائے اُن حصوں کے جو کھلے رہتے ہیں (چہرہ ہاتھ وغیرہ) اور اپنے سینے پر اوڑھنی اوڑھا کریں۔

۴۔ خاوند، سسر، بیٹوں اور خاوند کے بیٹوں اور بھائی، بھتیجے، بھانجے اور اپنی ہم جنس عورتوں، لونڈی غلاموں کے سوا ان خادموں کے جو عورتوں کی خواہش نہیں رکھتے یا ایسے لڑکوں کے سامنے جو عورتوں کے پردے کی چیزوں سے واقف نہیں کسی پر اپنی زینت کو ظاہر نہ کرو۔ اور زمین پر قدم اس طرح نہ رکھو کہ جھنکار سے دوسرے متوجہ ہوں۔

معیار پردہ:۔ اسلام میں پردے کا حکم سورۂ احزاب میں واضح الفاظ میں موجود ہے

یاایہا النبی قل لازواجك وبناتك ونساء المومنین
یدنین علیہن من جلابیبہن ذالك ادنی ان یعرفن
فلا یوذین وکان اللہ غفور الرحیماً ۔ ۵۹

ترجمہ ۔ اے نبی اپنی بیویوں اپنی بیٹیوں اور عام مسلمانوں کی عورتوں کو

بتلا دو کہ (جب باہر جائیں) تو اپنے جسم پر چادر اوڑھ لیا کریں، یہ معمولی احتیاط ہے۔ اس سے وہ پہچان لی جائیں گی اور پھر کوئی نہ چھیڑے گا۔ اور اللہ معاف کرنے والا ہے۔

اسی وجہ سے حج کے موقعہ پر عورتوں کو چہرہ چھپانا منع ہے اور عام حالتوں میں محض چادر اوڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نقاب اور برقعے کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ چنانچہ ہماری تاریخ گواہ ہے کہ خود حضورؐ کی بیویاںؓ اور بیٹیاںؓ میدان جنگ میں زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی اور پانی پلاتی تھیں۔ سیدۂ فاطمہؓ نے جنگِ اُحد میں حضورؐ کے زخموں میں چٹائی کی راکھ رکھ کر پٹی باندھی تھی۔

نکاح بیوہ:۔ اور اپنی قوم کی بیوہ عورتوں کے نکاح کر دیا کرو۔ اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے بھی نکاح کر دو، اگر وہ نیک اور پاکدامن ہوں، وہ اگر مفلس ہونگے تو اللہ ان کو اپنے فضل سے خوش حال کر دے گا۔

ساتواں باب

ویدوں کا اوتارک گیان

اوتارک گیان (حلول) کا عقیدہ یعنی انسانوں میں خدائی صفات اور اثرات کا ظاہر ہونا ویدوں کے عقیدۂ تناسخ (آواگون) کا رہینِ منت ہے جسے برہمنوں نے اپنے مقاصد کیلئے خوب استعمال کیا ہے۔

ہندو عقیدہ ہے کہ انسان مرنے کے بعد اپنے اعمال کے مطابق دوسرے جون میں پیدا ہوتا ہے۔

برہمن نے اسے اس طرح استعمال کیا کہ جب کوئی راجہ یا مصلح زیادہ طاقت حاصل کرلے اور اچھے کام کرے تو اُسے خوش کرنے کیلئے کہدو کہ وہ ایشور کا اوتار ہے دیوتا ہے۔ چنانچہ ہمارے زمانے میں گاندھی جی کو اسی نظریہ کے تحت مہاتما مشہور کر دیا گیا۔ اور انہوں نے قبول بھی کر لیا کہ وہ ایشور کے اوتار ہیں اور جب وہ مرگئے تو اس عقیدہ کی توثیق ہوگئی اب وہ واقعی بھگوان کی طرح پوجے جاتے ہیں۔

یہ عقیدہ جتنا ہی عجیب و ناقابلِ فہم ہے۔ اتنا ہی مرغوب و مقبول عوام ہے اس کے ماننے والے ساری دنیا میں موجود ہیں۔ اُن کے مقابلے میں آسمانی خدا (توحید) کو ماننے والوں کی تعداد بہت کم ہے۔

۱۔ ہندوستان کے چالیس کروڑ ہندو حلول کے قائل ہیں۔ وہ انسانی خداؤں کو بھگوان مہاتما یا ایشور کا اوتار سمجھ کر پوجتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ خدا ان بزرگوں کی شکل میں زمین پر آیا اور ہدایات دے کر چلا گیا۔

۲۔ ستر کروڑ بدھ مت کے پیرو مہاتما بدھ کو خدا مانتے ہیں اور ان کی پرستش کرتے ہیں۔

۳۔ پچاس کروڑ عیسائی حلول کے قائل ہیں کچھ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں

اور کچھ کہتے ہیں کہ خدا عیسیٰ کی شکل میں آیا اور اپنے بندوں کے گناہوں کو سمیٹ کر چلا گیا اور عیسائیوں کو گناہوں کی چھوٹ دے گیا۔

۴۔ دنیا کے ستر کروڑ مسلمانوں میں بھی تین چوتھائی عقیدہ حلول کے قائل ہیں۔ یہ لوگ محمدؐ اور آل محمدؐ کو مختلف طریقوں سے خدائی اہلبیت سمجھتے ہیں، یا پھر اماموں، پیروں فقیروں بزرگوں اور شہیدوں کو اوتاری بزرگ سمجھ کر پوجتے ہیں حتیٰ کہ کسی کافر بچہ نے خود ہمارے رسولِ مقبول کے بارے میں کہدیا کہ وہ اوتار تھے۔

فی الجملہ ہمیں بود کہ می آمد و می رفت ہر قرن کہ دیدی
درعاقبت آں شکل عرب دار برآمد۔ دارائے جہاں شد

برہمنوں کے حلولی دیوتا

برہمن کے دماغ کی تیزی کا اندازہ اس سے لگائیے کہ ویدوں کے مصنفوں نے ایشور کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ پاؤ کو زمین پر رکھا اور تین پاؤ کو آسمان پر پہونچا دیا تو کوئی اعتراض نہ کرسکا اور صدیاں گزر گئیں۔ مگر جب اعتراض کرنیوالے پیدا ہوئے اور انہوں نے ویدوں کو ٹھکرانا شروع کیا تو برہمن نے بڑی چالاکی سے ایشور کے آسمانی حصے کو پھر زمین پر گھسیٹ لیا اور ایسا گھسیٹا کہ پھر اسے آسمان پر جانے کا موقع ہی نہ ملا۔ یعنی برہمنوں نے چھتری بادشاہوں کو خوش کرنے کیلئے ایشور کو ان کے گھرانے میں پیدا کرانا شروع کردیا اور پھر اسے بار بار پیدا کرانے لگے۔ کبھی برہمن کے گھر اور کبھی چھتری کے حتیٰ کہ جب روایتیں بنیں تو معلوم ہوا کہ یہ تو ایشور جی کی پرانی عادت ہے۔ وہ انسانی روپ میں اس دنیا میں آنے سے پہلے جانوروں کے روپ میں آچکے ہیں۔ کہتے ہیں ایشور جی اس دنیا میں کل دس بار آئے ہیں اس کے بعد غائب ہوگئے اور کسی کام کے نہ رہے اب ہندو دنیا ان سے کوئی سروکار نہیں رکھتی ایشور جی اس دنیا میں حسب ذیل روپ میں آچکے ہیں۔

۱۔ کچھوا اوتار ۲۔ مچھلی اوتار

۳۔ شیر اوتار ۴ ناگ سانپ اوتار

۵ دریا یعنی سور اوتار ۶۔ رام اوتار

۷۔ کرشن اوتار ۸۔ دامن اوتار

۹۔ پرسرام اوتار ۱۰۔ بُدھ اوتار یا کلنکی اوتار

ایشور جی کچھوا اور مچھلی تو شاید اُس وقت بنے ہوں گے جب خشکی پر جاندار نہ تھے۔ شیر بن کر بابل میں گھومے۔ سانپ بن کر کہاں رہے پتہ نہ چل سکا مگر شاید آپ جاننا چاہیں کہ پرمیشور جی سُور بن کر کیوں پدھارے تھے تو یہ قصہ مقدس پرانوں کی زبانی سنیئے:۔

کہتے ہیں کہ ہرناکش اور ہرماکشیپ نام کے دو راکشش برہما جی سے وید چھین کر جنگلوں میں چھپ گئے۔ ویدوں کے چھن جانے سے برہما جی کی قوتِ عمل ختم ہوگئی۔ پس اُن کی درخواست پر ایشور جی کو سور کا روپ دھار کر دنیا میں آنا پڑا اور جنگلوں کا کونا کونا چھان کر راکششوں کو تلاش کرنا اور قتل کرنا پڑا تب جا کر وہ وید ملے۔ اُن ویدوں کو برہما جی کے حوالے کرنے کے بعد کیا ہوا۔ معلوم نہ ہوسکا۔ آیا کوئی چھتری ان کو جنگلی سُور سمجھ کر مار کر کھا گیا۔ یا وہ آسمان پر چلے گئے تو سور کی شکل میں گئے یا اپنی صورت اختیار کرلی۔ یہ باتیں نہ وید سے معلوم ہوسکیں نہ پرانوں میں درج ہیں۔ اتفاق سے دیانند جی بھی نہ رہے جو ہم اُن سے پوچھ لیتے۔

ہمیں برہمنوں کے ایشور جی کے مچھلی، کچھوا، شیر اور سُور بننے پر کوئی حیرانی نہیں ہے کیونکہ یہ بات تو ایشور جی کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ جس شکل و صورت میں چاہیں ظہور فرمائیں مگر حیرانی اس بات پر ہے کہ وہ برہمنوں کے گھر جنم لیں۔ چھتری کے گھر پیدا ہوں۔ جانوروں میں جا کر جلوہ افروز ہوں حتیٰ کہ سُور بن کر آئیں مگر نہ آئیں تو صرف شُدروں کے گھر آنے سے انکار کردیں۔ حالانکہ بیچارے شُدر ہی اُن کے سب سے بڑے بھگت اور پجاری ہیں

برہمن توان کو صرف حصولِ زر کیلئے استعمال کرتا ہے اور چھتری اس لئے کہ برہمنوں کا مان رہے اور ان کی پرورش ہوتی رہے۔ مگر شُودر تو الیشور جی کو دل و جان سے پوجتا ہے پھر اس سے الیشورجی کو بیر کیوں ہے اور وہ اس کے سایہ سے کیوں بھاگتے ہیں۔ کیا الیشور جی بھی برہمن یا چھتری ہیں یعنی اونچی ذات کے آریہ۔ جب ہی تو یہاں کے قدیم ہندوؤں کے گھروں کی رونق نہیں بنتے۔

یہاں شاید کوئی پوچھے کہ مہاتما بدھ تو برہمنوں اور برہمنی مذہب کیخلاف تھے۔ پھر انہیں الیشور کا اوتار کیسے مان لیا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ برہمن کی مکاری سے واقف نہیں ہیں۔ ابھی اوپر آپ نے پڑھا ہے کہ جب برہمنوں کو جنوبی ہند کے قدیم دراوڑی باشندوں کے ساتھ رہنا پڑا تو انہوں نے ان کے دیوتاؤں شیوا اور گنپتی کو بھی اپنا لیا۔ پھر ان کے ساتھ اپنے دو دیوتاؤں وشنو اور برہما کو ملا کر ان کی تثلیث کو تخمیس یعنی پنج جنا پرستی میں تبدیل کر دیا اور رام پرستی شروع کروادی اس کا ذکر آگے آئیگا۔ اسی طرح مہاتما بدھ کو اوتار مان کر بدھ مت حکومت سے سمجھوتہ کر لیا اور اُن کے دربار میں رسائی ہونے کے بعد مہاتما بدھ کی تعریفوں کے پل باندھ دیئے۔ ان کی نعت اور منقبت میں ایسا کچھ لکھا کہ لوگ مہاتما بدھ کی تعلیمات کو بھول کر خود انہیں پوجنے لگے کیونکہ برہمنوں نے ان کو بھی الیشور جی کا اوتار تسلیم کر لیا تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ برہمن کسی کو نہیں پوجتا وہ صرف دوسروں کو بے وقوف بنانے اور ان کو اپنے دیوتاؤں کے آگے سرنگوں رکھنے کی کوشش کرتا ہے دراصل برہمن مہاتما بدھ کو نہیں مانتے وہ اپنے کلنکی اوتار کے ظہور کا انتظار کر رہے ہیں کہتے ہیں کہ وہ کسی برہمن کے گھر جنم لیں گے اور اس بار سنبھل ضلع مرادآباد میں پیدا ہوں گے۔ یعنی اب وہ چھتری کے گھر نہ آئیں گے تاکہ راج پاٹ پر برہمنوں کا قبضہ ہو سکے اور عجیب اتفاق ہے کہ ابھی کلنکی اوتار نے جنم بھی نہیں لیا کہ ہندوستان کے راج پاٹ پر برہمنوں کا قبضہ ہو گیا۔ کون جانے کلنکی اوتار پیدا ہی ہو چکے ہوں۔ شاید وہ کسی مندر میں بیٹھے دھیان

گیان کر رہے ہوں اور حکومت دوسروں نے ہتھیالی ہو۔ بہرحال یہ ان کا اپنا معاملہ ہے



برہمنوں کے پنج تن

رام۔ لچھمن۔ سیتا اور ان کے دو بچے لو اور کُش پنج جنا کہلاتے ہیں ہندوستان کے بہت سے ہندو انہی کی بھگتی کرتے ہیں۔ تاریخ میں رام کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ نہ یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ کب اور کہاں حکومت کرتے تھے۔ رام اور راما کے نام ایران عراق اور مصر کی لوک کہانیوں میں ملتے ہیں جس سے اس نام کی آریائی اصل کی توثیق ہوجاتی ہے مگر اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ ہندوستان میں پہلی بار یہ نام والمیک کی کتاب رامائن میں نظر آتا ہے۔ اور پھر مشہور ہوجاتا ہے۔ رام بھگتی (پرستش) کی وجہ سمجھ

میں نہیں آتی۔ سوائے اس کے کہ رامائین کی زبان اور انداز بیان میں جو کشش ہے وہ اس خاندان کو قابلِ پرستش بنانے میں مددگار ہوئی ہے۔

مغربی مورخوں کا خیال ہے کہ یہ کہانی یونانی کہانی ہلین آف ٹرائے سے ماخوذ ہے سنہ ۳۲۰ قبل مسیح میں سکندر اعظم کے لشکریوں کے ساتھ یہ کہانی یہاں پہنچی اور والمیک کے زمانے کا اندازہ لگانا دشوار ہے کہ وہ کس دور کا آدمی ہے۔

اس کتاب میں جنوبی ہند کے لوگوں کا دل موہنے کی حکمت عملی نظر آتی ہے برہمنوں نے اسی کہانی کے ذریعہ جو ڈرامائی انداز میں گا کر سنائی جاتی ہے اور کتھا کہلاتی ہے جنوبی ہند میں مقبول عام ہوئی ہے۔



ہنومان جی

یہ پانچ سر کی تصویر ہنومان جی کی عظمت ظاہر کرتی ہے۔ ان کا اپنا سر تو بندر کا تھا۔ باقی چار سروں میں ایک شیر کا ہے ایک گھوڑے کا ہے ایک گھوڑے کا ایک سور کا اور ایک چھتری کا یعنی سپاہی کا جس سے دراصل ان کی حیوانی خصوصیات کو اجاگر کر کے دکھلانا مقصود ہے کہ وہ ایک سپاہی بھی تھے۔

تاہم اس کہانی میں ہنومان جی کی بڑی تعریف کی گئی ہے اگر یہ تعریف سمجھی جا سکے۔ یہ شخص صوبہ مدراس کا کوئی فوجی افسر تھا اسے رام سے ہمدردی ہو گئی تھی۔ اس کی مدد سے لنکا فتح ہوا اور سیتا بازیاب ہوئی اس لئے برہمن اس کا احسانمند ہے۔

کہتے ہیں لچھمن جی زخمی ہوئے تو ہمالیہ سے کسی خاص بوٹی کی ضرورت پڑی ہنومان فوراً اڑ کر گیا اور بوٹی سمجھ میں نہ آئی تو پورا پہاڑ اٹھا کر لے گیا۔ اور کہا کہ اپنی بوٹی ڈھونڈ لو۔ پھر پہاڑ کو جا کر اپنی جگہ پر رکھ کر چلا آیا۔

لنکا پر حملے کیلیئے اس نے سمندر میں لوہا، لکڑی پتھر جو کچھ ملا ڈال دیا۔ وہ سب چیزیں تیرنے لگیں تو ان کا پل بنا دیا اور اپنی فوج لیکر سمندر پار کر لیا۔

مگر برہمن نے ان خدمات کا صلہ یہ دیا کہ اسے انسان سے بندر بنا دیا۔ اس کے دُم لگا دی۔ تعجب ہے کہ جنوبی ہند کے سیاہ فام باشندوں نے بھی دُم قبول کر لی اور اپنے لئے بندر کا لقب بھی باعثِ افتخار سمجھا۔

شاید انہوں نے دیکھا کہ برہمن ان کی قوم کے ساتھ ان کے دیوتاؤں کو بھی ختم کر رہے ہیں مگر ہنومان جی کے دم لگا کر اُن کو قابلِ پرستش بنانے پر راضی ہیں تو سوچا کہ چلو ہمارا ایک فرد بھلے دُم لگا کر ہی دیوتا بن جائے تو کیا بُرا ہے۔

اس طرح قدیم دراوڑی ہندوؤں کی دلداری ہو گئی کہ برہمن ہمارے ہنومان جی کے بڑے بھگت ہیں ان سے لڑنا بھڑنا ٹھیک نہیں۔ چلو ان کو مندروں پر قبضہ

کر لینے دو. اور مندروں کی کمائی کھانے دو، وہ ہمارے دیوتا کو بھی تو پوجتے ہیں.

حالانکہ ہنومان جی کیلئے یہ ایک شرمناک بات تھی کہ انہوں نے گوری چمڑی کے دیوتاؤں کی خاطر خود اپنے راجہ کو مار ڈالا مگر پرستش انسان کو اندھا کر دیتی ہے لوگ اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کیلئے اپنے بھائی بندوں اور ہم وطنوں کو قتل کرتے ہی رہے ہیں۔

ایسی غداری شاید اس سرزمین کے پانی میں ہے اپنے گورے آقاؤں کو خوش کرنے کیلئے لوگوں نے اپنے ہی بھائی بندوں کو مارا اور لوٹا ہے میر جعفر اور صادق بھی اسی سرزمین کے فرزند تھے۔

برہمن جنوبی ہند کے راجہ راون سے خوش نہیں۔ اُسے راکشش اور شیطان ظاہر کرتے ہیں۔ تصویروں میں اُس کے دس سر اور بیس ہاتھ دکھلائے جاتے ہیں اس کے ہر منہ سے آگ نکلتی دکھائی جاتی ہے۔

کہتے ہیں راون نہایت رحمدل اور شریف راجہ تھا اس کا قصور صرف اسقدر ہے کہ وہ گوری چمڑی کا نہ تھا اگرچہ ذات کا برہمن تھا. مگر شمالی ہند کے برہمن جنوبی ہند کے برہمن کو اپنا ہمسر نہیں سمجھتے انہیں کالا برہمن کہتے ہیں۔

رامائین میں پہلی بار ہم مہاتما بدھ کی مذمت سنتے ہیں انہیں چور اور ملحد کہا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بدھت کے خلاف برہمنوں نے جو جہاد شروع کیا تھا اس کے بانی بالمیک جی تھے۔

رامائن کے ترجمے جنوبی ہند کی بیشتر زبانوں میں ہو گئے ہیں اور وہ شوق سے سُنے جاتے ہیں.

اب ہم رام جی کے اوتار بننے اور تسلیم کئے جانے کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہیں کہ ایشور جی ان کے روپ میں کیوں آئے۔

کہتے ہیں اجودھیا موجودہ فیض آباد میں راجہ دسرتھ کا راج تھا راجہ کے چار بیویاں تھیں۔ ہر ایک سے اولاد تھی۔ رام سب سے بڑے تھے مگر رانی کیکئی راجہ

کی منہ چڑھی تھی اُس نے چاہا کہ رام کو ہٹا کر اپنے بیٹے کو راج پاٹ دلا دے۔

اس نے راجہ سے کہہ کر رام کو چودہ سال کا بن باس دلا دیا یعنی جنگلوں میں پھرنے کا حکم دیا گیا۔ رام نے نہایت سعادت مندی سے حکم کی تعلیم کی ان کی بیوی سیتا نے ساتھ جانے پر اصرار کیا تو بھائی لکشمن بھی ساتھ ہو گئے۔

وہ ضلع باندہ کے مقام پر چترکوٹ گئے وہاں سے جنوب کی طرف چل پڑے اور شہر ناسک میں چندے قیام کر کے دریائے گوداوری کے ساتھ ساتھ گھومتے گھامتے پنچولی کے مقام پر جاکر ٹھہر گئے وہاں سیر و شکار کر کے یا جنگلی پھل کھا کر دن گذارتے رہے قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ مقامی سیاہ فام لوگ ان گورے نو واردوں کو تقدس و احترام کی نظروں سے دیکھتے تھے جیسے کہ ان کی عادت ہے۔ سیاہ فام اقوام گوروں کو آسمانی مخلوق سمجھتی تھیں اور پوجنے لگتی تھیں۔

لیکن یہاں ایک حادثہ پیش آگیا۔ لنکا کے راجہ کی بہن ان نو واردوں کی آمد سن کر ان کو دیکھنے آئی اور جب دیکھا کہ لچھمن غیر شادی شدہ ہے تو اس پر عاشق ہو گئی۔ گورے چھتری کو یہ بات پسند نہ آئی کہ وہ ایک سیاہ فام شہزادی سے شادی کرے اس کا آریائی خون اس کی اجازت نہ دے سکتا تھا لچھمن نے تلوار سے اس کی چھاتی کاٹ ڈالی۔

سروپ نکھا روتی چلاتی بھائی کے پاس پہنچی اور دہائی دی اور راون نے گورے نو واردوں کو سزا دینے کا فیصلہ کیا۔ جو اس کی راجدھانی میں رہ کر اس کی بہن کے ساتھ ایسے سلوک کے مرتکب ہوئے تھے وہ آیا اور سیتا کو پکڑ کر لے گیا۔

رام اور لچھمن شام کو گھر آئے تو سیتا کو غائب پایا لوگوں نے بتایا کہ اسے راون لے گیا ہے۔ تو آہ و بکا اور واویلا شروع کر دیا۔ مہینوں اسے تلاش کرتے پھرے

پھر ان کی ملاقات ہنومان سے ہوئی ہنومان نے ان کو دلاسہ دیا اور ان کی مدد کی۔ راون کا بھائی بھبھشن تخت کی آرزو رکھتا تھا۔ ہنومان نے اسے ملا لیا اور سازش سے ایکدن راون کو قتل کر دیا اور رام کو لیکر لنکا پہنچے تاکہ بھبھشن کی تخت نشینی میں

شریک ہوئے اور دُعا دیں رام اور لچھمن نے اُسے تخت پر بٹھایا اور جب جشن ختم ہو گیا تو ببھشن کے حکم سے سیتا کو نہلا دھلا کر شاہی لباس پہنا کر دربار میں پیش کیا گیا

رام نے سیتا کو دیکھا تو کہا میں نے تمہیں آزاد کروا کر اپنے چہرے سے بے آبروئی کا داغ دھو لیا ہے مگر میں تمہیں قبول نہیں کر سکتا کیونکہ تم ایک سیاہ فام راکشش کا پہلو گرم کر چکی ہو

سیتا نے کہا تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو اس نے مجھے چھوا ضرور ہے مگر میں پاکدامن ہوں یقین نہ ہو تو ایک چتا تیار کر دیں اس میں کود کر اپنی بے گناہی کا ثبوت دونگی

لچھمن نے فوراً چتا تیار کی اور سیتا اُس میں کود گئی۔



حاضرین دربار یہ منظر دیکھ کر چیخ پڑے۔ رام کی آنکھوں میں بھی آنسو آگئے اتنے میں آگ کا دیوتا (وشنو) آگیا اس نے رام سے کہا سیتا بے داغ ہے اسے لے کر گھر جاؤ اور اس کا دل نہ توڑو۔ اس نے سیتا کو چتا سے نکال لیا۔

بندروں اور راکششوں نے یہ منظر دیکھا تو رام اور سیتا کی جے کار (زندہ باد) لگادی اور فوراً سجدے میں گر پڑے۔ دونوں کو دیوتا تسلیم کر لیا گیا۔

یہاں بندر اور راکشش سے جنوبی ہند کے سیاہ فام افراد مراد ہیں یہ خطاب آج بھی گورے برہمن سیاہ فام افراد کیلیے استعمال کرتے ہیں ان کو ریچھ یا لنگور کہتے ہیں۔

پھر رام جی وطن پہنچے تو وہاں سیتا کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ عوام میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ کسی نے کہا بھگوان رام چودہ سال مع اپنے بھائی کے کوشش کرتے رہے تو ایک جیہا نہ ہوا۔ راون کے پاس سیتا صرف چھ مہینے رہ لیں تو چاند سا بیٹا مل گیا۔ یہ تو راون جی کا چمتکار ہے سیتا نے لاکھ اپنی پاکدامنی کے ثبوت دیے مگر کسی نے نہ مانا مجبوراً رام جی سیتا کو دریا پار لے جاکر جنگل میں چھوڑ آئے وہاں ایک سنیاسی فقیر رہتا تھا اس نے سیتا کو اپنی کٹیا میں رکھ لیا اور دونوں کو پالنے لگا ایک دن سنیاسی کٹیا میں آیا تو دیکھا کہ بچہ غائب ہے۔ وہ ڈرا کہ سیتا کو معلوم ہوا کہ اس بچہ بھیڑیا اٹھا لے گیا ہے تو رو رو کر جان دے دے گی پس اُس نے مٹی کا ایک پتلا بنایا دعا کر کے اس میں جان ڈال دی اور جھولے میں سُلا دیا سیتا جی پانی بھر کر لائیں تو دیکھا کہ ایک اور بچہ سو رہا ہے وہ اپنا بچہ ساتھ لے گئی تھیں۔ خیر طے پایا کہ دونوں بچے پال لے جائیں۔

اُدھر رام جی کو سیتا کی جدائی کی وجہ سے ایک پل چین نہ تھا آخر لوگوں نے مشورہ دیا کہ آپ اپنی بیوی اور بچہ کو لے آئیں اور عوام کی بکواس کی پرواہ نہ کریں چنانچہ رام جی راضی ہو گئے۔ مع لاؤ لشکر کے سیتا کو واپس لانے پہنچے تو دیکھا کہ وہاں ایک کے بجائے دو بچے کھیل رہے ہیں۔

رام جی نے سر پیٹ لیا سیتا سے کہا ہائے بھولی یہ کیا کر کے رکھا یعنی یک نہ شد دو شد۔ سیتا جی نے لاکھ سمجھایا مگر بھگوان کیا سمجھتے کہتے ہیں سیتا نے زمین سے کہا کہ وہ پھٹ جائے اور ان کو نگل لے زمین نے حکم کی تعمیل کی تب بھگوان جی کو معلوم ہوا کہ سیتا سچ کہتی تھی انہوں نے بڑھ کر اس کو بچانا چاہا تو صرف چٹیا ہاتھ لگی۔ یہی چٹیا برہمن سر پر لگائے پھرتے ہیں۔

کہتے ہیں رام جی نے خالی ہاتھ گھر لوٹنا پسند نہ کیا دریائے سرجو کی خطرناک لہروں میں کود کر جان دیدی۔

اُن کے دونوں بیٹے لو اور کُش جوان ہو کر بڑے بہادر چھتری نکلے انہوں نے ملک فتح کیے اور بادشاہت حاصل کی۔ پھر برہمنوں نے ان کو رام کی صحیح اولاد تسلیم کر لیا اُن کی شمولیت کے بعد رام لچھمن سیتا۔ لو اور کُش کی پارٹی پنج جنا کا پنجہ بن گئی جس کی پوجا ہونے لگی۔ ان پنجتن پاک کی پوجا سارے ہندوستان میں ہوتی ہے۔ یہ پہلے خدائی اہلبیت تھے۔

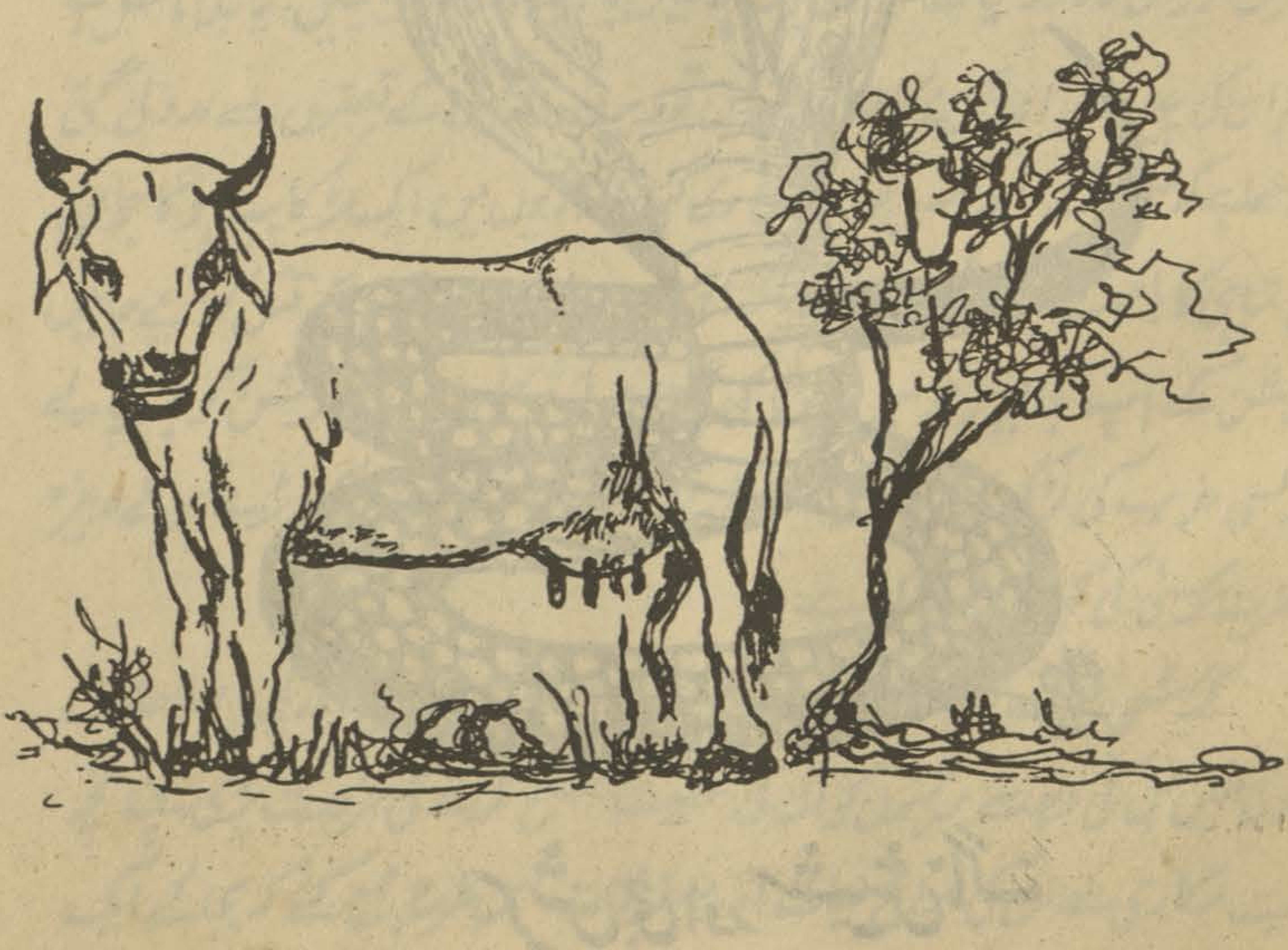
ہمیں ایشور جی کی حالت پر افسوس ہے کہ وہ رام کے اوتار بن آکر دکھ کے سوا کوئی سکھ نہ دیکھ سکے کاش وہ آسمان پر رہ کر ہی کچھ کرتے رہتے مگر ان میں کچھ کرنے کی سکت کہاں تھی ورنہ جب سیتا جی کے حکم سے زمین پھٹی اور ان کو نگلنے لگی تو رام جی زمین کو حکم دیتے کہ اُگل دے مگر رام جی کو معلوم تھا کہ برہمنوں کی طرح زمین بھی اُن کا حکم نہ مانے گی۔ بیشک بھگوان کو بھی دُنیا میں آکر دکھ ہی اُٹھانے پڑتے ہیں کیونکہ یہ دکھ کا سنسار ہے۔

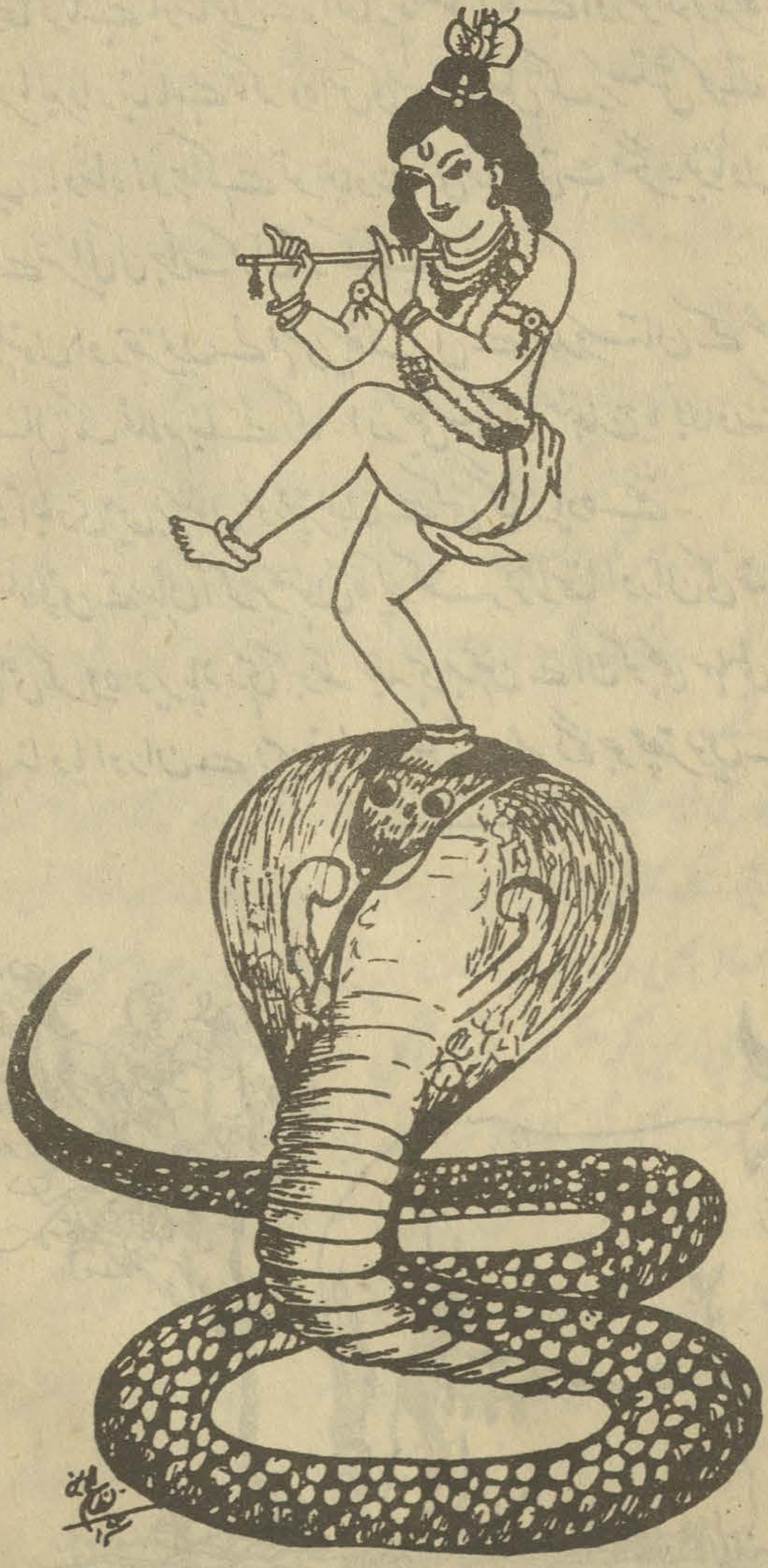
آپ پوچھیں گے کہ برہمنوں نے اوتار گیان یعنی حلول کا طریقہ کیوں ایجاد کیا۔ جب اس کا ذکر مذکور اُن کے ویدوں میں نہیں ہے اور پھر اس تصور میں کیا جاذبیت ہے۔ کہ خدا جسے ساری دنیا بلکہ کائنات کا کام سنبھالنا چاہیئے وہ دنیا میں آکر رحم کے غلیظ اور تاریک قید خانے میں نو ماہ گذارے ایک لاچار بچے کی شکل میں انسانی ماں کا دودھ پی کر نشو ونما پائے۔ جوان ہو کر دنیا کے نشیب و فراز دیکھے

اور بالآخر کسی کے ہاتھوں مارا جائے یا ڈوب کر مرے تو اس کا جواب یہی ہے کہ آپ برہمن کی شرارت نہیں سمجھتے وہ انہی کمالات کی کھاتا ہے وہ انسانوں کو خدا بنا کر اپنا الو سیدھا کرتا ہے بادشاہوں سے انعام حاصل کرتا ہے اور عوام کو گمراہ کر کے بادشاہوں کا مطیع و فرمانبردار بناتا ہے تاکہ وہ اس کی نسلہا نسل تک پرستش کرتے رہیں کبھی بغاوت کی نہ سوچیں۔ بادشاہ اور حاکم سے تو بغاوت کی جا سکتی ہے مگر دیوتاؤں اور ایشور کے اوتاروں سے سرتابی کی جرأت کون کر سکتا ہے۔

برہمنوں اور چھتریوں نے انہی ہتھکنڈوں سے ہندوستان کے عوام کو تقریباً تین ہزار سال تک غلام بنائے رکھا۔ اور کبھی کسی کو احتجاج یا بغاوت کا موقع نہ دیا حالانکہ وہ آبادی میں برہمنوں اور چھتریوں سے کئی گنا زیادہ تھے۔

مسلمانوں نے یہاں آکر برہمنوں کا کچھ کفر توڑا تھا اور ان کی خدائی اور دیوتائی نکال دی تھی مگر وہ دیرپا نہ رہی کیونکہ جلد ہی برہمن نے ان کو بھی مہابلی۔ مہابیر اور راشٹرپتی بنا دیا اور ان سے وہی فوائد حاصل کرنے لگا جو چھتریوں سے اسے حاصل تھے۔





کرشن جی اور شیش ناگ

کرشن جی

کرشن جی یا کرشنا بھگوان ہندو مذہب میں ایشور کے آٹھویں اوتار ہیں ان کی شخصیت تاریخی ہے۔ یہ راجہ تھے۔ انہوں نے جنگیں لڑی ہیں اور اصلاحات کی ہیں مگر برہمنوں نے ان کی وہ شخصیت مسخ کر دی اور ان کو ایک عیاش و بدکردار دیوتا کی شکل میں پیش کیا ہے کیونکہ برہمن ان سے زیادہ خوش نہ تھے۔

کرشن کی تعلیم یا اس کی تاریخ کسی نے لکھنے کی زحمت نہ کی بلکہ ہندوستان میں باوجود دعوائے تہذیب کے تاریخ نویسی کا مادہ کبھی نہ تھا یہ محض روایت پرستی میں مگن رہے یہاں کی قدیم تاریخ چینی سیاحوں اور یونانی مورخوں نے لکھی ہے

بیاس جی نے کس زمانے میں اور کرشن کے مرنے کے کتنے سو سال بعد یہ کتابیں تیار کیں اور ان کا ماخذ کیا تھا۔ محض لوک کہانیاں یا سنی سنائی روایتیں۔ یہ تبلانا مشکل ہے تاہم ان کی پیدائش اور بچپن کا حال لکھنے میں توریت و انجیل کے قصوں سے مدد لی گئی ہے لکھا ہے کہ متھرا کے راجہ کنس کو اطلاع دی گئی کہ آریوں میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو اس کی تباہی کا باعث ہوگا۔ اُس نے حکم دیا کہ اس دن پیدا ہونے والے تمام بچے قتل کر دیے جائیں کرشن کے باپ بلدیو (جو بعل دیوتا کی بگڑی ہوئی شکل ہے) نے کرشن کو جمنا پار لے جا کر کسی غریب کی لڑکی سے بدل لیا اس طرح کرشن گوالوں میں پل کر بڑے ہوئے وغیرہ یہ حضرت موسیٰ کی کہانی سے لیا گیا ہے۔

کرشن جی نے غالباً برہمنوں کے خلاف کوئی تحریک چلائی تھی اور کچھ اصلاحات نافذ کی تھیں جس کی وجہ سے برہمنوں کو ان کی شخصیت مسخ کرنے کی ضرورت پڑی۔ چنانچہ نہایت مکاری سے ان کی سوانح حیات اور ملفوظات اس طرح جمع کیے کہ بجائے ایک

عادل اور مصلح حاکم کے وہ ایک عیاش اور بدکار دیوتا کی شکل میں نمودار ہوئے ان کی شان میں اچھے گیت بھی لکھے گئے ہیں جنہیں معتقدین بڑی عقیدت سے سنتے ہیں اور ان میں پوشیدہ طنز و مزاح کو محسوس نہیں کرتے۔

برہمنوں نے ان کو بہت سے نام دیئے ہیں جن سے حقارت ٹپکتی ہے لیکن لوگ ان میں کوئی خرابی محسوس نہیں کرتے بلکہ وہی نام محبت اور خلوص ظاہر کرنے کیلئے استعمال ہونے لگے ہیں۔

ہندوستان میں کرشن جی کو ماننے والوں کی تعداد رام اور ان کے اہلِ بیت کی پرستش کرنیوالوں سے زیادہ ہے اور ان میں فرق وہی ہے جو عیسائیوں میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ میں ہے یعنی پہلے تین خداؤں کو ماننے والے ہیں اور دوسرے عیسیٰ کو خدا سمجھنے والے اور تثلیث سے بیزار ہیں اسی طرح کرشن بھگتی والے صرف ایک کرشن کو مانتے ہیں رام کے پنج جنا یا پنج تن کو نہیں مانتے لیکن سب دیوتاؤں کو ایک ساتھ ماننے والوں کی بھی کمی نہیں ہے یعنی ایسے فرقے بھی ہیں جو رام کو بھی مانتے ہیں اور کرشنا کو بھی اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جب گائے بندر سور اور سانپ دیوتا ہو سکتے ہیں تو ان پانچ چھ افراد کو چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے — برہمن سب کی پوجا کے دن جانتا ہے اور بتلاتا رہتا ہے۔

کرشن جی کے نام کرشنا کے معنی سنسکرت زبان میں سیاہ یا کالے کے ہیں گویا ان کی رنگت آریوں کے مقابلے میں سیاہی مائل تھی جیسے ہم اپنے کم رنگت بچوں کو کلّو اور کالو کہتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ کرشن کے دادا نے ایک سیاہ فام قدیم ہندو راجہ کی بیٹی سے شادی کی تھی پھر اُن کے باپ نے بھی راجہ کنس کی بہن دیوکی سے شادی کی اس طرح راجہ کنس کرشن کا ماموں تھا جسے برہمن راکشش (دیو) لکھتے ہیں خود کرشن جی نے مقامی سیاہ فام سردار بھیشمک کی بیٹی رکمنی سے شادی کی بھیشمک کو ریچھ کی شکل میں پیش

کیا جاتا ہے مگر اس کی بیٹی کو ایک حسین عورت دکھاتے ہیں غالباً انہی رشتوں کی وجہ سے برہمن اس خاندان سے ناراض تھے کہ وہ مقامی لوگوں سے بل جل کر اپنی آریائی برتری کھو رہے ہیں۔ مگر جب کرشن نے ان کی مخالفت کی پروا نہ کی تو برہمنوں نے ان کو بدنام کرنا شروع کر دیا لیکن یہی بدنامی ان کی عقیدت کا سبب بن گئی غالباً مقامی سیاہ فام آبادی کرشن کی طرفدار ہو گئی تھی۔ اور وہ ایک ہر دلعزیز حاکم بن گئے تھے۔ وہ مقامی سیاہ فام لوگوں سے میل جول بڑھا کر ان کو معاشرے میں شامل کرنا چاہتے تھے جو برہمنوں کو پسند نہ تھا۔ کرشن جی کو عام طور پر حسب ذیل ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔

۱۔ گوپال۔ جو دراصل گئو پال ہے یعنی گائیں پالنے والا۔

۲۔ مدن گوپال: شہوت پرست گوالا۔

۳۔ وینو گوپال: وینو اصل میں بنیو یا بینا ہے یعنی بانسری بجانے والا۔

۴۔ کنھیا: کنیا سے۔ یعنی کنواریوں کا عاشق۔

۵۔ موہن: دل لبھانے والا

۶۔ مرلی دھر: بانسری تھامے رہنے والا

۷۔ شیام: سیاہ رنگ کا کالا سانپ

۸۔ گھنشیام: بہت زیادہ کالا

۹۔ لال: محبوب، پیارا۔

۱۰۔ کشوری لال: کنواریوں کا محبوب

۱۱۔ دامودھر: پتلی کمر والیوں کا شائق

۱۲۔ بالاجی: بچہ، بیٹا۔ چھوٹے میاں

۱۳۔ گوردھن دھر: یہ لفظ گئو وردھن دھر ہے یعنی گائے کا فضلہ اٹھانے والا۔ گوبر اٹھانے والا۔

۱۴۔ مکھن چور: کبھی بچپن میں کسی پڑوسی کا مکھن چرا کر کھا لیا تھا، یہ بھی شہرت کے لائق بات ہو گئی۔

ملاحظہ ہو کہ ایک راجہ کے بیٹے کو جو خود بعد کو راجہ بنا اور حکومت کی دیوتا بننے کے لئے کیا کیا بننا پڑا ہے۔ ہندو عوام اِن ناموں کو محبت اور احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان میں کوئی خرابی نہیں پاتے۔



STEALING THE CLOTHES OF THE GOPIS. (National Museum, New Delhi.)

کرشن لیلا اِن کے مختلف رنگ تھے بچپن میں پڑوسیوں کے گھر جا کر دودھ مکھن چرا کر کھاتے تھے اِس لئے مکھن چور مشہور ہوئے۔ ذرا بڑے ہوئے تو گوالوں کی چھوکریوں کے ساتھ عشق لڑانے لگے گھاٹ پر جا کر اُن کے کپڑے لے بھاگتے اور درخت پر بیٹھ کر آنکھیں سینکتے تھے۔ (تصویر دیکھئے)

جوان ہوئے تو گاؤں کی سینکڑوں عورتوں سے ملوث تھے اور سب کے محبوب تھے یہ عورتیں گوپیاں کہلاتی تھیں یعنی گوالے کی معشوقائیں۔

حکومت ملی تو انہوں نے برہمنوں کی بالادستی ختم کرنے کی کوشش کی اور معاشرے کو سدھارنے اور کالے گورے کا فرق ختم کرنے کی کوشش کی تو برہمنوں نے سازش کر کے راجپوتوں میں پھوٹ ڈال دی اور آپس میں لڑا دیا۔

کرشن جی کو راج پاٹ چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ وہ جنوب کی طرف بھاگے اور صوبہ گجرات کے شہر دوارکا میں پناہ گزین ہوئے لیکن وہاں بھی ان کی بدقسمتی نے ساتھ نہ چھوڑا وہ کسی بھیل کے تیر سے گھائل ہو کر فوت ہو گئے۔

بیاس جی نے ان کی زندگی کا مرقعہ راجہ اندر سے بھی زیادہ گھناؤنا بنا کر پیش کیا ہے لکھتا ہے کہ وہ پہلے تین سو گوپیوں سے ملوث رہے پھر انہوں نے یکے بعد دیگرے آٹھ شادیاں کیں۔ اور چھ ہزار داشتائیں حاصل کیں جن سے تین لاکھ بچے ہوئے وغیرہ خرافات۔ پھر لکھتا ہے کہ جب وہ رن چھوڑ کر بھاگے تو اپنے ساتھ سولہ سو عورتیں لے گئے اور ان کے ساتھ عیش کر رہے تھے کہ بیوک نامی بھیل کے تیر سے زخمی ہو کر مر گئے ممکن ہے بھیل نے اس راجہ کو مارنا چاہا ہو مگر بیاس جی لکھتے ہیں کہ اس نے ہرن سمجھ کر تیر چلایا۔ اس سے کرشن جی زخمی ہو گئے جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ کرشن جی جنگلوں میں چھپتے پھرتے تھے۔ بھیل نے ان کو ہرن سمجھ کر مار ڈالا۔ عجیب بھیل تھا جو دیوتا اور ہرن میں امتیاز نہ کر سکا۔

بیاس جی نے اپنی نفرت کو اسی پر ختم نہ کیا مرنے کے بعد اُن کی سولہ سو بیویوں کا حشر بھی بیان کیا ہے کہ ارجن کو کرشن جی کے مرنے کی اطلاع ملی تو اُن کے وارث کی حیثیت سے ورثہ لینے آ گیا مال واسباب کے ساتھ ان کی سولہ سو داشتائیں بھی لے کر چلا۔ مگر راجپوتانے کے علاقے میں ڈاکوؤں نے قافلے پر حملہ کیا اور مال واسباب کے ساتھ وہ سولہ سو عورتیں بھی لے کر بھاگ گئے پھر دنیا کو پتہ نہ چل سکا کہ بھگوان کی عورتوں کا کیا حشر ہوا؟ ان سے بھگوان کے کچھ بچے بھی تھے یا پھر ڈاکو اُن سے بچے حاصل

کرتے رہے لیکن کوئی بھگوان کا وارث نہ بنا۔

لیکن یقیناً کرشن جی ایک اچھے اور رحمدل راجہ تھے عوام اُن کا احترام کرتے تھے اور ان کی یاد بھلانے کو تیار نہ تھے اس لیے برہمنوں نے اُن کی سوانح حیات لکھ ڈالی اور خوب مذاق اڑایا جسے عوام نے منقبت سمجھ کر قبول کر لیا۔

بیاس جی نے کرشن جی کی تعلیمات بھی پیش کی ہیں مگر ظاہر ہے کہ یہ عام ملفوظات کی طرح جھوٹ کا پلندا ہے برہمن دماغ نے اُسے مسخ کرکے ویدوں کے مطابق بنا دیا ہے۔

شلوک نمبر۱ : نہ مجھے کبھی ختم ہونا ہے۔ نہ میں کبھی مرتا ہوں۔ مجھے بقا ہے فنا نہیں ہے۔ تمام ذی رُوح کا آقا اور کل مخلوقات کا ایشور میں ہی ہوں۔ میں اپنی مایا سے اپنی مرضی کے موافق اوتار لیا کرتا ہوں جس زمانے میں دھرم کا ستیاناس ہو جاتا ہے اور ادھرم (بے دینی) کی گرم بازاری ہوتی ہے تو اس زمانے میں میں کسی نہ کسی قالب میں پیدا ہو کر اپنا جلوہ دکھاتا ہوں۔ گیتا ۴/۱۳

شلوک نمبر۲ : برہمن، کشتری۔ ویش اور شدر، چاروں کو میں نے جنم دیا ہے اور چاروں کے فرائض اور واجبات میں نے ہی مقرر کیے ہیں میں ابناشی یعنی صاحب بقا اور لافانی ہوں۔ تم سب اپنا خالق مجھ کو ہی کو سمجھو۔ گیتا ۴/۱۲

شلوک نمبر۳۔ میں نے برہمنوں کو ویدوں کی اشاعت کے لئے جنم دیا ہے۔ کشتریوں کو راج پاٹ کے لئے پیدا کیا ہے۔ ویشوں کو لین دین اور بیوپار اور کھیتی باڑی کے لئے اور شدروں کو اُن تینوں کی خدمت اور چاکری کے لئے جنم دیا ہے۔ گیتا ۱۵-۱۶/۴

ان ملفوظات سے معلوم ہوتا ہے کہ کرشن جی نے برہمنوں کے مذہب کیخلاف توحید کا دین پیش کیا تھا اور اللہ کی قدرت بیان کی تھی مگر برہمنوں نے "وہ" کی جگہ "میں" لگا کر ان کی تعلیم کو مسخ کر دیا اور اسے ویدی تعلیم کے مطابق کر دیا۔ ورنہ سوائے پاگل کے کون ایسی بات کہہ سکتا ہے کہ میں نے برہمنوں کو جنم دیا ہے

چھڑیوں کو جنم دیا ہے اور شدروں کو جنم دیا ہے اور پھر خود کسی فانی انسان کے تیر یا تلوار سے مارا جائے اور مر جائے مگر ہندوستان کے باشندوں کو شاباش ہے کہ یہ باتیں سمجھنے سے معذور ہیں۔ ان باتوں کو الہامی باتیں سمجھتے ہیں اس میں ہندو یا مسلمان کی تخصیص نہیں مسلمان بھی ویدوں کی بیشتر خرافات کو اسلامی بنا چکے ہیں مثلاً مہا بھارت میں درج ہے۔ کہ کرشن جی دس سال کے تھے جمنا پر نہانے گئے تو وہاں ایک پانچ سر کا بڑا سا کالا ناگ دکھائی دیا کرشن جی نے اس کی ناک چھید کر اس میں ڈوری ڈال دی اس طرح قابو کر کے اس کے پھن پر چڑھ گئے اور بنسی بجانے لگے۔ روایت ہے کہ ناگ کے زہر سے ان کا رنگ نیلا ہو گیا اور وہ شیام مشہور ہوئے۔ مسلمانوں نے اس روایت کے مقابل اپنی روایت تیار کر لی۔

گہوارے میں علیؓ سوئے ہوئے تھے کہ ایک اژدھا جس کا قد ۸۰ گز تھا اور دانت اس کے چار چار بالشت کے اور منہ بیس گز تھا۔ آپ کے گہوارے پر جھپٹا آپ نے اس کے دونوں لب پکڑ کر اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر اژدہے کو سر سے دم تک دو ٹکڑے کر دیا۔ ایک ٹکڑا نیچے پھینکا اور دوسرا اپنے ہاتھ میں پکڑے رہے۔ لوگوں کو خبر ملی تو آ کر ایک ایک ٹکڑے کو چار سو آدمیوں نے مل کر شہر کے باہر جا پھینکا اور آپ کی شیر روزی پر تحسین و آفرین کہی۔ صد ۱۱۸ مناقب مرتضوی از سید غلام عباس بخاری فدوی محدث و خطیب بھکر مطبوعہ کتب خانہ اثنا عشری لاہور۔

مبادا کوئی سمجھے کہ ایسی باتیں صرف جاہل عوام ہی باور کرتے ہوں گے۔ جی نہیں یہ ہندوستان کے پانی کا اثر ہے۔ یہاں کے دانشور اور مفکر بھی ایسی باتوں پر ایمان رکھتے ہیں ہندوستان کے مہا کوی کشری جوش ملیح آبادی فرماتے ہیں

تعویذ کیا کروں گا کہ ان بازوؤں کو ہے
اژدر شکار قوتِ حیدر کی آرزو!

بد قسمتی اور مسلمانوں کی جہالت دیکھیے کہ یہ باتیں ہمارے بچوں کے درس میں شامل کی جاتی ہیں اور شروع ہی سے ان کو حیدر پرستی کا عادی بنا دیا جاتا ہے یہ کام شیعہ حضرات کرتے ہیں جو تعلیمی اداروں میں مسلم دانشور بن کر پہنچتے اور بے دینی کا پرچار کرتے ہیں جس سے مسلمان بچے گمراہ ہوتے ہیں۔

مسلمانوں نے علی کی منقبت تیار کرنے میں ویدوں شاستروں سے کتنا کام لیا ہے دیکھنا ہو تو مرزا حیرت دہلوی کی کتاب شہادت دیکھیے جس میں علی کو برہما اور وشنو سے بڑا دیوتا بنا کر پیش کیا گیا ہے۔

وہ جنوں سے لڑتے تھے
فرشتوں کو قتل کرتے تھے
آسمان پر اڑتے تھے
زمین کے اندر گھس جاتے تھے وغیرہ

افسوس ہے ان مسلمانوں کی کم عقلی پر جو صدیوں سے ایسی خرافات مذہبی تقدس کے ساتھ سنتے اور باور کرتے چلے آئے ہیں اور جھوٹ کو جھوٹ کہنے کی غیرت نہ رکھتے تھے جبھی تو علامہ اقبال نے کہا تھا

مسلماں ہے توحید میں گرم جوش — مگر دل ابھی تک ہے زنار پوش
تمدن تصوف شریعت کلام — بتانِ عجم کے پجاری تمام
حقیقت خرافات میں کھو گئی — یہ امت روایات میں کھو گئی۔

نگاہِ بازگشت

سچ کہدوں اے برہمن گر تو بُرا نہ مانے

تیرے صنم کدوں کے بُت ہو گئے پُرانے

برہمن بڑا ہوشیار ہے۔ وہ بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے محض اپنے دماغ کی تیزی سے وہ سب کچھ حاصل کر لینا جانتا ہے جو دُوسرے خون پسینہ ایک کر کے حاصل کرتے ہیں۔ اور وہ اپنے اسی فن سے گذشتہ کئی ہزار سال سے ہندو معاشرے پر سوار اُس کا خون چُوس رہا ہے۔

ہندو معاشرے میں برہمن قانون ساز بھی ہوتے ہیں۔ ہادی و رہنما بھی اور جنت اور دوزخ کے ٹھیکیدار بھی، بلکہ سارے خدائی اختیارات ان کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ برہما دیوتا کی اولاد سمجھے جاتے ہیں۔ ان سے کوئی باز پُرس نہیں کر سکتا۔ اُنھوں نے وید بنائے، شاستر بنائے اور اُن پر ایشور جی کی مُہر توثیق لگوائی۔ یہ خود ایشور جی کے تابع نہیں ہوتے، ایشور ان کا تابع ہوتا ہے۔ یہ جب چاہتے ہیں اُسے آسمان پر بھیج دیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں اُسے زمین پر بُلا لیتے ہیں۔ اور کسی راجہ مہاراجہ کے گھر پیدا کروا دیتے ہیں۔ اُس کی تعریف کرتے ہیں تو لوگ باور کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ وہی بھگوان ہے۔

حکومت لاکھ دوسروں کے ہاتھ میں رہے۔ برہمن کے ہمیشہ پو بارہ ہوں گے۔ راجہ بھی اُن کی مدد کا خواستگار رہتا ہے اور پرجا بھی اُن کی مٹھی میں رہتی ہے۔ وہ جس کو چاہیں جنت دلا دیں اور جس سے چاہیں چھین لیں اور اُسے دوزخ میں بھجوا دیں۔ چنانچہ دونوں اُسے خوش رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اِس سے واضح ہو جاتا ہے کہ راجہ، مہاراجہ اور پرجا برہمن کے کیوں دست نگر رہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ تعریف کے پُل باندھ کر راجہ کو ایشور کا اوتار کہہ دیں تو پرجا اُسے پُوجنے لگتی ہے، پھر نہ صرف اُس سے بلکہ اُس کی آل اولاد سے کبھی کوئی سرتابی یا بغاوت کرنے کی جرأت نہیں کرتا۔ کیونکہ حاکم اور راجہ سے تو بغاوت ہو سکتی ہے مگر بھگوان کے اوتار

سے سرتابی کی مجال کس کو ہو سکتی ہے۔ اسی چال سے برہمنوں نے ہندوستان پر کئی ہزار سال حکومت کی، حتیٰ کہ مسلمان یہاں آئے اور انھوں نے برہمنوں کی ساکھ بگاڑ دی۔

اسی کا نتیجہ ہے کہ برہمن مسلمانوں کا دشمن ہے۔ اس نے مسلمانوں کو اچھوت، ملیچھ اور راکشش سب کچھ کہا، مگر ان کا کچھ بگاڑ نہ سکا، اس لئے اپنی نفرت دل میں چھپائے رہا۔ چنانچہ آج بھی وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ یہاں انگریز آئے تو اُن کے ساتھ ہو گیا اور ہندوستان سے مسلمانوں کا اقتدار ختم کرنے کی پوری کوشش کر ڈالی، پھر انگریز جانے لگا اور مسلمانوں کو علیحدہ وطن دے گیا۔ تو یہ ہندوستان سے مسلمانوں کا نام و نشان مٹانے کی فکر میں لگ گئے۔ انہوں نے ۱۹۴۷ء میں فسادات کروا کر پندرہ لاکھ مسلمانوں کو قتل کروایا۔ ۱۹۴۸ء میں حیدر آباد دکن کو جو ایک اسلامی ریاست تھی ختم کروا کر پانچ لاکھ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی۔ اور یہ کھیل ابھی کب تک جاری رہے گا، کوئی نہیں بتلا سکتا۔ کیونکہ شاید برہمن کا ابھی حساب پورا نہیں ہوا ہے۔ اسے پورے ہزار سال کی محرومیوں کا حساب چکانا ہے۔

اب آریہ سماجی برہمنوں نے یہ پروپیگنڈہ شروع کروایا ہے کہ مسلمانوں نے بھارت کا نام ہندوستان رکھ کر اور یہاں کے باشندوں کو ہندو کہہ کر اُن کی توہین کی ہے۔ کیونکہ ہندو کے معنی چور اور ڈاکو کے ہیں۔ لہٰذا اس ملک کا نام بھارت۔ اکھنڈ بھارت یا بھارتیہ ورش رکھا جائے۔

جی ہاں یہ برہمنوں کے ایک پرانے خواب کی تعبیر ہے۔ آج سے چار ہزار سال پہلے جب آریئے اپنے آبائی وطن بلخ بخارا، تاتارستان، عراق و ایران سے لٹ پٹ کر ہندوستان آئے اور یہاں دیکھا کہ مقامی باشندے نہایت خوش حال اور متموّل ہیں اور جنگجو بھی نہیں تو اُن کے منہ میں پانی بھر آیا۔ برہمنوں نے وید منتر بنانے شروع کر دیئے۔ "داسوں کے بڑے بڑے قلعے اور محل ہیں، اُن کے پاس گھوڑوں کے گلّے اور گایوں کے ریوڑ ہیں، اُن کے پاس چاندی اور سونے کے خزانے ہیں۔ اے اندر دیوتا یہ سب ہم کو دلا دے۔" چھتریوں کو معلوم ہوا کہ ایشور جی کا حکم آگیا ہے۔

تو لوٹ مار قتل و غارت گری شروع کر دی۔ اور جلد ہی اُن کی حکومتیں ہندوستان کے شمالی علاقوں میں قائم ہو گئیں۔ مقامی لوگ مار کاٹ کے پھینک دیئے گئے جلا دیئے یا ملک چھوڑ کر جنوبی علاقوں میں بھاگ گئے۔

پھر مفتوحہ علاقوں کے شہروں، قصبوں اور دیہاتوں کو آریہ نام دے گئے۔ پہاڑوں، دریاؤں اور میدانوں اور صوبوں کے نام اُن کے والیوں، دیوتاؤں کے نام پر رکھے گئے۔ جیسے اودھ کا نام کوشل دیس ہوا، کوشلیا رانی کے نام پر، بہار کو جنک دیش کہا گیا۔ راجپوتانے کا پہاڑی علاقہ چھتریوں اور راجپوتوں کے لئے مختص ہوا۔ اور اُس کا نام راجستھان پڑا۔ اسی طرح دہلی کا علاقہ بھرت دیش مشہور رہا کیونکہ راجہ بھرت یہاں کا راجہ تھا۔ اُس کے باپ وسشٹ کا ذکر ویدوں میں موجود ہے۔ وہ ہستناپور کا راجہ کہلاتا تھا۔ وہ سارے ہندوستان کا راجہ نہ تھا۔ اور نہ اُس زمانے میں ہندوستان بھارت ورش کہلایا کیونکہ اوّل تو آریئے صرف شمالی علاقوں میں آباد ہوئے تھے۔ جنوب قدیم دراوڑی اقوام کے لئے چھوڑ دیا گیا تھا۔ آریوں کے علاقے آریہ ورت کہلاتے تھے، یہ بندھیاچل کے اوپر کے علاقے تھے۔ جنوبی ہند کو کسی نے آریہ ورت یا بھارت ورش نہیں کہا ہے۔

ہم تاریخی شواہد سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ ہندو اور ہندوستان کی اصطلاحیں مسلمانوں کی ایجاد نہیں ہیں۔ یہ نام یہاں کے قدیم باشندوں کو آریوں کے آنے سے پہلے ملا تھا۔ جب یہاں دراوڑی قوموں کا راج تھا جن کو آریہ سماجی گرو دیانند جی اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں قدیم ہندو داس اور شُدر کے نام سے یاد کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہ چور اور ڈاکو تھے۔ اس لئے ویدوں اور شاستروں نے اُن کو شودر اور غلام یا داس قرار دے دیا تھا۔ مگر یہ محض جھوٹ ہے۔ وہ لوگ اس مُلک کے راجہ مہاراجہ تھے اور مالک و مختار تھے۔ اُن کی تہذیب آریوں سے زیادہ قدیم تھی۔ اور یقیناً وہ آریوں سے زیادہ مہذب تھے، جب ہی تو ویدوں میں اُن کے قلعوں، محلوں، اُن کی دولت ثروت، تموّل اور خوش حالی کا ذکر رشک و حسد کے ساتھ ہوا ہے اور یہ کہیں نہیں کہا گیا ہے کہ اے دیوتاؤ

تم چوروں اور ڈاکوؤں کا مال ہم کو دلا دو، کیونکہ ہم اُن سے بڑے چور اور ڈاکو ہیں۔ دوسری بات اس بیان سے یہ معلوم ہوئی ہے کہ دیانند جی بھی اُن قدیم باشندوں کو قدیم ہندو تسلیم کرتے تھے۔

چنانچہ تاریخ بھی کہتی ہے اور آثارِ قدیمہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ آریوں کے آنے سے پہلے یہاں دراوڑی باشندے آباد تھے۔ ان کی بڑی بڑی بستیاں تھیں، ان کی حکومتیں تھیں، ان کے قلعے مضبوط ہوتے تھے۔ اور محل عالیشان تھے۔ اُن کی تجارتی کوٹھیاں تبت، چین، بابل و نینوا میں تھیں۔ وہ بیت المقدس، مصر اور افریقہ کی دوسری بندرگاہوں تک تجارت کے لئے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان کے راجہ نے آشور کے راجہ بخت النصر کو ہاتھیوں کا تحفہ بھیجا تھا جس کی وہ بڑی قدر کرتا تھا، جبکہ آریہ نسل کے لوگوں نے ہندوستان آنے کے بعد کبھی سمندری سفر نہ کیا۔ بلکہ سمندر کے سفر کو وہ گناہ سمجھتے رہے۔ گاندھی جی نے اپنی کتاب "تلاشِ حق" میں اس کا اعتراف کیا ہے اور لکھا ہے کہ میں پہلا آریہ ہندو ہوں، جس نے اعلیٰ تعلیم کے لئے سمندر پار جانے کا قصد کیا۔

اب اس لفظ ہندو کی ذرا سی علمی وضاحت بھی دیکھ لیجئے۔ مذکورہ بالا بیانات سے ظاہر ہے کہ یہاں کے قدیم دراوڑی باشندے ہندو کہلاتے تھے، ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ اپنی سیاہ رنگت کی وجہ سے ہندو کہلائے ہوں۔ کیونکہ وہ مصر و افریقہ سے یہاں آکر آباد ہوئے تھے۔ مگر لغات سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظِ ہندو تذلیل کے معنوں میں مستعمل نہ تھا، بلکہ عزت و احترام کی نشاندہی کرتا تھا۔ اسے ہندکی بھی کہا جاتا تھا۔ ہندکی، کے معنی ہندوستانی تلوار اور ہندوستانی فولاد بھی بتلائے گئے ہیں۔ علم ہندسہ یعنی انجینئرنگ کا تعلق بھی ہند سے بتلایا گیا ہے۔ مصری زبان میں ہندوس کے معنی دانا بینا اور چالاک آدمی کے ہیں۔ اسی کو سکندر اعظم نے استعمال کر کے دریائے سندھ کا نام اندوس رکھا تھا۔ جسے بعد کو انگریزوں نے اپنی زبان میں انڈس کر لیا۔ جیسے وہ دہلی کو ڈیلھی اور کلکتہ کو کل کٹا کہتے تھے۔ انڈس (INDUS) کو یونانی اور اطالوی لوگ آج بھی اندوس

ہی پڑھتے ہیں۔ اور بولتے ہیں۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ ہندو کا لفظ مسلمانوں کی ایجاد نہیں ہے۔ البتہ اُن کا قصور اتنا ضرور ہے کہ وہ انسانی مساوات کے علمبردار تھے۔ وہ اونچی نیچی ذات اور طبقاتی تقسیم کے قائل نہ تھے، اس لئے جب انھوں نے دیکھا کہ ایک خود کو سورج دیوتا کی اولاد بتلاتا ہے اور دوسرا چندرماں دیوتا کی نسل ظاہر کرتا ہے اور باقی سب کو زمین کی اولاد بتا کر اُن پر غلامی اور اچھوت پن مسلط ہوئے ہے تو اس خرافات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اُن سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانک کر ہندو قرار دے دیا۔ اور معاشرے میں صرف دو طبقے رکھے یعنی ہندو اور مسلمان۔ اور لفظ ہندو سے اُن کی توہین مطلوب نہ تھی، البتہ اتنا کہا جا سکتا ہے کہ اس طرح انھوں نے پست اقوام کی جو شُدر اور اچھوت کہلاتے تھے، تھوڑی سی عزت افزائی کر دی۔ اُن کے مُنہ سے ہزاروں سال کی غلامی اور اچھوت پن کی سیاہی دھو کر انہیں تھوڑے سے انسانی حقوق دے دیئے۔ جو برہمنوں اور چھتریوں نے اُن سے چھین رکھے تھے۔ اور اس طرح برہمنوں کی دشمنی مول لے لی۔ برہمن کے دل میں بُغض بھرا ہوا ہے۔ اور اب جو حکومت ہاتھ آئی ہے تو اپنے تمام بدلے چُکانے کی فکر میں ہے۔ چاہتا ہے کہ ہندوستان کے سارے ہندو اُس کی سیادت کو تسلیم کر کے مسلمانوں کے خلاف مورچے سنبھال لیں۔ اس مُلک کا نام بھارت ورش رکھنا چاہتا ہے۔ حالانکہ تاریخ شاہد ہے کہ آریوں کی حکومت صرف شمالی ہند میں تھی۔ دکن میں ہمیشہ دراوڑی رہے اور ان ہی کی حکومت رہی۔ مگر اب برہمن وہاں بھی اپنے نام کا ٹھپّہ لگانا چاہتے ہیں۔ وہ تلنگانہ، کرناٹک اور تامل تہذیبوں کو بھی خود میں ضم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس ارادے کی قلعی اس اقدام سے کُھل چکی ہے کہ برہمن حکومت نے اقتدار حاصل کرتے ہی اپنی سنسکرت زبان جسے ہندی کہا جاتا ہے سارے ہندوستان پر مسلّط کر دی۔ اسے صرف تین ماہ میں سکھا دیا۔ اور یہ نہ سوچا کہ زبانوں کا تعلق اقوام کی عزّت اور خودداری سے ہوتا ہے۔ جس قوم کا اپنا رسم الخط اور اپنی زبان نہ ہو وہ قوم مہذب برادری میں راہ نہیں پاتی۔ اور جس قوم کا اپنا علیحدہ رسم الخط ہوتا ہے اس کا اپنا لٹریچر اپنا کلچر اور اپنا ماحول ہوتا ہے وہ اُسے آسانی سے ترک کرنے پر راضی نہیں ہوتی۔ اسی کا

نتیجہ ہے کہ تامل ناڈ اور آندھرا پردیش اب ہندی کلچر سے بیزار ہوتے جا رہے ہیں وہ برہمنوں کی چال کو سمجھنے لگے ہیں۔

دراوڑی زبانیں سنسکرت سے بھی پرانی زبانیں ہیں، اُن کا لٹریچر سنسکرت سے کہیں زیادہ قابلِ احترام ہے۔ مسلمانوں نے اپنے ہزار سالہ دورِ اقتدار میں ان کو ختم کرنے کی کوشش نہ کی بلکہ اُن کو اپنے اپنے علاقوں میں پروان چڑھنے کا پورا موقعہ دیا۔ انگریزوں نے بھی اُن کو مٹانے کی کوشش نہ کی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ملک اور حکومت تو آنی جانی چیزیں ہیں۔ خدا جس کو چاہتا ہے دے دیتا ہے مگر زبان اور تہذیب کا معاملہ جُدا ہے یہ انفرادی ملکیت کی چیزیں ہیں اور کوئی اپنی ملکیت سے دست بردار ہونے کو آسانی سے تیار نہیں ہوتا۔ مگر برہمنوں کی ناعاقبت اندیشی کا یہ حال ہے کہ وہ بہ یک جنبشِ قلم تمام دوسری قوموں کے حقوق غصب کر کے اپنی سیادت اُن پر ٹھونسنا چاہتے ہیں تاکہ یہ ملک جلد سے جلد رام راج اور بھارت ورش کے سانچے میں ڈھل جائے اور اُن کی سیادت مستحکم ہو جائے۔ وہ اپنے وید شاستر کا نفاذ کر دیں اور خود پھر سے چودھری اور اعلیٰ ذات والے بن جائیں، دوسروں کو شُدرا اور اچھوت قرار دے کر اُن کی قسمتوں کے مالک بن بیٹھیں۔ بہرحال ہمیں اس معاملہ میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

بھارت کو آپ آریہ ورت بنا لیں یا بھارت دیش کہہ لیں۔ اور یہاں کی دراوڑی قوموں کو پھر سے داس اور اچھوت بنا لیں جیسا کہ آپ کے ویدوں اور شاستروں اور پُرانوں میں کور ہے۔ راون کی اولاد سے پھر بدلہ لیں، اُس کے لنکا کو جلائیں۔ اُس کی بہن کی چھاتیاں کاٹ ڈالیں اور اُس کے سارے مُلک کو تہس نہس کر دیں۔ مگر اُس کے لئے موقعہ محل کا خیال ضرور رکھیں، یہ نئی روشنی کا زمانہ ہے۔ آج سے چار ہزار سال پہلے کی جہالت کا زمانہ نہیں ہے جو عوام آپ کے دیوتاؤں اور راکششوں سے ڈر کر آپ کے آگے سرنگوں ہو جائیں۔

عبدالرحمان آزاد صدیقی

حیدرآباد دکن ۱۹۴۵ء

ضمیمۂ مرتب

اللہ تعالیٰ جس قوم سے خوش ہوتا ہے اسے نوازتا ہے خوش حال بناتا ہے اور حکومت عطا فرماتا ہے اور کارکردگی اچھی ہوئی تو دوسری پس ماندہ جاہل اور گمراہ اور نیم وحشی اقوام کی اصلاح کی ذمہ داری بھی سونپ دیتا ہے کہ جاؤ دوسروں کو سدھارو اور ان کی رہنمائی کرو۔

برصغیر ہندوستان کی تاریخ اس قدرتی عمل کی شاہد ہے یہاں سکندر اعظم کے بعد سے جو بھا حملہ آور آیا اسی مقصد کو پورا کرنے آیا کہ یہاں توہم پرستی جہالت شرک، کفر بدکاری اور ذات پات کی لعنت ختم کرے محمد بن قاسم۔ محمود غزنوی۔ شہاب الدین غوری نادر شاہ ابدالی حتیٰ کہ انگریز فرانسیسی اور پرتگالی اسی مقصدِ عظیم کے ساتھ آئے کہ یہاں کے جمود پذیر معاشرے میں تھوڑی سی ہل چل پیدا کریں اور تازہ خون داخل کریں کیونکہ بقول سعدی شیرازی ؎

نازو انداز کہ دادند داوند بہ ہند

یعنی نزاکت اور زنانگی ہندوستان کے حصے میں آئی اور یہ بات اقوام عالم کو بہت پہلے معلوم ہو چکی تھی۔ سکندر اعظم نے پورس کے ہاتھیوں کا ذکر ساری دنیا میں پھیلا دیا تھا اور مشاہدہ بھی ہے کہ یہاں بڑے بڑے سورماؤں اور فاتحوں کی اولاد دو چار پشتوں کے بعد ناچنے گانے لگتی ہے ایرانی نژاد جان عالم کی بہادری کا اندازہ اُن کے اِس شعر سے ہوتا ہے ؎

ہائے میں نہ ہوئی حضرتِ شبّیہ کیساتھ
مار دیتی موئے شمر کو کسی تدبیر کے ساتھ

اور مغلِ ہند کے سپوت شہنشاہ ہند فرماتے تھے ؎

عمر دراز مانگ کر لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں

اور ہم لوگ حیران ہوتے ہیں کہ یہ کلام کسی شہنشاہ کا کلام ہے یا کسی خواجہ سرا کا۔ جو اپنی بے کسی اور بے بسی کا ماتم کرتا تھا گویا زندگی سے بیزار تھا۔

پھر اگر انگریزوں نے اسے وہاں بھیجا، جہاں کے قابل تھا (رنگون کا جیل خانہ) تو کیا بُرا کیا۔ یقیناً وہ شہنشاہِ ظفر کے کلام کو اصلیت اور حقیقت کا رنگ دینا چاہتے تھے کہ شاہی محل میں بیٹھ کر آہ و فغاں کرنے اور نوحہ و سوز لکھنے کا کیا جواز ہے جاؤ جیل میں بیٹھ کر بسورو اور ظاہر ہے کہ انگریز ایسا نہ کرتے تو وہ یہاں کے عوام کو علم و ہنر سے آراستہ کیسے کرتے۔ اُن کی جہالت کیسے دُور کرتے۔ یہ بے چارے بٹیریں لڑاتے اور شاعری کرتے اور کبوتر اڑاتے رہتے۔

ہندو مذہب کی تاریخ

کہتے ہیں انگریزوں نے ۱۸۸۱ء میں مردم شماری کروائی اور معلوم کرنا چاہا کہ ہندوستان میں کتنے مذہب رائج ہیں لیکن نتائج معلوم کر کے انہیں حیرانی ہوئی کہ کسی ہندو کو معلوم نہ تھا کہ مذہب (RELEGION) کیا ہوتا ہے یعنی ہندو معاشرے میں مذہب نام کی کوئی چیز نہ تھی وہ صرف ذات (CASTE) جانتے تھے ان میں کچھ اونچی ذات کے تھے اور کچھ نیچی ذات کے پھر ذاتوں کے اندر ایک تقسیم گوتروں کی تھی (خاندان یا قبیلے) اور وہ بے حساب تھے۔ صرف برہمنوں میں ۸۰۰ گوتر شمار ہوئے۔ چھتری یعنی راجپوتوں میں ۵۹۰ اور ویشوں میں ۵۰ گوتر تھے اور یہ سب آریہ نسل سے ہونے کے دعویدار تھے۔ شدروں کی ذاتوں اور گوتروں کا کوئی حساب نہیں لگ سکا اس طرح ہندوستان میں ۲۷۲ ذاتوں کا پتہ چلا۔ نیز یہ انکشاف بھی ہوا کہ مسلمانوں میں بھی چار ذاتیں موجود ہیں۔ شیخ۔ سید مغل، پٹھان اور ان میں بھی آپس میں شادی بیاہ نہیں ہوتا تھا۔ البتہ کھانے پینے میں یہ زیادہ پرہیز نہیں کرتے تھے۔

جبکہ برہمنوں میں ویدی (ایک وید جاننے والے) دوبے (دو وید جاننے والے برہمن کا کھانا پینا نہیں کھاتے) اور چوبے (چار وید جاننے والے) ترویدی (تین وید جاننے والوں کا کھانا نہیں کھا سکتے نہ آپس میں شادی بیاہ کر سکتے ہیں۔ یہی حال

شاستری برہمنوں کا ہے۔ وہ سب سے جُدا ہیں برہمنوں میں بعض گوشت کھاتے ہیں مگر بیشتر نہیں کھاتے۔ کشمیر کے اور سندھ کے برہمن گوشت مچھلی کھاتے ہیں اِس لئے گوشت نہ کھانیوالوں سے کمتر سمجھے جاتے ہیں اور انہی باتوں سے ان کی ذات متعین ہوتی ہے

دو قومی نظریہ قیام پاکستان کا مقصد یہ تھا کہ ہندوستان کے تمام مسلمان ایک جگہ جمع ہوں اور ایک دوسرے سے مل کر اپنے اختلافات دُور کریں اور خالص اسلامی معاشرہ تشکیل دیں ۔ قائدِاعظم نے کہا مسلمانوں کو یہ بھلا دینا چاہیئے کہ وہ سندھی پنجابی بلوچی پٹھان یا بنگالی ہیں، ہم سب مسلمان ہیں۔ ہمارا خدا ایک ہے قرآن ایک ہے اور رسول ایک ہے پس ہم ایک قوم ہیں اب ہمارا ایک ملک بھی ہے جس کا نام پاکستان ہے ہماری ایک زبان ہے جس کا نام اُردو ہے۔

لیکن پاکستان کے بنتے ہی مسلمان قائدِاعظم سے پوچھنے لگے تم شیعہ ہو یا سُنّی؟ (بہادر یار جنگ) اور پچیس سال سے پہلے ہی فرقوں اور قوموں کے اختلاف کے ساتھ لسانی اختلافات وہ رنگ لائے کہ پاکستان پانچ خود مختار صوبوں میں تقسیم ہو گیا پٹھان کی پنجابی سے سندھی کی پٹھان سے اور بنگالی کی بہاری سے نفرت اتنی بڑھی کہ مہاجر بے چارہ پوچھتا ہے کہ اسلام کہاں ہے۔ کیا ہندو مسلم فساد اِس سے زیادہ ہولناک ہوتے۔ تاہم وہ کشمیریوں سے بہتر ہیں جن کی ایک ٹانگ ہندوستان کے ہاتھ میں ہے اور دوسری پاکستانیوں کے۔

ہاں ہندوؤں کو اس نظریہ سے فائدہ ہوا وہ اپنی ۲۷۲ ذاتوں کو بھول کر لادینی پر متحد ہو گئے انہوں نے ایک SECULAR STATE بنالی اور جب سنا کر اُردو مسلمانوں کی زبان ہے تو اس سے بھی بیزار ہو گئے اب ان کا ایک ملک ہے وہ ایک قوم ہیں اور ان کی ایک زبان ہے۔ ہندی۔

برہمن کی ہوشیاری:- برہمن نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا وہ پھر



چودھری بن گیا۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر برنام کر کے پندرہ لاکھ مسلمانوں کو اپنی لادینی کی بھلینٹ چڑھا دیا مسلمانوں کی ہزار سالہ بالادستی کا بدلہ لے لیا تمام مسلم ریاستیں جو مِلکر موجودہ پاکستان کے برابر تھیں ختم کر دیں ان کی تاریخ اور جغرافیہ بھی باقی نہ رکھا پھر مسلم اکثریت کے علاقے کشمیر کو دبوچ لیا اور پاکستان کو تین بار وہ مار ماری کر یہ اپنی اسلامی ثقافت۔ اسلامی نظام زندگی بھول کر اب اپنے ہندو بھائیوں کی طرح ہو جاؤ۔ مست قلندر علی دم دم اندر گاتا ناچتا پھر کسی محمد بن قاسم نادر شاہ یا ابدالی کا منتظر ہے۔

اسی برہمنی بالادستی کو مستحکم کرنے کے لئے آریہ سماج کا بانی دیانند ویدوں کا دھرم تیار کر رہا تھا۔ وہ ویدوں میں کانٹ چھانٹ کر کے انہیں دورِ حاضرہ کیلئے قابلِ قبول بناتا رہا۔ حالانکہ وید کوئی مذہبی کتابیں نہیں تھیں سنسکرت زبان میں وید علم، فلسفہ یا سائنس کو کہتے ہیں جیسے علم طب کو ایوروید۔ علم سیاست کو دہنر وید۔ علم موسیقی کو گاندھرووید اور علم سیاست کو ارتھ وید کہتے ہیں ہندو عوام نے لاعلمی سے سمجھ لیا کہ وہ الہامی کتابوں کا نام ہے حالانکہ یہ کتابیں مختلف ادوار میں مختلف افراد نے لکھی تھیں ان میں خاص بات صرف یہ ہے کہ یہ سب شعری مجموعے ہیں یعنی برہمنوں اور پنڈتوں کی فکر کا نمونہ اور وہ اشعار جو ان میں درج ہیں منتر کہلاتے ہیں منتر کے معنی ہیں خود سے باتیں کرنا اور ظاہر ہے کہ شعر کہنا خود سے باتیں کرنا ہی ہے۔

ویدوں کی تعلیم اب ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ویدوں کی تعلیم وحشیانہ تھی اور آریوں کا معاشرہ بھی وحشیانہ تھا۔ تہذیب کا ان میں شائبہ بھی نہیں تھا۔ مندرجہ ذیل منتر ملاحظہ ہوں۔

۱۔ جیسے بیج ڈالنے والا مست سانڈھ گایوں میں جفت ہونے کے لئے اپنے زور سے پہنچتا ہے ویسے ہی اندر دیوتا عمدہ صفات کی بارش کرنیوالا۔ صاحبِ ثروت۔ کل دنیا کو پیدا کرنیوالا اپنی طاقت سے دھرماتما (سخی) آدمی تک پہنچتا ہے۔

۲۔ جیسے باپ اپنی کنواری بیٹی سے بھوگ (جماع) کرتا ہے ویسے ہی بادل زمین پر اپنی بوندیں ٹپکاتا ہے۔

۳۔ جیسے باپ اپنی بیٹی سے بھوگ (جماع) کرتا ہے ویسے ہی سورج صبح صادق میں اپنی کرنیں زمین پر چھوڑتا ہے۔

رگ وید سوکت ۱۶ - منتر ۵-۶-۷

۴۔ جیسے کبوتر کبوتری کے پاس جاتا ہے ویسے ہی اندر ہماری پکار پر پہونچتا ہے۔ سوکت ۳۰ منتر ۴

۵۔ جیسے گھوڑا گھوڑیوں میں جفت ہونے پہنچتا ہے۔ ویسے ہی بڑی ہوئی عمارت کے پاس اندر بھوگ کیلئے جاتا ہے۔ سوکت ۵۶ - منتر ۱

اسی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ آریوں میں شادی بیاہ کی رسموں کا کوئی وجود نہ تھا۔ یہ جنسی تسکین کیلئے بطور استحقاق زنا اور خلافِ فطرت افعال کے مرتکب ہوتے تھے ماں بہن بیٹی کو بھی نہ چھوڑتے تھے۔ آریوں کے بچے اپنے مختلف اور متعدد باپوں پر فخر کرتے تھے۔ یہ اثرات ہندو معاشرے میں کم وبیش آج بھی موجود ہیں۔ بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ آریا نسل کی اقوام میں خواہ وہ عیسائی ہو چکی ہوں یا مسلمان جہاں بھی ہیں جیسے یورپ۔ روس۔ خراسان۔ عراق ایران یا ہندوستان۔ یہ معاشرتی کمزوری موجود ہے ان کے جشن نوروز۔ عید غدیر اور محرم کی عزاداری

دراصل جنسی تسکین کے بہترین وسائل ہیں اور اسی لئے انہیں مذہبی تحفظ دیکر باقی رکھا گیا ہے۔

شائستگی کے اثرات

ہم دیکھتے ہیں کہ سکندر اعظم کے حملے کے بعد (۳۰۰ قبل مسیح) سے ہندوستانی آریوں میں کچھ شائستگی پیدا ہونے لگی۔ فاتح قوم سے میل جول سے اور ان کے اخلاقی معیار کے مشاہدے سے انہیں اپنی بے مائیگی اور جہالت کا احساس ہوا برہمنوں نے محسوس کیا کہ نووارد حملہ آوروں کا خدا ان کے دیوتاؤں اندرا۔ وشنو اور برہما سے زیادہ طاقتور ہے تو ان لوگوں نے ویدوں کے مقابلے میں اپن شد تیار کرتے شروع کر دیئے اپن شدوں میں کسی اصل پیدا کرنیوالے اور کائنات کے مالک کا ذکر ہے مگر بحد مبہم۔ اپن شدوں کی تعداد پچاس ہے۔ دیانندجی صرف دس کو مانتے تھے اور انہی کی روشنی میں ویدوں کی اصلاح فرماتے تھے جیسے پہلے بھی برہمنوں نے اپن شدوں کی تاویلات اور تفسیرات لکھ کر ان کا حلیہ بگاڑا اور سوترا نامی کتابیں لکھی تھیں جن میں قربانی کے احکامات پر کلپ سوترا۔ شادی بیاہ کی رسوم پر گرہ سوترا اور عیاشی کے لئے کام ستر ا اور عوام کا رُخ پھر جہالت کی طرف موڑ دیا تاکہ برہمنوں کی چودھرایت قائم رہے اور وہ اثرات جو یونانیوں نے پیدا کئے تھے زائل ہو جائیں۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ ایک دَور میں سوتروں کا زور توڑنے کے لئے اور ہندو معاشرے میں باضابطگی پیدا کرنے کے لئے سمرتیاں لکھی جانے لگیں۔ ان سمرتیوں میں منوسمرتی مشہور ہے جس میں پہلی بار ہم کچھ ایسے احکام دیکھتے ہیں۔

"بیٹی کے ساتھ جماع (بھوگ) کرنے سے پاپ ہوتا ہے اگر کوئی اس کا مرتکب ہو تو وہ برت روزہ رکھے اور گائے کا پیشاب پیے۔"

اسی زمانے میں مہاتما بدھ نے ترکِ دنیا کی تعلیم شروع کی اور حرام کاری کا خاتمہ کرنا چاہا انہوں نے لوگوں کو جنگلوں میں جا کر رہنے کی تلقین کی اور گیان دھیان (معرفت و ریاضت) کی تربیت دی۔ ظلم سے بچنے کا حکم دیا۔

تو برہمنوں نے شاستر لکھنا شروع کر دیئے اور ان کی تعلیمات کا زور توڑنے کی پوری کوشش کر ڈالی۔ شاستروں میں کوکا شاستر مشہور ہے جس میں حرام کاری کی ترغیب ہے اسی زمانے میں ہندوستان بھر میں وہ گندے مجسمے تیار کئے گئے جو ہندو معاشرے کی مایہ ناز یادگار ہیں جن سے جنسی ترغیب ہوتی ہے۔

جس طرح ویدوں کو ماننے والے برہمن ویدی۔ دوبے۔ ترہیدی اور چوبے مشہور تھے اب شاستروں کو ماننے والے شاستری برہمن پیدا ہوئے اور انہوں نے معاشرے کو پھر گناہ پسند بنا دیا۔ ہر طرح کی بدکاری جائز کر دی اور جواز یہ پیش کیا کہ نسل کی بقا کے لئے ترکِ دنیا کی تعلیم صحیح نہیں ہے۔

۶۲۳ میں سندھ پر مسلمانوں کا حملہ ہوا اور دین توحید کا غلغلہ ہوا جس نے دیوی، دیوتاؤں کی قدرت اور فضیلت کا سارا بھرم ختم کر دیا۔ مساوات کی تعلیم دی کہ انسان انسان سب برابر ہیں اونچی اور نیچی ذات کوئی چیز نہیں۔ عزت والا وہ ہے جو اللہ سے ڈرے اور کسی سے نہ ڈرے اور عدل و انصاف کا علمبردار ہو۔ تو ہندو مذہب پر اس کے اثرات پڑنے لگے خاص کر دسویں اور گیارہویں صدی میں محمود غزنوی کے حملوں کے بعد تو گویا دیوی دیوتاؤں کی عظمت کو زوال ہی آگیا اور ان کا احترام عوام کے دل سے نکل گیا۔

۱۴۰۰ء میں ویدک دھرم میں پھر اصلاحات شروع ہوئیں برہمنوں نے اب پُران لکھنے شروع کئے جن میں وشنو پُران۔ شیوا پران گنیش پُران۔ بھاگوت پُران۔ کورم پران۔ پدم پران وغیرہ اٹھارہ پرانوں لکھے گئے ان پرانوں میں خاص بات یہ ہے کہ ہر پران اپنے مخصوص دیوتا کی عظمت بیان کرتا ہے اور باقی دیوتاؤں کو جھٹلاتا ہے ان کی توہین کرتا اور ان کا مذاق اڑاتا ہے۔

پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ہندو معاشرہ ان پرانوں کے کل دیوتاؤں کو باوصف ان برائیوں کے جو ان میں مرقوم ہیں اب بھی قابلِ احترام جانتا ہے کہتے ہیں کہ ہر دیوتا میں جو شکتی (قوت) ہے وہ ان خامیوں کے باوجود جو درج ہیں قابلِ پرستش ہے۔

ہندو مسلم اتحاد اسی زمانے میں کچھ لوگ پیدا ہوئے جو مسلمانوں اور ہندوؤں میں میل جول بڑھانے کی کوشش کرنے لگے جن میں سنت کبیر مشہور ہے کہتے ہیں یہ کسی برہمنی بیوہ کے بطن سے پیدا ہوا اور جنگل میں پھینک دیا گیا۔ کسی جلاہے نے رحم کھا کر اسے پالا۔ جوان ہو کر رامانند کا چیلا ہو گیا۔ اس کے ساتھ جنگل میں کسی غار میں رہنے لگا۔ بھیک پر گذر کرتا۔ کسی برہمن نے دیکھا تو اپنے پاس بلا لیا۔ اور اپنی بیٹی لوئی سے شادی کر دی ایکدن بھیک نہ ملی تو بیوی نے کہا نانخہ گاؤں کا بڑا ساہوکار دھرم داس مجھ پر ریجھا ہے اگر اجازت دو تو ایک رات اُس کے ساتھ بسر کر کے جو مانگوں گی حاصل کر سکتی ہوں کبیر نے اجازت دیدی اور کہا کہ جتنی زیادہ رقم مل سکے حاصل کرو لوئی گئی اور بہت سا روپیہ لے آئی کبیر خود اسے دھرم داس کے گھر پہنچانے جاتا یہ دیکھ کر دھرم داس کبیر کا چیلا ہو گیا۔

اس طرح کبیر تلاش معاش سے فارغ البال ہو کر ایک نئے دھرم کا پرچار کرنے لگا۔ اس کا دھرم نہ ویدی تھا۔ نہ اسلامی اس نے اعلان کیا کہ وید اور پران دونوں رد کر دینے کے لائق ہیں۔ بت پرستی ناجائز۔ انسان پیدا ہوتا ہے۔ مرتا ہے اور پھر پیدا ہوتا ہے[1]۔ اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہے ہر شخص اپنے ذکرم (عمل)

---

[1] تناسخ اور حلول کا عقیدہ خالص آریائی عقیدہ ہے کہ روحیں صرف مقررہ مقدار میں پیدا کی گئی ہیں اور وہی لوٹ پھر کے نئے قالبوں میں آتی رہتی ہیں مگر جب دنیا کی آبادی بڑھ گئی تو ان کی سمجھ میں نہ آیا کہ یہ مزید روحیں کہاں سے آگئیں اور اب ان کو کون پیدا کرتا ہے۔ بدقسمتی سے انہی عقائد کو شیعہ فرقے نے اپنا کر اسلام میں شامل کر لیا جس سے ہندوستانی مسلمانوں کا معاشرہ ہندو عقائد سے قریب ہو گیا۔ اس میں صوفیوں نے بہت زیادہ مدد کی جو بہ باطن شیعہ ہوتے اور بظاہر مسلمان بنے رہتے ان میں لعل شہباز قلندر، علی ہجویری خواجہ بندے نواز اور خواجہ گیسو دراز کا شیعہ ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ دیکھیئے ہماری کتاب ارمغانِ عجم۔

کا پھل پاتا ہے۔ مکتی (نجات) کے لئے تیرتھ جاترا کرنا فضول ہے۔ ذات پات کی تفریق بے جا ہے اللہ کی عبادت کرنے والے اور رام کی پرستش کرنیوالے کو صرف اسی ایک نے پیدا کیا ہے ہندو مسلمان دونوں برابر ہیں۔ دونوں کو ساتھ رہنا اور کھانا پینا چاہیئے اور اپنے گرو کا حکم ماننا چاہیئے اس نے اپنے خیالات کو گیتوں میں پیش کیا۔ اس سے بہت سے ہندو اور مسلمان اس کے ساتھ ہو گئے اس کے مرنے کے بعد ہندو اسے اپنا گرو کہتے تھے اور ہندو طریقے پر جلانا چاہتے اور مسلمان اپنا پیر سمجھتے اور دفنانا چاہتے تھے۔ آخر کو اس کے جنازے میں پھول رکھ دیئے گئے اور لاش غائب کر دی گئی تو ہندوؤں اور مسلمانوں نے آدھے آدھے پھول بانٹ لئے مسلمانوں نے پھولوں کو دفن کیا اور اس پر مقبرہ بنا دیا۔

ہندو مسلمان کی تفریق مٹانے والے ایرانی درویشوں فقیروں اور صوفیوں کی یلغار بھی اسی زمانے میں ہوئی جو تاتاریوں کے حملے سے بلخ بخارا اور خراسان چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اور مسلمان جوگی بن کر سارے ہندوستان کے کونے کونے میں پھیل گئے یہ ایک نئے مذہب کی تبلیغ کرنے لگے جسے تصوف کہا جاتا ہے ان میں ہندو بھی شامل ہو گئے جن میں گرو نانک قابل ذکر ہے یہ غالباً ۱۲۹۲ء میں پیدا ہوا اس نے ویدوں کی مخالفت کی اور کہا

وید پڑہت برہما مرے چاروں وید کہانی
سنت کی مہما وید نہ جانے برہم گیانی آپ پرمیشور

یعنی وید بنانے والے برہما مر گئے اور چاروں وید ایک کہانی ہو گئے۔ سنت (صوفی) کو ویدوں کی ضرورت نہیں وہ تو خود برہم گیان (تصوف) یا ہمہ اوست سیکھ کر خدا بن جاتا ہے۔ اور یہی بات مسلمان صوفی بھی کہتے تھے کہ خدا ان میں حلول کرتا، سما جاتا ہے اور انا الحق (میں خدا ہوں) کا نعرہ بلند کرنے کا حکم دیتا ہے۔

سری چند اور لکشمی داس اس کے دو بیٹے تھے سری چند گوشت کھاتا اور شراب پیتا تھا اور سر منڈاتا تھا۔ وہ اپنے چیلوں کو سہجدہاری سرمنڈا قلندر کا لقب

دیتا۔

لکشمی داس نے بال بڑھالئے تھے اور اپنے چیلوں کو کیس دھاری کہتا تھا یعنی زلفوں والے جوگی یا پیر۔

نانک، گرو کہلاتا تھا جو لوگ اس کے جانشین ہوئے وہ بھی گرو کہلائے نانک سے لیکر گوبند سنگھ تک دس گرو ہوئے (یعنی سجادہ نشین) ۱۷۰۸ء میں گوبند سنگھ نے اس پنتھ کے قواعد و ضوابط مرتب کئے اور ایک علیٰحدہ فرقہ بنا دیا اس کے بعد گرو ہونا بند ہو گئے۔ نانک سے لیکر گوبند سنگھ تک ہر جانشین کا کلام جو پنجابی زبان میں تھا جمع کیا گیا۔ یہ مجموعہ گرنتھ صاحب کے نام سے مشہور ہوا۔

نانک نے ہندوؤں اور مسلمانوں میں اتفاق اور اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کی تھی گوبند سنگھ نے اسے ختم کر دیا اور مسلمانوں سے بغض و عداوت کا بیج بو دیا اور چاہا کہ مسلمانوں کو ختم کر دیا جائے اس نے کہا

میں اِک ایسا سِکھ بناؤں جو سوا لاکھ سیکھ کو مارے

گوبند سنگھ پنجابی ہونے کی وجہ سے شیخ کو سِیکھ کہتا تھا اور شیخوں یعنی مسلمانوں کو قتل کرنیوالوں کا نام اس نے سکھ رکھا تھا۔

آریہ سماج کا بانی

۱۸۲۷ء میں مول شنکر ولد امبا شنکر گجراتی شیوی برہمن مقام مروی ریاست کاٹھیاواڑ میں پیدا ہوا۔ یہ شخص ۱۸۴۵ء میں سنیاسی ہو گیا ۱۸۶۰ء میں اس نے سنیاس چھوڑ کر متھرا میں قیام کیا۔ یہاں اس نے ورجانند سرسوتی سے سنسکرت زبان میں تعلیم حاصل کی اور اپنا نام بدل کر دیانند سرسوتی رکھا۔

بھیم سین شرما جو اس کی سنسکرت کا ترجمہ کرتا تھا لکھتا ہے کہ اُس نے نام تو دیانند رکھا تھا مگر تھا بڑا کٹھور (ظالم) بے رحم۔ ملکہ وکٹوریہ کا دلّی دربار دیکھنے گیا تو چار نوکر ساتھ لے گیا۔ بھیڑ بھاڑ میں اس کے کپڑوں کی گٹھڑی کھو گئی۔ دیانند نے اس کی قیمت مبلغ چار روپے چاروں نوکروں کی تنخواہ سے کاٹ لی جو کئی ماہ میں قسط وار ادا ہوئی۔ وہ کپڑے جو ضائع ہوئے وہ خود بیچتا تو دو روپے بھی نہ ملتے "

۱۸۷۷ میں اُس نے منشی کنھیا لال لکھدھاری ۔ بابو نرائن چندر رائے ۔ سر سید احمد خان ۔ بابو ہریش چندر ۔ چنتامنی ۔ بابو کیشب چندر سین ۔ منشی اندرمن کو جو اُس زمانے کے بڑے قومی لیڈر تھے دہلی میں اپنے مسکن پر بلایا اور ان سے ملکر گذارش کی کہ ہم سب مل کر ایک نیا مذہب ایجاد کریں اور ایک ہی طریقہ پر قوم کی رہنمائی کریں سب نے یہ تجویز منظور کر لی ۔

جب سنسکرت زبان پر اُسے عبور حاصل ہو گیا اور اُس نے اپنی کتابیں پڑھ لیں تو اُسے معلوم ہوا کہ ہندو دھرم میں کوئی قاعدہ قانون اور ضابطہ اخلاق موجود نہیں ہے اسی بے اصولی کی وجہ سے لوگ تعلیم حاصل کر کے اس مذہب سے بیزار ہو جاتے ہیں اور غیر مذاہب میں چلے جاتے ہیں اُس نے جان لیا کہ اگر اس کا انسداد نہ کیا گیا تو ہندو دھرم جلد ختم ہو جائیگا اور ساتھ ہی برہمن کی چودھراہٹ بھی ختم ہو جائے گی ۔ پس اُس نے اپنے مذہب کے اصول و ضوابط مقرر کرنے کے لئے دیگر مذاہب کا مطالعہ کیا اور اسلام کو خاص طور سے جانچا کیونکہ صداقت اور حقائق کی وجہ سے یہ سب سے زیادہ دلکش اور قابل عمل مذہب تھا مگر یہ بات ایک برہمن تسلیم نہیں کر سکتا تھا ۔

اُس نے دیگر مذاہب کی برائیاں بیان کیں اور ان کے ہادیوں پر اعتراضات کر کے اپنے دھرم کی تعریف کی مگر اس طرح کر اپنے ویدوں کی اِصلاح دوسرے مذاہب کے اچھے اصولوں کی روشنی میں کر ڈالی اور ترجمے کے نام سے نئے وید پیش کر دیئے لیکن ہندو اس کے پیش کردہ ویدوں کو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہو سکے اس طرح وہ ایک نیا فرقہ تو پیدا کر گیا مگر ہندوؤں کی اِصلاح نہ کر سکا ۔

ہندی مسلمان

آپ پوچھیں گے دیانند اور اس کے چیلوں نے توریت انجیل اور قرآن پڑھنے کے بعد ویدوں کی گمراہی اور توہم پرستی کیوں نہ چھوڑی تو اس کی اطلاع ہمارا قرآن حکیم ۱۳سو سال پہلے دے چکا ہے ۔ ختم اللہ علی قلوبھم اللہ ایسے لوگوں کے دلوں پر قفل لگا دیتا ہے اور بتا دیا تھا کہ واللہ لا یھدی القوم الکفرین ۔ یعنی اللہ

کافر قوموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

پس ہمیں کافروں سے کوئی شکایت نہیں۔ شکایت ہے تو اپنوں سے ہے جو ایک ہزار سال ہندوؤں میں رہ کر اپنے اسلامی شعائر بھول گئے اور ہندو مراسم کے غلام بن گئے۔

ہم نے اللہ کا نام پکارا مگر اللہ کو پہچان نہ سکے ہندو بتوں کو پوجتے تھے۔ ستاروں کو پوجتے تھے۔ شیر بندر۔ ہاتھی اور سانپ کو پوجتے تھے ہم نے قبروں اور مزاروں کو پوجنا شروع کر دیا۔ علم، تعزیہ اور دُلدُل کو پوجنا شروع کر دیا۔ ہندو کاشی پریاگ۔ متھرا اور سومناتھ کی جاترا پر جاتے تھے۔ ہم نے اجمیر، دلی۔ لاہور سہون کربلا نجف اور مشہد کی جاترا کا نام زیارت رکھ لیا۔

ہندو اپنے مردہ بزرگوں کو پوجتے، شرادھ دلاتے اور پنڈے کھلاتے تھے ہم نے اپنے پیروں بزرگوں کو پوجنا شروع کر دیا ان کا فاتحہ دلانا قرآن خوانی کرنا اور مولویوں کو کھلانا شروع کر دیا۔

ہندو کہتے تھے انسان مرنے کے بعد نیچے کی دنیا میں چلا جاتا ہے جسے پاتال کہتے ہیں وہاں سزائیں دی جاتی ہیں۔ گندھرو مارتے ہیں جلاتے ہیں اور ایذائیں دیتے ہیں۔

مسلمانوں نے عذاب قبر کا عقیدہ اخذ کر لیا اور روایتیں بنالیں کہ منکر نکیر سوال جواب کرتے ہیں اور گرز سے مارتے ہیں اور نہ سوچا کہ منکر اور نکیر بھلا فرشتوں کے نام کیسے ہو سکتے ہیں منکر تو انکار کرنیوالے کو کہتے ہیں اور نکیر بھی انہی معنوں کا لفظ ہے۔ اسلام منکروں منافقوں اور کافروں کو بُرا کہتا ہے اور ہمارے مسلمان بھائی یہ گندے نام اپنے فرشتوں کو دیتے ہیں کیونکہ بخاری اور مسلم لکھ گئے ہیں۔

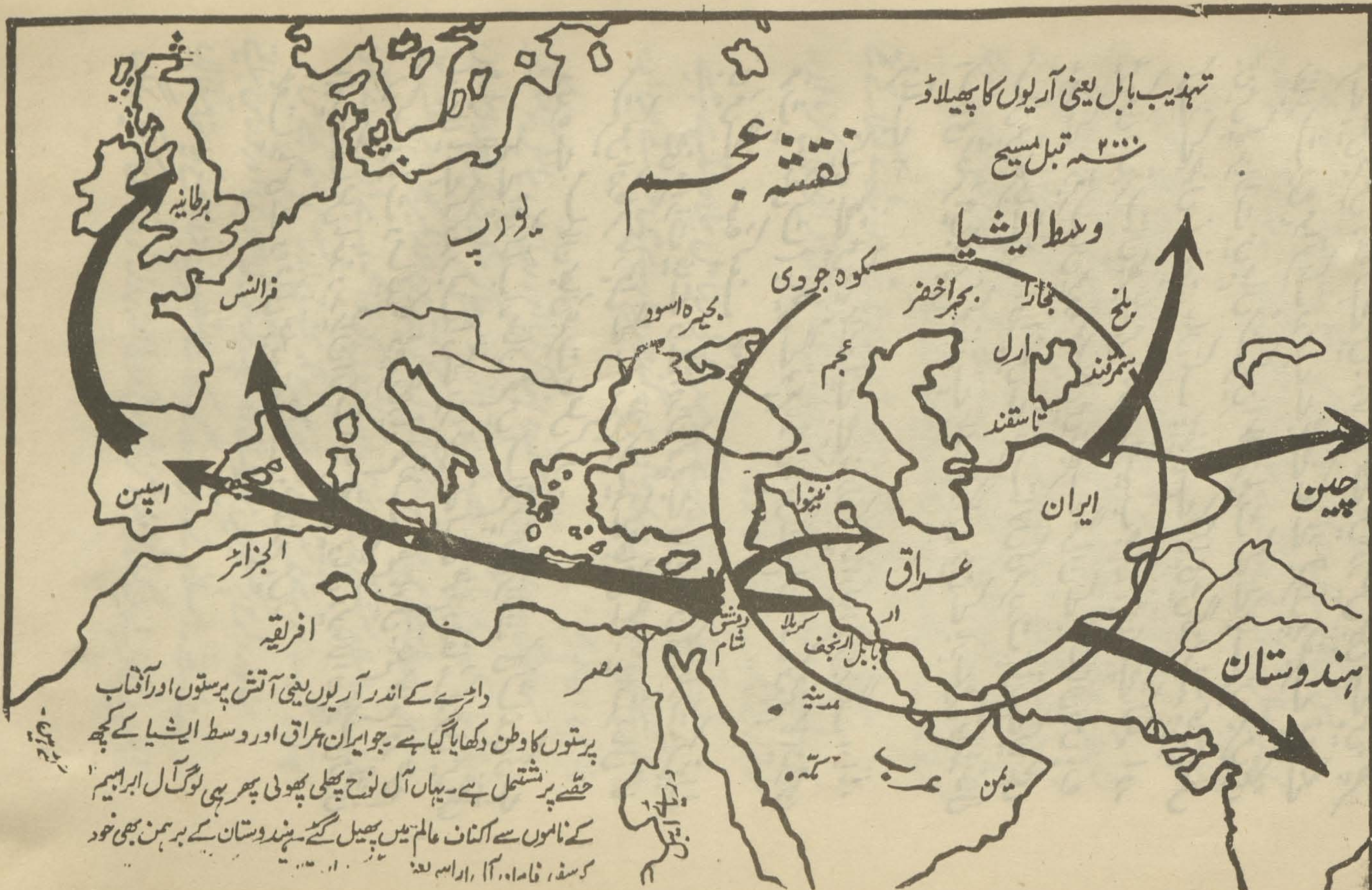
ہندو اوراح پرستی میں مبتلا تھے وہ اپنے بزرگوں کی تصویریں اور مورتیں بنالیتے اور پوجتے تھے۔ اسلام نے اس کو روکنے کے لیے تصویریں بنانا منع کیا تھا مسلمانوں نے قبریں بنا کر اپنے بزرگوں کو محفوظ کرنا شروع کر دیا اور روایتیں بنالیں کہ نیک لوگ

مرتے نہیں قبر میں زندہ رہتے ہیں۔ دعائیں سنتے ہیں اور منتیں قبول کرتے ہیں۔ پھر مقابلہ شروع ہوا تو ایک دوسرے سے بڑھنے کے لئے قبروں پر مقبرے بننے لگے جن میں کچھ مزارات ہیں جہاں مشرکین اسلام زیارت کے لئے جاتے ہیں قبریں پکی کرانے کے جنون نے نوبت یہاں تک پہنچائی ہے کہ کراچی میں گذشتہ پچیس سال میں کوئی دس قبرستان بھر چکے ہیں اور یہ بد نصیب جاہل نہیں سوچتے کہ مکہ اور مدینہ کے دو قبرستان چودہ سو سال میں نہ بھرے مگر ان کے قبرستان دس بارہ سال میں بھر جاتے ہیں۔ اور انہیں نئے قبرستانوں کی ضرورت ہوتی ہے کیا یہی اسلامی شعائر ہیں جن پر ہم کو ناز ہے ہمارے بزرگان دین کے بارے میں تو اللہ تعالی فرماتا ہے :-

"کیا یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارے اپنے جیسے بندوں کو اپنا اولیاء (پیر، بزرگ، داتا، غوث یا مشکل کشا) بنالیں گے تو ہم ناراض نہ ہوں گے ہم ان سب کو جہنم کا ایندھن بنائیں گے"۔ سورۂ کہف ۱۰۲

یعنی مزارات بنانے والے اور ان کو پوجنے والے، اُن کی زیارت کرنیوالے مشرکین اور کافر شمار ہوں گے۔ اور جہنم رسید کئے جائیں گے۔ یہ اللہ تعالی کا وعدہ ہے۔ مسلمان بھائی عبرت حاصل کریں۔

ہم نے اپنی کتاب ارمغانِ عجم میں اسلام پر عجمی اثرات کی نشاندہی کی ہے اور بتلایا ہے کہ کوفہ و بغداد کے ایرانیوں نے اپنے علوم و عقائد کو عربی میں منتقل کر کے روایات و مسانید کا ڈھیر لگادیا۔ علم تفسیر۔ علم تاویل۔ علم کلام اور علوم اہلبیت کے اصل ماخذ وید پران اور شاستر تھے یا یونانی دیومالا اور مجوسی زرتشتی عقاید ،اسی لئے وہ قرآنی تعلیم سے مختلف و متصادم ہیں۔



دائرے کے اندر آریوں یعنی آتش پرستوں اور آفتاب پرستوں کا وطن دکھایا گیا ہے۔ جو ایران، عراق اور وسط ایشیا کے کچھ حصّے پر مشتمل ہے۔ یہاں آل نوح پھلی پھولی پھر یہی لوگ آل ابراہیم کے ناموں سے اکناف عالم میں پھیل گئے۔ ہندوستان کے برہمن بھی خود

اسلام کے حقائق

اسلام دینِ توحید کا نام ہے جس میں صرف ایک مالک کی پرستش یا بندگی کی شرط ہے لیکن یہ شرط نہایت سخت ہے کمزور آدمی جو دنیا کی معمولی مخلوقات شیر ہاتھی سانپ یا بیل سے ڈر جائے ان کو پوجنے لگے یا ان کے شر سے بچنے کے لیے دوسروں کا سہارا ڈھونڈنے لگے اس شرط کو قبول نہیں کر سکتا۔ اسی لئے اسلام کا خدا کافروں منکروں کی سمجھ میں نہیں آتا اور وہ باننڈ کی سمجھ میں بھی نہ آسکا ورنہ اسلام کا مطالبہ اس سے صرف اس قدر تھا :-

اِن الذین اٰمنو والذین ھادوا	خواہ ایمان لانیوالے یہودی ہوں
والنصاریٰ والصابئین	یا عیسائی یا ستارہ پرست (ہندو)
مَن اٰمن باللہ	جو اللہ پر ایمان لائیگا
والیوم الاٰخرِ	اور روز آخرت (کے حساب) پر بھی
وَعمل صَالحاً	اور نیک کام کرے گا
فلھم اجرھم عند رَبھم	اس کو اللہ نوازے گا۔
وَلا خوفٌ علیھم وَلاھم	اور وہ غم وخوف سے بے خطر زندگی
یحزنون (البقرۃ ۶۲)	بسر کریں گے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور ایمان کا یہی معیار ہے کہ صاحب ایمان بندے بے فکری اور بے خوفی کی زندگی بسر کرتے ہیں پس جو لوگ خوف وہراس ذلت ومسکنت، غم واندوہ۔ شک وواہمہ کرب واضطراب میں مبتلا ہیں سمجھ لو کہ یہ مقہور ومردود بندے ہیں ان کا شمار اہلِ ایمان میں نہیں ہو سکتا۔

ان باریکیوں کو وان خیرات کھانے والے اور گائے اور بندر کو پوجنے والے برہمن کیسے سمجھ سکتے ہیں بلکہ خدا کا قرآنی تصور تو خود بہت سے نام نہاد مسلمانوں کے پلے نہیں پڑتا۔ یہ اپنے پنجتن۔ بارہ امام۔ چودہ معصوم غوث اعظم۔ داتا جی خواجہ جی اور لعل شہباز قلندر۔ پیر پوجتے ہیں اور خود کو مسلمان بتلاتے ہیں اور

قرآن کے اللہ کو نہیں جانتے جس کی شان تو کچھ اس طرح ہے۔

اخلاص

۱۔ اللہ صرف ایک ہے۔
۲۔ وہ سب کے کام بناتا ہے۔
۳۔ وہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کا بیٹا۔
۴۔ کوئی اس کا ہمتا و ہم سر نہیں ہے۔

آیت الکرسی

۱۔ اللہ ہی وہ معبود برحق ہے جس کے علاوہ کوئی پوجنے کے لائق نہیں
۲۔ وہ زندہ ہے ہمیشہ رہنے والا ہے۔
۳۔ اسے نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ
۴۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔
۵۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی کسی کی شفاعت نہیں کر سکتا۔
۶۔ جو کچھ اس کے بندے کرتے ہیں یا کر چکے ہیں وہ جانتا ہے
۷۔ اور وہ اس کے علم سے کچھ حاصل نہیں کر سکتے جب تک وہ خود نہ بتا دے
۸۔ اس کی کرسی اقتدار آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔
۹۔ اور اسے ان کی حفاظت مشکل نہیں۔
۱۰۔ وہ بڑا عالی شان اور بلند مرتبہ ہے۔

مومن آیت ۶۴، ۶۵

۱۔ اللہ وہ ہے جس نے زمین کو تمہارا مسکن بنایا۔
۲۔ اور آسمان کو چھت اور تمہاری صورتیں بنائیں۔
۳۔ اور صورتیں بھی اچھی بنائیں۔
۴۔ اور تمہیں پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں۔
۵۔ وہی اللہ تمہارا پالنے والا ہے۔

۶۔ پس اللہ کی برکتوں کا شکر کرو جو تمام عالموں کا پالنے والا ہے۔
۷۔ وہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔
۸ اسی کو خلوصِ دل سے پکارو وہی حساب لینے والا ہے۔

۱۔ وہی تو ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔
۲۔ پھر نطفہ بنا کر پھر لوتھڑا بنا کر بچہ کی شکل بناتا ہے۔
۳۔ تم پیدا ہوتے ہو۔ جوان ہوتے ہو، پھر بوڑھے ہو جاتے ہو۔
۴۔ اور کوئی تم میں سے پہلے بھی مر جاتا ہے اس طرح سب اپنا مقررہ وقت گذارتے ہیں۔ کیا تم غور نہیں کرتے۔
۵۔ اللہ ہی مارتا بھی ہے اور جلاتا بھی۔
۶۔ وہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو کہتا ہے ہو جا اور وہ کام ہو جاتا ہے

سورۂ نوح ۱۷، ۱۸، ۱۹

۱۔ اللہ نے تم کو زمین سے اگایا ہے۔
۲۔ پھر اسی میں تمہیں لوٹا دے گا۔ پھر اسی سے تمہیں نکالے گا۔
۳۔ اور اللہ ہی نے زمین کو تمہارا فرش بنایا ہے۔

المرسلات ۸ تا ۱۵

۱۔ جب تاروں کی چمک جاتی رہے گی۔
۲۔ جب آسمان پھٹ جائے گا۔
۳۔ جب پہاڑ اُڑتے پھریں گے۔
۴۔ جب رسول جمع کئے جائیں گے۔
۵ سو اتنی دیر کیوں ہے فیصلہ کے دن میں
۶ اور تمہیں کیا خبر کہ فیصلے کا دن کیا ہے۔

۷۔ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے

حمٓ سجدہ ۲۰-۲۱

۱۔ جب اللہ کے حضور پیش ہوں گے

۲۔ تو ان کے کان آنکھیں اور ان کی کھال ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔

۳۔ یہ اپنی کھال سے کہیں گے تو نے ہمارے خلاف شہادت کیوں دی

۴۔ وہ جواب دے گی کہ جس اللہ نے سب کو گویائی بخشی اس نے ہم کو بھی گویائی دی

۵۔ اس نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور تمہیں اس کے پاس لوٹ کر جانا تھا۔

۶۔ تم بھول گئے کہ تمہارے کان تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھال

۷۔ تمہارے خلاف گواہی دیں گے۔ شاید تم سمجھتے تھے کہ اللہ کو تمہارے اکثر کاموں کی خبر ہی نہ ہوگی۔

۸۔ آج تم اس غلط فہمی کی سزا بھگتو گے اور نقصان اٹھاؤ گے۔

اور اسلام کے وارثوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا حکم تھا

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون ط آل عمران۔ ۱۰۴

یعنی تم میں ایک ایسا گروہ بھی ہونا ہونا چاہیئے جو لوگوں کو نیک کاموں کی طرف بلائے اچھے کام کرنے کا حکم دے اور بُرے کاموں سے روکے ایسی ہی قوم فلاح وخوشحالی کی مستحق ہوتی ہے۔

ہمارا مولوی مذہب کا ٹھیکیدار بنتا ہے اچھے کاموں کا بڑا چرچا کرتا ہے فضائل روزہ ونماز حج زکوٰۃ بیان کرتا ہے فاتحہ درود سکھاتا ہے مگر بُری باتوں کے بارے میں زبان نہیں کھولتا۔ چوری زنا۔ جھوٹ۔ فریب کے خلاف کوئی کتاب نہیں لکھتا کوئی وعظ نہیں دیتا۔ کیا رسول عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم یہی تھی پھر لوگ ان کے دشمن کیوں ہوگئے مگر مولوی کا کوئی دشمن نہیں ہوتا اس سے مسلمان بھی خوش اور کافر بھی خوش

رہتے ہیں۔

ہمارے رسولِ عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کافروں اور مشرکوں میں سے تھوڑے سے سلیم الطبع اور نیک نفس چن کر اپنی پارٹی بنائی اور اس کا نام اسلام رکھا اور پارٹی کے ارکان کو مسلم کا نام دیا چند برسوں کے اندر دنیا نے دیکھ لیا کہ اسلام کا پیغام لے کر یہ توحید کے متوالے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اور اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے ساری دنیا میں پھیل گئے ان کو عدل وانصاف اخوت ومساوات اتحاد و توحید کی ایسی اعلیٰ تربیت ملی کہ وہ ساری دنیا کو ادب وتہذیب سکھانے کا نادر نمونہ بن گئے۔

جو ان کی دعوت قبول کر لیتا ان کا دوست اور بھائی بن جاتا خواہ وہ حبشی غلام ہو یا مجوسی سردار اور جو انکار کرتا ان کا دشمن شمار ہوتا خواہ ان کا باپ یا چچا ہو یا بھائی بھتیجہ وہ دوستوں رشتہ داروں عزیز واقارب کا کوئی لحاظ نہ کرتے چنانچہ چند ہی برسوں میں انہوں نے عرب وعجم کے تمام بت خانے اور آتش کدے تباہ کر دیئے اور اللہ واحد کی عظمت کے ڈنکے بجا دیئے۔

آپ کو معلوم ہے کہ وہ نہ فقہیہ حنفیہ جانتے تھے نہ فقہ جعفریہ، نہ شافعی وحنبلی کو مانتے تھے نہ امام بخاری۔ امام جعفر، امام حسین کی ان کو خبر تھی جو بتلاتے کہ نماز میں ہاتھ ناف کے اوپر باندھے جائیں یا نیچے آمین آہستہ کہی جائے یا زور سے وضو میں کلی دوبار کی جائے یا تین بار۔ پاؤں دھوئے جائیں یا مسح کیا جائے۔ پاجامہ اونچا باندھا جائے یا نیچا۔

ظاہر ہے یہ تمام فتنہ انگیز فقہی موشگافیاں ہمارے مجوسی بزرگوں نے پیدا کر کے اسلام میں فرقے پیدا کئے ہیں اور اس طرح اسلام کا زور توڑا ہے۔

مسلمانوں کا امام

پس مسلمانوں کا امام تو وہ تھا جو نہ حنفی تھا نہ شافعی نہ شیعہ تھا نہ صوفی۔ اُس نے کہا تھا میں تمہارے لئے ایک کتاب چھوڑے جا رہا ہوں جو میرے بعد قیامت تک تمہاری امام مبین رہے گی اس سے رجوع کرو گے اور اس کے احکام پر عمل کرو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے وہ تمہاری آئندہ

نسلوں کی بھی رہنمائی کرے گی بلکہ وہ للعالمین نذیرا ہے یعنی ساری دنیا کی ہدایت کے لئے ہے جو قوم یا فرد اس سے رجوع کریگا ہدایت یاب ہوگا اس پر کسی قوم فرقے یا قبیلے کی اجارہ داری نہیں ہے چنانچہ انگریزوں کے عروج و زوال کا منظر ہمارے سامنے ہے انہوں نے قرآن سے رجوع کیا اور ساری دنیا کے مالک بن گئے پھر ڈاروِن کے چیلے بنے تو بندر بن کر اپنے جزیرے کی طرف لوٹ گئے۔

انگریزوں نے قرآن کے جن اصولوں کو اپنایا تھا یہ تھے۔

۱۔ لا تخشون النّاس وا خشون (مایدہ ۴۴) یعنی تم دنیا کے کسی زندہ یا مردہ انسان سے نہ ڈرو صرف اللہ سے ڈرو جو تمہارے اعمال کی پرسش کریگا۔

آپ جانتے ہیں کہ انگریزوں نے اپنے دورِ عروج میں کبھی کسی امام۔ شہید۔ پیر بزرگ دانا یا دیوتا کو نہیں پوجا۔ کسی کی قبر پر جا کر دعا مانگی یا فاتحہ پڑھا اور جب یہ سب کرنے لگے ذلت و مسکنت سے دوچار ہوئے اور تباہ کر دیئے گئے۔

مسلمانوں کو حکم تھا یا ایھا الذین آمنوا۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (النساء ۵۹)

یعنی اے مسلمانوں اللہ کی اطاعت کرتے رہو۔ رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حاکم وقت کی فرمانبرداری کرو۔

مگر مسلمانوں نے اس حکم کی سو سال سے زیادہ پابندی نہ کی یہ اپنے حاکموں کو گالیاں دینے اور بدنام کرنے لگے۔ مجوسی روافض نے یہ کام سیدنا عثمان غنی کے زمانے سے شروع کر دیا تھا۔ پھر مسلمانوں نے اسے اپنا قومی شعار بنا لیا اور اسی وقت سے یہ ایک مردود و مقہور قوم بن گئے۔ اپنی تاریخ دیکھئے۔ یا ہماری کتاب ارمغانِ عجم پڑھیے۔

انگریزوں نے اس کی پابندی کی اگرچہ رسول اپنا ہی رکھا یعنی حضرت عیسیٰ کو مانا مگر اپنے حاکم کی اطاعت کا بہترین نمونہ پیش کرکے عروج حاصل کیا۔ تاہم نصاریٰ کی یہ ترقی اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے لئے ضروری تھی تاکہ مسلمان ان کے عروج کو دیکھ کر

اپنے اسلام سے رجوع کریں اور اپنی کھوئی ہوئی میراث (حکومت) حاصل کریں۔ جس کا اللہ نے وعدہ کیا تھا۔

وَاللہ یوتی مُلکہٗ من یشاءُ واللہ واسِعٌ علیم بقرہ ۲۴۷

اللہ جسے چاہتا ہے حکومت بخش دیتا ہے اور اللہ بڑا جاننے والا ہے

انگریزوں کو معلوم تھا کہ قرآن میں لکھا ہے

کم مِن فیۃٍ قلیلۃ غلبت فیۃٍ کثیرۃً باذن اللہ

وَاللہ مع الصٰبرین۔ بقرہ ۲۴۹۔

بسا اوقات چھوٹی جماعت بھی اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر فتح حاصل کر لیتی ہے اور اللہ تو صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے پس وہ ساری دنیا میں پھیل گئے اور جہاں گئے کروڑوں جاہل اور گمراہ کافروں مشرکوں اور جاہل مسلمانوں پر حاوی ہو گئے اور حکومت کرنے کے مستحق بن گئے گویا وہ دعا جو مسلمانوں کو سکھائی گئی تھی

قل اللھم مالک الملک	کہو اے اللہ حکومتوں کے مالک
توتی الملک مَن تشاء	تو جِسے چاہتا ہے حکومت دیتا ہے۔
تنزع الملک ممن تشاء	اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔
وَتعزمن تشاء وتزل من تشاء	تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل
بیدکَ الخیر (آل عمران ۲۶)	کر دے تیرے ہی ہاتھوں میں سب بھلائی ہے۔

یہ انگریزوں نے پڑھنی شروع کر دی اور نوازے گئے مگر مسلمان بھائی اپنے حاکموں کو گالیاں دیتے نہیں تھکتے۔ اُن کا مولوی داڑھی چھوڑ کر جبہ پہن کر اور ازار اونچی کر کے خدا نہیں تو رسول کا جانشین بن کر ممبر پر چڑھتا ہے اور اپنے حاکموں کو منہ بھر بھر گالیاں دیتا ہے کہ فلاں شرابی ہے فلاں زانی ہے فلاں ایسا ہے فلاں ویسا ہے اور خود جو کچھ مسجد کے حجروں میں گزرتا ہے اسے یاد نہیں کرتا۔ دس گھر کے چندے سے اور اللہ نام کے کھانے سے پیٹ پالتا ہے اور متقی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اللہ سے

نہیں ڈرتا جو مولوی کے بارے میں فرماتا ہے کہ یہ لوگ اللہ کی باتیں تھوڑے سے فائدے کیلئے بیچ ڈالتے ہیں۔ سچ میں جھوٹ ملا دیتے ہیں۔ یا فرمایا۔

۲۔ یہ اللہ کی باتوں کے عوض تھوڑا سا فائدہ حاصل کر لیتے ہیں اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ جو کام یہ کرتے ہیں بُرے ہیں۔ توبہ - ۹

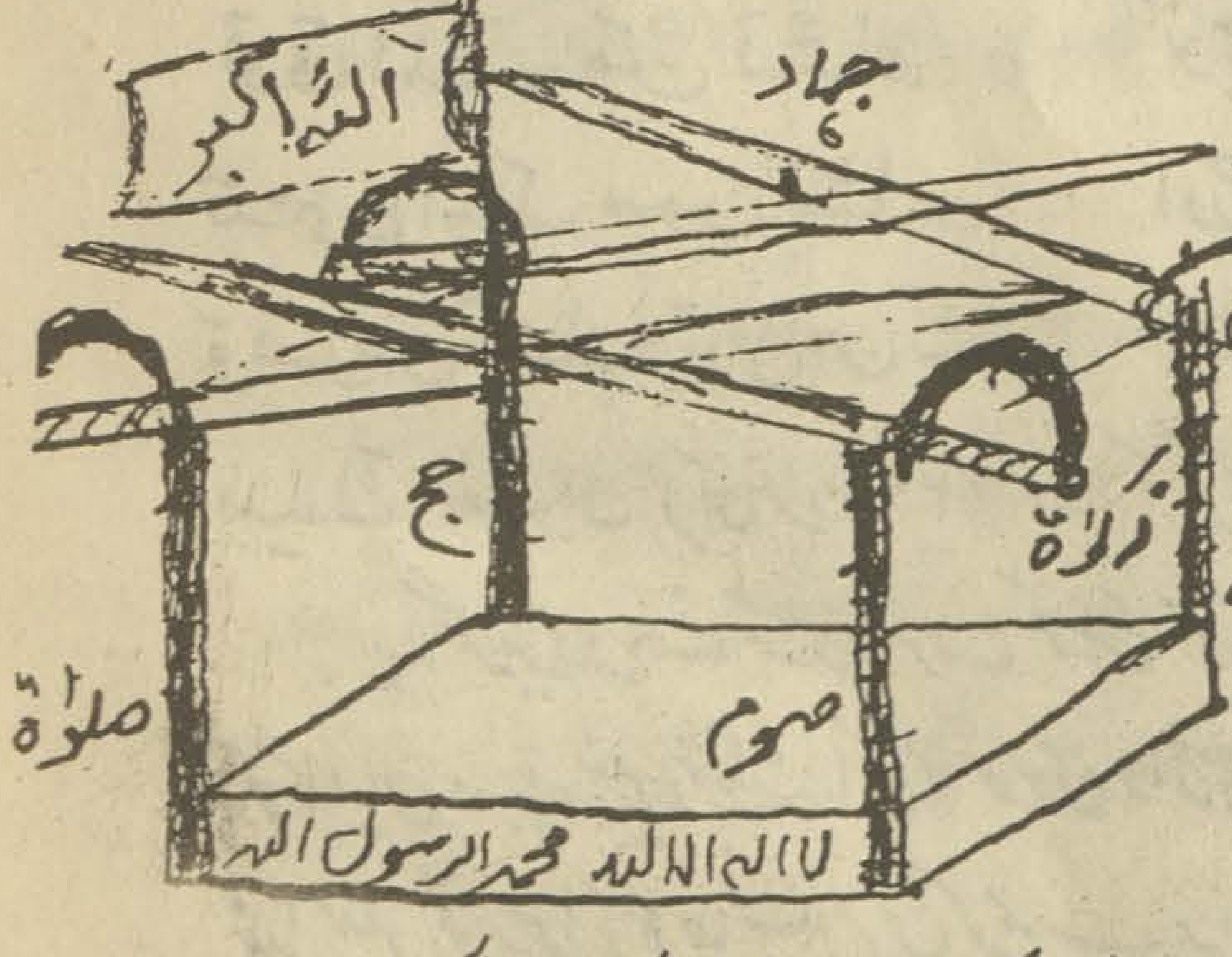
۳۔ بھلا ان کے مشائخ اور علماء انہیں گناہ کی باتوں اور حرام کھانے سے منع کیوں نہیں کرتے بلاشبہ یہ بُرا کرتے ہیں۔ مایدہ ۶۳

پنجہ کی اہمیت ہمارا مولوی کہتا ہے ارکان دین پانچ ہیں۔ یہ پنجتن پرستی کی طرف پہلا قدم ہے اسلام میں تین پانچ سات کی کوئی اہمیت نہیں نہ دس بارہ اور چودہ کا کوئی مقام ہے۔

مگر بخاری نے لکھ دیا ہے کہ ارکان دین پانچ ہیں۔

کلمہ طیبہ - نماز - روزہ - حج - زکوٰۃ

لیکن قرآن اس کی تائید نہیں کرتا۔ پھر پانچ کھمبے لگا دینے سے کوئی گھر نہیں بنتا۔ ارکان جمع رکن کی ہے اور رکن کے معنی کھمبے کے ہیں اگر اسلام کا کوئی مکان بنایا جائے تو اس کی شکل اس طرح بنے گی۔



یعنی اسلام کی بنیاد کلمہ توحید پر ہے اس پر چار کھمبے نماز روزہ حج زکوٰۃ کے ہیں اور اس کی چھت تلواروں کی ہے جو اسلام کا سب سے بڑا رکن ہے۔

جہاد کو مجوسیوں، یہودیوں اور روافض نے ہمارے موجودہ اسلام سے خارج کر رکھا ہے پھر اس مکان پر ایک مینار یا جھنڈا بھی درکار ہو گا۔ جس سے اللہ کی عظمت کا اظہار ہو جس کی علامت ہے اللہ اکبر۔ یہ نعرہ سن کر کفار و مشرکین کی نبضیں سست ہو جاتی ہیں۔ اور دل دھڑکنے لگتا ہے۔

اسی لئے روافض نعرۂ حیدری اور نعرۂ رسالت لگاتے ہیں تاکہ مسلمانوں کو گمراہ کر کے اللہ کا باغی بنادیں اور اللہ ان سے ناراض ہوجائے مولوی اس پر اعتراض نہیں کرتا اور ہمیں مولوی سے یہی شکایت ہے۔

مگر شکایت کیا کی جائے اگر یہ مولوی مولینا اور مُلّا کے معنی جانتا تو خود مولانا بنتا نہ پھرتا یہ تینوں شیعت کی علامت ہیں مولوی اور مولائی اسے کہتے ہیں جو علی کو مولا مانتے ہیں اور مولانا اسے کہا جاتا ہے جو مولویوں میں سب سے بڑا مشرک ہو اور خود کو "میرا خدا" کہلانا پسند کرے۔ سُنی ملّا جاہل ہوتا ہے یہ محض ان کی نقل میں مولانا بن بیٹھا ہے عربی جاننے والے کسی داڑھی والے کو مولانا نہیں کہتے۔

ضابطۂ اخلاق

پس معلوم ہوا کہ اسلام نام ہے دین توحید کا یعنی صرف ایک مالک ومختار اللہ کو اپنا پیدا کرنیوالا ماننا اور پالنے والا تسلیم کرنا اور وہ اس طرح کہ جو اس بات کو مان لے وہ ہمارا بھائی ہے خواہ گورا ہو یا کالا۔ یعنی حبشی غلام یا ایرانی سردار، یورپی سفید فام ہو یا چینی زرد نسل کا لیکن جو ایسی غیبی طاقت اور قوت کی مالک ہستی کو اللہ تسلیم نہ کرے وہ ہمارا اور ہمارے دین کا دشمن شمار ہوگا۔ خواہ وہ ہمارا باپ بھائی، بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ اس قانون کے تحت رام رام ہری، ہری۔ مہابلی۔ بجرنگ بلی کی جے لگانے والے اور نعرۂ حیدری، غوثِ اعظم یاعلی، یاحسین اور یا محمد پکارنے والے برابر ہوجاتے ہیں یہ سب مشرک قرار پاتے ہیں انہیں دین توحید قبول نہیں کرتا۔

اسلام کا مقصد دنیا سے شرک کو مٹا کر سارے دنیاوی خداوں کی خدائی ختم کرنا تھا جو ہمارے کلمۂ طیبہ سے ظاھر ہے۔ لا الٰہ الا اللہ کے معنی ہیں کوئی خدا نہیں بن سکتا سوائے اللہ کے پس اگر مسلمان اپنے بزرگوں کو خدا، خدا کا ولی اور خدائی خاندان پنجتن یا بارہ امام اور چودہ معصوم بنائیں تو وہ بھی دشمن اسلام اور مشرک شمار ہوں گے اور یہ کہنے والے کہ اس شرک کے باوجود وہ فرقے یا گروہ جو اپنے بزرگوں کو خدائی صفات کا حامل سمجھتے ہیں ہمارے دینی بھائی ہیں مشرک ہی سمجھے جائیں گے جو شرک

کو بُرا نہ سمجھے وہ بھی مشرک ہے۔

خالق کے حقوق اسلام کو اپنی شیرازہ بندی کے لئے ایک مکمل ضابطۂ اخلاق دیا گیا ہے۔ جس میں خالق و مخلوق کے حقوق واضح کیے گئے ہیں ان پر عمل کرنے یا نہ کرنے سے مسلمان کی پہچان ہو جاتی ہے۔

۱۔ صلوٰۃ اللہ کے بندے اپنے پیدا کرنیوالے اور پالنے والے کے احسانوں کا شکر ادا کریں۔ اس کی عظمت بیان کریں اور اس سے ہدایت طلب کرتے رہیں اس کا نام صلوٰۃ ہے جسے ہم نماز کہتے ہیں۔ یہ مساجد میں اجتماعی طور پر دن میں پانچ بار ادا ہوتی ہے مسلمان کو چاہیئے کہ جب اور جہاں موقعہ ملے ان میں شامل ہو اور جماعت سے اپنا تعلق ثابت کرتا رہے۔

۲۔ صوم مسلمان کو اپنی مستعدی، وفاداری اور اطاعت شعاری کا ثبوت دینے کے لئے سال میں تیس دن بھوک پیاس اور جنسی خواہشات سے پرہیز کر کے دکھانا چاہیئے کہ وہ ہر امتحان میں ثابت قدم رہ سکتا ہے۔ سختیوں اور دشواریوں سے نہیں ڈرتا۔ اور یہ سب اللہ کی خوشنودی کیلئے برداشت کر سکتا ہے۔

۳۔ زکوٰۃ یعنی اپنی محنت کی کمائی سے اسلامی حکومت کا نظام چلانے کے اخراجات میں شریک ہونا جس سے حکومت فوج تیار کرے اور غریب اور مستحق افراد کی پرورش کرے۔ اسلامی حکومت میں یہ ٹیکس کافروں سے بھی وصول کیا جاتا ہے مگر وہ مسلمانوں سے دوگنا ہوتا ہے اسے جزیہ کہتے ہیں۔

بعض قوموں نے اس دہرے ٹیکس (جزیہ) سے بچنے کے لئے خود کو مسلمان ظاہر کیا اور مسلمانوں میں گھس آئے انہی نے اسلام کو نقصان پہنچایا۔ یہ مکار مجوسی تھے۔ جو باطنی تنظیم کے تحت مسلمانوں کے بڑے بڑے مفسّر، محدث اور فقیہہ بن بیٹھے تھے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے ہماری کتاب ارمغانِ عجم)

۴ حج انسان فطرتاً مادہ پرست ہے۔ وہ اپنے خدا کو دیکھنا چھونا اور اس سے اظہار عبودیت کرنا چاہتا ہے یعنی اس کے قدموں میں گر کر اپنی عاجزی ظاہر

کرنے کی تمنا رکھتا ہے۔ اسلام نے اِس ضرورت کو نظر انداز نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے اس قدیم گھر کو جسے اُن کے بندے ابراہیم نے تعمیر کیا تھا کہ ان کی اولاد وہاں جمع ہو کر اللہ کی عبادت کرے گی۔ یہ عزت بخش دی کہ اسے اپنا گھر (بیت اللہ) کا نام دے دیا اور مسلمانوں کو اجازت دیدی کہ عمر بھر میں کم سے کم ایک بار یہاں آ کر اپنی عاجزی اور بندگی کا اظہار کر لیں۔ اس کے آگے سجدہ ریز ہوں۔ اس کے غلاف سے چمٹ کر دُعا کریں۔ توبہ و استغفار کریں۔ روئیں گڑگڑائیں اور جو کچھ اپنے مالک سے کہنا چاہتے ہیں یہاں آ کر کہہ ڈالیں۔

اس کے علاوہ اِس میں یہ بھی راز رکھا کہ اس طرح ساری دنیا کے مسلمان ایک دوسرے سے مِل کر اپنے رشتۂ اخوت کو مضبوط کرتے رہیں گے اور ایک دوسرے سے سیکھ کر ان برائیوں سے واقف ہو جائیں گے جو اُن میں اپنے ملکوں میں غیر قوموں سے اختلاط کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہوں گی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حج سے آنیوالے اکثر بدعتوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں اور اپنی اصلاح کر لیتے ہیں

۵ جہاد یعنی جدو جہد اور کوشش اسلام کی خوبیاں اور نیکیاں پھیلانے اور برائیاں بدیاں ختم کرنے کے لئے محض اللہ کی خوشنودی کے لئے زندگی وقف کر دینا اسلام میں جہاد کہلاتا ہے۔

جہاد کو ہمارے عجمی مجوسی بزرگوں نے ارکانِ دین سے خارج کر دیا اسے نہایت ظالمانہ اور وحشیانہ فعل بنا کر پیش کیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر فرقے کے پاس جہاد کے معنی کچھ اور ہیں روافض نے تو اس کیلئے شرط لگا دی کہ جہاد صرف امام کی سرکردگی میں کیا جا سکتا ہے اور چونکہ ان کا امام غائب مستور ہے وہ اس کے ظہور سے پہلے جہاد میں شریک نہیں ہو سکتے۔

سبائیت زدہ مولوی کہتے ہیں کہ جہاد کشور کشائی نہیں ہے یہ اپنی حکومت کا تختہ الٹ کر ملک میں خانہ جنگی کرانے کا نام ہے جیسے شیعان علی نے کروا کر اسلام کی چولیں ہلا دیں پھر بنو اُمیہ اور بنو عباس کی حکومتیں ختم کروائیں۔ ہندوستان میں مغلوں کا بیڑہ غرق کیا۔ پاکستان میں آج تک کسی حکومت کو چین نہ لینے دیا۔

قادیانیوں نے بھی روافض سے متاثر ہو کر فیصلہ دیا تھا کہ تلوار کا زمانہ ختم ہو گیا۔ اب توپ و تفنگ کا دور ہے اور وہ مسلمانوں کو دستیاب نہیں اس لئے جہاد منسوخ ہے۔ انہی ہتھکنڈوں سے عجمی مجوسی زادوں نے جہاد کو مسلمانوں کی زندگی سے نکال دیا شمشیر و سناں اُن سے چھین لی اور طاؤس و رباب ان کے ہاتھوں میں دے دیا۔ تاکہ یہ قوالی اور دھمال کرتے پھریں اور اللہ اکبر کی جگہ ہو جمالو، مست قلندر یا علی یا حیدر کے نعرے لگاتے رہیں اور ہندوؤں سے جوتے کھاتے رہیں۔ جہاد اسلام اور توحید کو پھیلانے کا واحد ذریعہ ہے جب تک مسلمان اس سے رجوع نہ کریں گے اور مارنے مرنے سے ڈرتے رہیں گے اِسی طرح ذلیل وخوار رہیں گے۔

عیش پرست اور آرام طلب غلام قومیں جہاد کی صعوبتیں برداشت کرنا پسند نہیں کرتیں تو اللہ بھی ان کو پسند نہیں کرتا۔ انہیں غلامی میں رہنے دیتا ہے۔

جہاد ایک اجتماعی عبادت ہے جب قوم جہاد کا ارادہ کرے مسلمانوں کو لبیک کہنا چاہیئے اور جس طرح کافروں اور مشرکوں سے اسلام کی سربلندی کی خاطر لڑنا جہاد ہے اِسلامی لشکر میں شامل ہو کر زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا۔ پانی پلانا۔ لاشیں اٹھانا۔ دفنانا اور مجاہدوں کا کھانا پکانا، کھلانا اسلحہ سنبھالنا بھی جہاد ہے۔

اِسی طرح اسلام کی تبلیغ پند و نصائح اور وعظ کے ذریعہ کرنا بھی جہاد ہے۔ کتابیں لکھ کر اسلام کو غیر مسلموں تک پہنچانا بھی جہاد ہے۔ پھر ان کتابوں کی اشاعت میں حصہ لینا اور ان کو بھی پھیلانا جہاد ہے۔ بلکہ ایسی کتابیں خریدنا اس نیت سے کہ اس کتاب کی قیمت سے اور کتابیں شائع ہوں گی۔ اور اشاعتِ دین میں مددگار رہوں گی جہاد ہو جاتا ہے۔ کاش مسلمان اس چیز کو سمجھتے اور دنیا کے ساتھ دین کی بھی خبر لیتے۔

اسلام نے جہاں اچھے کاموں کے نام گنا دیئے ہیں وہاں برے کاموں کی تفصیل بھی دے دی ہے جس سے بچنا ثواب ہے۔

بُرے کاموں کی فہرست

۱۔ جھوٹ بولنا بُرا ہے۔ جھوٹ بولنے والوں جھوٹی قسم کھانیوالوں اور جھوٹے وعدے

کرنیوالوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت بھیجی ہے۔

۲۔ بے حیائی کے کاموں سے قرآن نے منع کیا ہے۔ افسوس کہ مسلمان ہندوؤں اور پارسیوں کے ساتھ رہ کر خود ان کاموں میں مبتلا ہوگئے اور ان برائیوں سے پرہیز نہیں کرتے پھر یہ مسلمان کیسے رہ سکتے ہیں انکی سزا کوڑے ہے۔

۳۔ جُوا کھیلنا، فال نکالنا، قرعہ ڈالنا۔ اِسلام نے منع کیا ہے مگر مسلمان ان میں مبتلا ہیں۔ اللہ ان کو ہدایت دے۔

۴۔ چوری۔ ڈاکہ۔ اغوا، بردہ فروشی ایسے جرائم ہیں جن کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے بلکہ اغوار اور بردہ فروشی میں قتل کرنے کا حکم ہے۔ کیونکہ یہ سب ظلم کے تحت آتے ہیں۔ اللہ ان گناہوں کو معاف نہیں کرسکتا۔ مظلوم دادخواہ ہوگا اور اللہ انصاف کریگا۔

۵۔ نشہ آور اشیاء شراب بھنگ افیون چرس کا استعمال مسلمان کے لئے جائز نہیں ان سے انسان ناکارہ ہو جاتا ہے۔

۶۔ خیر خیرات، صدقات، نذر نیاز کھانے سے مسلمان کو روکا گیا ہے۔ ان سے اِنسان بے غیرت اور بے آبرو ہو جاتا ہے۔ حلال کی روزی وہ ہے جو محنت کرکے کمائی جائے۔

۷۔ حسد کرنا۔ یعنی دوسروں کو خوشحال دیکھ کر جلنا بُرا ہے۔

۸۔ رشوت لینا یا دینا منع ہے۔ اس سے معاشرے میں خرابی پیدا ہوتی ہے مگر جب حکومت کم تنخواہیں دیکر اپنے عمال کو رشوت خوری پر مجبور کرے تو یقیناً باز پرس حکومت سے ہوگی۔

۹۔ امانت میں خیانت نہ کرو۔ یہ چوری ہے

۱۰۔ وعدہ خلافی نہ کرو۔

۱۱۔ چغلی نہ کھاؤ

۱۲۔ عورتوں پر تہمت نہ لگاؤ۔

۱۳ قرض اُدھار کی عادت نہ ڈالو۔ اس سے مفلوک الحالی آتی ہے۔

۱۴۔ کمزوروں پر ظلم نہ کرو

یہ وہ چند باتیں ہیں جن سے پرہیز کر کے انسان اچھے اخلاق کا حامل بن جاتا ہے جس میں یہ خوبیاں پیدا ہو جائیں وہ اسلام کی زبان میں متقی کہلاتا ہے۔ متقی انسان بادشاہ اور وزیر سے زیادہ اللہ کو محبوب ہے خود فرماتا ہے

اِنَّ اکرمکم عند اللہ اتقاکم

وما علینا اِلّا البلاغ

عزیز احمد صدیقی

کراچی ۱۹۷۷ء

